بحکم خدا و خرد

Ex Libris
Asaf Ali-Asghar Fyzee
Presented to the Library of
The University of Jammu & Kashmir
June 1, 1957

RESERVED

NOT TO BE TAKEN OUT OF THE
LIBRARY.

ST 01

تیمور

جس نے دُنیا ہلا ڈالی،

مصنف

ہیرلڈ لیمب

مترجم

محمد عنایت اللہ

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڑھ چھاپ شد

~~۹۲۶~~ ۹۲۳۵۶۶۴۱
~~۱۲۸۸~~ ح ۱۴۵ ل

مُصنّف کتاب نے یہ تالیف اپنے

والد بزرگوار

کے نام معنون کی ہے

Allama Iqbal Library
19069

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIB...
No. 19069
D... 28-11-30
SRINAGAR

ST/82

فہرست مضامین

تمہید

عزم ۱-۷

پہلا حصہ

صفحہ		باب
۸ — ۱۳	ماوراالنہر	۱
۱۴ — ۲۱	سر پر خود رکھنے والے،	۲
۲۲ — ۳۱	شاہ سازسالی سرائے،	۳
۳۲ - ۴۱	خاتون آغا،	۴
۴۲ - ۵۲	تیمور اور تدبیر امور،	۵
۵۳ - ۶۲	تیمور اور بادیہ گردی،	۶
۶۳ - ۷۲	"اسپ لاغر" اور "شتر ناتوان"	۷
۷۳ - ۸۱	پل سنگین پر لڑائی،	۸
۸۲ — ۸۹	جنگ لائی، (مینھ اور کیچڑ والی لڑائی)	۹

باب		صفحہ
۱۰	دو امیر	۹۰ - ۱۰۴
۱۱	"بام دنیا" پر تیمور کا پہنچنا،	۱۰۵ - ۱۱۳
۱۲	مولٰنا زین الدّین کیا فرماتے ہیں،	۱۱۴ - ۱۲۴
۱۳	والی خوارزم حسین صوفی و یوسف صوفی،	۱۲۵ - ۱۳۵
	دوسرا حصّہ	
۱۴	سمرقند،	۱۳۶ - ۱۴۵
۱۵	سیر آوردہ،	۱۴۶ - ۱۶۰
۱۶	دشت و صحرا سے گذرنا،	۱۶۱ - ۱۷۴
۱۷	سائے اور آسیب کا ملک،	۱۷۵ - ۱۸۷
۱۸	روس کا شہر موسکو،	۱۸۸ - ۲۰۵
۱۹	یارانِ ہم پیالہ،	۲۰۶ - ۲۲۱
۲۰	تیمور کی سلطنت،	۲۲۲ - ۲۳۴
۲۱	گھوڑے کی کاٹھی اور تیمور	۲۳۵ - ۲۵۱
۲۲	سلطان احمد بادشاہِ بغداد،	۲۵۲ - ۲۶۲
	تیسرا حصّہ	
۲۳	سمرقند محفوظ،	۲۶۳ - ۲۷۸
۲۴	بڑی ملکہ اور چھوٹی ملکہ،	۲۷۹ - ۲۸۹

باب		صفحہ
۲۵	تیمور کی جامع مسجد،	۲۹۰ — ۲۹۶
۲۶	جنگ سہ سالہ،	۲۹۷ — ۳۰۷
۲۷	اسقف یوحنا یورپ جاتا ہے،	۳۰۸ — ۳۱۷
۲۸	آخری جنگ صلیب،	۳۱۸ — ۳۲۹
۲۹	بایزید اور تیمور کا مقابلہ،	۳۳۰ — ۳۴۷
۳۰	تیمور کا یورپ کے دروازے پر پہنچنا،	۳۴۸ — ۳۶۰
۳۱	تمام دنیا سپید ہو جاتی ہے،	۳۶۱ — ۳۶۷
	انجام	
	اس جدوجہد کا کیا انجام ہوا	۳۶۸ — ۳۷۹
	تعلیقات	
۱	ترتیب لشکر اور ارباب دانش	۳۸۰ — ۳۸۱
۲	یورپ اور ایشیا کی کمانیں،	۳۸۲ — ۳۸۶
۳	آتش فگن آلات،	۳۸۷ — ۳۸۸
۴	انکوریہ،	۳۸۹ — ۳۹۴
۵	بادشاہ لیتھوانیہ، وتیوت اور تاتاری،	۳۹۵ — ۳۹۸
۶	لڑائی کے دو استاد،	۳۹۹ — ۴۰۳
۷	یورپ کے شاعر اور تیمور،	۴۰۴ — ۴۰۸

باب		صفحہ
۸	مونگل (مغل)	۴۰۹ - ۴۱۱
۹	تاتار،	۴۱۲ - ۴۱۴
۱۰	ٹرک،	۴۱۵ - ۴۱۹
۱۱	شیخ الجبل،	۴۲۰ - ۴۲۳
۱۲	تبریز کا عظیم الشان شہر،	۴۲۴ - ۴۲۶
۱۳	کلاویجو اور تبریز،	۴۲۷ - ۴۳۰
۱۴	امیر کا خیمہ وخرگاہ،	۴۳۱ - ۴۳۲
۱۵	بڑا گنبد،	۴۳۳ - ۴۳۵
۱۶	کٹے ہوئے سروں کے مینار (کلّہ مینار)	۴۳۶ - ۴۳۸
۱۷	تیمور کی طبیعت وخصائل،	۴۳۹ - ۴۴۱
۱۸	تیمور اور مذہب،	۴۴۲ - ۴۴۴
	فہرست کتب	۴۴۵ - ۴۶۶
	اشاریہ	۱ - ۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

از مترجم

اصل انگریزی کتاب کی طرح اُسکا یہ اردو ترجمہ بھی دیباچہ کا محتاج نہین ہی، البتہ چند ضروری باتین عرض کرنی ہین،

پہلی بات تو ایک قسم کی معذرت ہے جسے امید ہے کہ ناظرین قبول فرمائین گے، ایشیائی تاریخ نویسی اور یورپین تاریخ نویسی کا طرز جدا ہے، ہمارے پرانے مورخ بادشاہ کو خدا بنا دیتے ہین اور یورپ کے مورخ اگر خدا بھی اتفاق سے مل جائے تو اُسے انسان بنا دین، ہندوستان کے مسلمانون مین اب بھی ایسے لوگ موجود ہین (گو چراغ سحری ہین) جنکے دل مین تیمور اور تیمور کے خاندان کی بے حد عزت ہے، یہ لوگ اُن کے علاوہ ہین جو حضرت صاحبقران کی اولاد سے ہندوستان مین ابتک موجود ہین اور جنکی عزت کرنے پر ہر نیک اور شریف دل مجبور رہے یہ جس قدر اپنے مورثِ اعلیٰ کی تعظیم و تکریم کرین وہ کم ہے، مغربی طرز مین بادشاہون کا نام لینے اور ان کا ذکر کرنے مین پاس ادب بہت کم ملحوظ رکھا جاتا ہی، جس نام کو ہم اپنی کتابون کی سرخیو ان مین بہ شہنشاہ اعظم حضرت ابوالمنصور محمد قطب الدین امیر تیمور گورگان صاحبقران غازی نور اللہ

مرقده وجعل الجنة مثواه" لکھا دیکھتے ہین مغربی مورخ وہان "تیمور" یا "تمرلین" لکھتا ہے، افسوس ہے کہ مجھے اس بارے مین پوری احتیاط کرتے بن نہ پڑا اور زیادہ تر مصنّف ہی کی تقلید پر مجبور رہا، اسلیے عجب نہین کہ قدامت پرست بزرگ ترجمے کے بعض مقامات کو بے ادبی پر محمول کرین، مگر اُن کی خدمت مین مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مصنف کی کتاب کا ہیرو بجز حضرت امیر تیمور گورگان کے دوسرا کوئی نہین ہے، اور مصنّف کی نیّت مخالفت یا تعصب سے پاک ہے، ایسی صورت مین طرز بیان کا چندان خیال نہ کرنا چاہیے، جب کوئی ایسا بڑا انسان ہو کہ کشور کشائی اور گیتی ستانی کے درجہ کو پہنچا ہو اور اُسکی قدرتی تصویر کھینچنی اسطرح مقصود ہو کہ وہ ہر دل کے قریب آجائے تو قلم کا بے تکلّف ہوجانا مقتضائے فطرت ہوجاتا ہے،

دوسری بات خاص ترجمے کے متعلق عرض کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ادبی محاسن جو اصل انگریزی کتاب مین ہین وہ ترجمے مین ادا نہین ہو سکے، پیچیدہ اور طولانی مضامین کو مختصر عبارتون مین جو اپنے جثّے سے کہین زیادہ حامل خیالات ہین سرعت و رواداری کے انداز مین بیان کرجانا اور وہ بھی اسطرح کہ رفتار کی تیزی مین ادبی خوبیان برابر جھلکتی رہین خفیف اشارون سے خیال کے لیے وسیع میدان پیدا کردینے، مناظرِ قدرت کا بیانِ واقعی، لشکرون کی نقل و حرکت میدانِ جنگ کے کارنامے، پھر ایسی چیزین جنکی طرف نظر تک نہ جائے اُن کے حسین پہلو سامنے لے آنے، غیرون کی صورت شکل وضع قطع کو اس طرح بیان کرنا کہ اپنون کے لیے ظرافت کا سرمایہ بھی بہم پہنچتا رہے، بعض جگہ بے تکے پن مین بھی حسنِ گفتار کا سلسلہ ہاتھ سے نہ دینا، حسب ضرورت ہر اسم و فعل کی صفت مین ایک ہی موزون اور پرکیف لفظ سے کام لینا جہان غیر منھ تکتے رہ جائین، بہت سے غیر متعلق واقعات کو ایک ہی سلسلے مین اس طرح کہہ جانا کہ بظاہر

ان مین تعلق معلوم ہونے لگے، نہ نظر اٹکے نہ خیال رُکے، تصویر کے بہت سے خطوط نداردکردینا، پھر بھی صورت کا پورا نقش پردۂ نظر پر مکمل رکھنا، انگریزی مصنف کے طرز بیان کی وہ دلفریب ادائین ہین جو ایک اردو زبان رکھنے والے کو خاص طور پر متاثر کرتی ہین اور اسکی قوت سے باہر ہو جاتا ہے کہ ان ادبی خوبیون کی نقل وہ اپنی زبان مین پوری پوری اتار سکے، انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرنے کی خدمت کسی کو بھی ملے اکثر یہی دیکھا ہے کہ اردو کی کم مایگی کی شکایت زبان پر بار بار آنے لگتی ہے، مگر کوئی چارہ نہین، کیونکہ دونون زبانون کی قوت کا فرق ایک لاعلاج مجبوری ہے، اگر زیادہ جرأت کیجیے اور غیرون کے حسنِ بیان کو اپنے باغون سے ڈالیا لگا کر پیش کیجیے تو پھر وہ ترجمہ نہین رہتا، نہ اردو کا مذاق اُسے قبول کرتا ہے نہ انگریزی کا، کیونکہ اصلی ہیئت بدل جاتی ہے، واقعہ نگاری کا نقش ایک زبان سے دوسری زبان مین اتر آنا ممکن ہوتا ہے، لیکن جہان تخیل کی نزاکتین اور قوتِ ادا کی خصوصیات ہون وہان غیر زبان وہ بھی ہم انگریزی دان مفلسون کی مفلس اُردو بالکل مجبور و معذور ہو جاتی ہے، بہر کیف ترجمے کی مشکلات کچھ ایسی ہین کہ کتنی ہی محنت اور دماغ سوزی کیجیے نہ مترجم کو اطمینان ہوتا ہے اور نہ پڑھنے والا خوش ہو کر آسانی سے مطلب سمجھتا چلا جاتا ہے، مگر اس محنتِ بلامزد سے بھی کسی طرح چارہ نہین، دل نہین مانتا کہ کوئی اچھی کتاب ہو خواہ کسی کی ہو اور وہ اپنی زبان مین نہ ہو،

کوئی اچھی کتاب! یہان سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسی کتاب اتنی اچھی ہے کہ ترجمے کیلیے اُسے منتخب کیا جائے، اس خصوص مین مین بہت خوش قسمت رہا، عالیجناب نواب سر امین جنگ بہادر نے مسٹر لیمب کی دونون کتابون یعنی "تمر لین" اور "چنگیز خان" کو اردو مین ترجمہ کرنے کے لیے عالیجناب نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری سے تحریک فرمائی، سر اکبر حیدری نے مجھے

لکھا کہ ان کتابون کے ترجمے کا کیا بند وبست ہو سکتا ہے، کتابون کو پڑھنے کے بعد اور ایسے جوہر شناسانِ علوم و معارف کی تحریک پر مجھے خود دونون کتابون کے ترجمہ کرنے کا شوق ہوا' چنانچہ ان دومین سے "تمرلین" کا ترجمہ نذرِ ناظرین کرتا ہون، دوسری کتاب یعنی "چنگیز خان" کا ترجمہ بھی ختم کر لیا ہے اور امید ہے کہ وہ بھی جلد ناظرین کے سامنے پیش ہوگا،

مسٹر لیمب کی دونون کتابین نہایت دلچسپ اور پرلطف ہین، مگر تاریخ کے مبصرون مین ایک معزز گروہ ایسے لوگون کا ہے جو مورخ کو صرف اتنی اجازت دیتے ہین کہ وہ محض خشک وخالص واقعات اُن کے سامنے پیش کرے تاکہ واقعات سے وہ خود ہی نتائج مستنبط کر سکین، اس قسم کے مبصرون کو مسٹر لیمب کی کتاب صرف ایک "افسانہ" معلوم ہوگی، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، مصنف نے علاوہ ایسے کارنامون کی صراحت کے جو یورپ کے براعظم پر تیمور سے عمل مین آئے اور جنکا اندازہ فارسی تاریخون سے بہت کم ہوتا ہے، حضرت صاحبقران کے زیادہ تر سوانح وہی لکھے ہین جو مولٰنا شرف الدین علی یزدی کے ظفر نامے مین بھی بیان ہوئے ہین، اور مولٰنا شرف الدین کا ظفر نامہ تیمور کے حالات مین ایک مانی ہوئی کتاب ہے، البتہ انگریزی مصنف نے صرف ایسے حالات کو جو اپنے منظر و ماحول کے اعتبار سے چشمِ خیال کے لیے زیادہ دلکش تھے منتخب کر کے حسن وخوبی سے لکھا ہے باقی حالات پر سرسری نظر ڈالی ہے، غالبًا اسی انتخاب نے معترض کی نظر مین کتاب کو محض ایک افسانہ بنا دیا، مگر یہ اعتراض بھی حسین ہے، ہر چیز کی قدر و قیمت پرکھنے کے لیے نظر چاہیئے، کونسا افسانہ ہے جس کی بنا حقیقت پر نہین اور کونسی حقیقت ہے جس نے افسانہ بنکر دل پر قابو نہ پایا ہو، مگر جب نظر ہو نہ دل تو پھر شکایت کیا، خشک تاریخی واقعات کو پڑھنا بھی کڑوی دوا کا حلق سے اتارنا ہوتا ہے'

مگر ہمارے مصنف نے اس تلخ معجون مین بھی ایسے جواہرات حل کر دیئے ہین کہ واقعات کی حقیقت اور ان کے اثر مین بغیر فرق آئے ایک نیا لطف اور ذائقہ پیدا ہو گیا ہے، اور امیر تیمور گورگان کا ایک ایسا مرقع تیار کر دیا ہے جسمین وہ پھرتا چلتا زندہ نظر آتا ہے، اور یہ زندہ تصویر وہ ہے، جو ناظر کتاب کو اصلی ماخذون کی طرف بے اختیار رجوع کر کے تاریخ بینی کا شوق بڑھاتی ہے، اور افسوس ہوتا ہے کہ ہم کہان تھے جبکہ ہمارے ہی باغون سے جنکی طرف سے ہماری نظرین پھر چکی ہین دوسرون نے پھول اور پتے چنکر ایسے گلدستے تیار کر دیے جنھین دیکھکر حیرت ہوتی ہے،

مجھے یہان یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ فارسی تاریخون کے حوالے جو ترجمے کے حواشی مین اکثر لکھے گئے ہین وہ مصنف کتاب کی طرف سے نہین ہین، یہ قصور میرا ہے، اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ ترجمہ کرتے وقت مین فارسی تاریخین بالخصوص ظفرنامہ اور تزک تیمور برابر پڑھتا گیا، جہان جہان مجھے معلوم ہوا کہ انگریزی مصنف کا لکھا ہوا مضمون فارسی کتابون مین زیادہ صراحت اور دلبستگی سے اپنے اصلی رنگ مین پڑھا جا سکتا ہے وہان مین نے فارسی کتاب کی جلد اور صفحون کا حوالہ دیدیا، اور کہین کہین فارسی عبارتین یا ان کے ترجمے مختصر طور پر نقل کر دیئے، اسی طرح کہین کہین عبارت کو کھولنے کے لیے مختصر سا حاشیہ بھی لکھا ہے، افسوس ہے کہ مجھے اتنا وقت نہ مل سکا کہ مین ایک مرتبہ پورے غور سے ترجمہ کا اصل سے مقابلہ کر لیتا، ضرور ہے کہ ترجمہ مین غلطیان رہ گئی ہونگی، جسکا افسوس ہے،

مطبع دارالمصنفین اعظم گڈہ کا مین بہت ممنون ہون کہ جہانتک صحت ممکن تھی اس صحت اور خوشنمائی کے ساتھ یہ ترجمہ وہان طبع ہو گیا، اور مجھے کاپیان اور پروف دیکھنے

کی زحمت نہ اٹھانی پڑی،

آخر مین مگر سب سے زیادہ مین مسٹر لیمب کا شکر گذار ہون کہ انھون نے مہربانی فرماکر اپنی نہایت دلچسپ اور شیرین کتاب کا ترجمہ شایع کرنے کی مجھے تحریری اجازت دی اور مجھے امید ہے کہ درخواست پر وہ مجھے اپنی دوسری کتاب "چنگیز خان" کے ترجمہ کو شائع کرنے کی بھی اجازت دیدینگے،

حیدرآباد دکن
یکم دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء

محمد عنایت اللہ
ناظم شعبۂ تالیف و تراجم

۱۳

تیمور

تمہید

عزم

پانچسو پچاس برس منقضی ہوتے ہین کہ ایک شخص نے دنیا کا مالک بننا چاہا، جس کام مین ہاتھ ڈالا کامیاب ہوا، اسی شخص کو ہم "ٹیمرلین" (تیمور لنگ) کہتے ہین،

ابتدا مین وہ ایک شریف زادہ قلیل مقدرت کا آدمی تھا، ایشیا وسطیٰ مین جسے فاتحون کا مولد کہنا زیبا ہے کچھ زمین اور چند مویشیون کے سوا اور کچھ نہ رکھتا تھا، سکندر کی طرح کسی بادشاہ کا فرزند نہ تھا اور نہ چنگیز خان کی طرح کسی سرخیل کا وارث، فتحمند سکندر کے پاس مقدونیہ کے لوگ اور چنگیز خان کے پاس مغلون کے گروہ شروع ہی سے موجود تھے، مگر تیمور نے خود اپنے لیے ایک قوم فراہم کی،

نصف دنیا سے زیادہ کے لشکرون کو یکے بعد دیگرے مغلوب کیا، شہرون کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ پھینکا، اور پھر جس طرح چاہا انھین از سر نو تعمیر کیا، سڑکین اور راستے ایسے بنائے کہ دو براعظمون کی تجارت کا مال اُن پر سے گذرنے لگا، اقلیمون اور سلطنتون کی دولت اپنے قبضے مین لایا اور جس طرح دل چاہا اسے صرف کیا، پہاڑون کی چوٹیون کو درست کر کے اُن پر نزہت گاہ

تعمیر کئے اور یہ صرف ایک ماہ کے عرصے مین، کسی متنفس نے تیمور سے زیادہ غالبًا اس بات کی کوشش نہین کی کہ "ایک بگڑے ہوئے نظام اشیا کو قابو مین لاکر اسے ایسے قالب مین ڈھال دے جو اپنے دلی منشار سے قریب تر ہو"

پہلے بھی اہل یورپ اسے "ٹیمرلین" (تیمور لنگ) کہتے تھے اور اب بھی اسی نام سے وہ اُن مین مشہور ہے، ہماری عام تاریخون مین جو ملک اس کے زیر نگین تھے انھین "سلطنت تیمور" لکھا جاتا ہے لیکن پانچسو برس پہلے ہمارے بزرگ تیمور کی قلمرو کو "تاتاری" کہتے تھے، دھندلی سی ایک صورت کسی بڑے جابر وسفاک کی اُن کے ذہن مین تھی جو یورپ کے دروازے سے باہر زرین خیمون اور منارون مین گشت لگاتی نظر آتی تھی اور یہ منارے آدمیون کے کٹے ہوئے سرون سے پٹے ہوتے تھے جنپر رات کے وقت غیبی شعلون کی روشنی چمکا کرتی تھی!

ایشیا اُس سے خوب واقف تھا، اُس پر ناز بھی کرتا تھا اور افسوس بھی، وہان ایسے دشمن بھی تھے جو اُسے ایک بڑا گرگ سیاہ کہتے تھے، مگر اُس کے ہمراہی وہوا خواہ اُسے شیر ژیان اور گیتی ستان کے لقب سے یاد کرتے، ۱۴

نابینا ملٹن نے عزازیل کی پر شکوہ تصویر مین جو ھیب رنگ بھرے ہین معلوم ہوتا ہے کہ تیمور لنگ کے قصّون پر غور کرنے کے بعد قلم مین یہ زور آیا تھا،

شعرا نے خیال آفرینیان کین اور مورخون پر سکوت کا عالم رہا کہ تیمور کو کس زمرہ مین تصور کرین، اس کا جواب آسان نہ تھا، کسی شاہی خاندان کا وہ رکن نہ تھا، اپنی ذات سے البتہ ایک شاہی خاندان کی بنا ڈال گیا، وحشیون مین اٹیلا کی مثل نہ تھا جس نے روما کو غارت کیا تھا، بلکہ باوجود عالمگیر ابتری کے خود اپنا ایک روما صحرا مین آباد کر گیا، تخت شاہی اپنے لیے

آراستہ کیا، لیکن عمر کا بیشتر حصہ گھوڑے کی پیٹھ پر گذرا، تعمیر کی طرف متوجہ ہوا، تو سابق کی کسی عمارت کو پیش نظر نہ رکھا، چٹانون اور پہاڑون کی چوٹیون اور صرف ایک گنبد کو دیکھ کر جسے دمشق مین اس شہر کو جلانے سے پہلے دیکھا تھا اپنی طبیعت کے موافق فن تعمیر مین ایک طرز نو پیدا کیا، تیمور کے ذہن کا یہ خوشنما گول گنبد روسی عمارتون کے لیے نمونہ ہو گیا، ہندوستان مین "تاج محل" کے سر کا تاج بنا، اور "تاج محل" کا بانی تیمور ہی کے پڑپوتون مین سے ایک مغل بادشاہ تھا،

تاریخ نے اس کے زمانے کے یورپ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، ہمین معلوم ہو کہ ریاست وینس پر مجلس[1] ارکان عشر کو کیا اقتدار حاصل تھا، رینزی[2] (شاعر[3] ڈانٹی کی وفات کے ایک پشت بعد) کیونکر اپنے وقت کا موسیٰ لونی ہو گیا، یہ زمانہ وہ ہے کہ پٹرارک[4] تصنیف مین مصروف ہے اور فرانس مین جنگ صد[5] سالہ بہ ہزار دشواری اپنا دور بے سود پورا کر رہی ہے، اور لیان اور برگنڈی کے لوگ نیم مجنون بادشاہ فرانس چارلس[6] ششم کی بے پروائی کا ہو[ن]

[1] سنہ ۱۳۱۰ء مین جب وینس کی ریاست مین ایک بغاوت ہوئی تو ریاست کی مجلس عظمیٰ نے اپنے ارکان مین سے دس آدمیون کو منتخب کر کے ان کی ایک مجلس "ارکان عشرہ" کے نام سے مقرر کی تاکہ رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو، (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطیٰ کا اختتام" صفحہ ۳۹،) مترجم

[2] رینزی (کولا دی رینزی) اٹلی کا بڑا سیاسی مصلح تھا، (سنہ ۱۳۱۳، سنہ ۱۳۵۴ء) ۲۰ مئی سنہ ۱۳۴۷ء کو ایک بڑے گروہ کا پیشوا بنا اور ٹرائیبیون کا لقب اختیار کر کے دار الحکومت پر چڑھائی کی اور اپنے بنائے ہوے قوانین جنمین رعایا کی زیادہ بھلائی مد نظر تھی جاری کیے (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطیٰ کا اختتام" صفحہ ۱۵۶، ۱۶۱) مترجم

[3] اٹلی کا شاعر بے بدل تھا، ولادت سنہ ۱۲۶۵ و وفات سنہ ۱۳۲۱ء، مترجم

[4] یہ بھی اٹلی کا مشہور شاعر تھا، ولادت سنہ ۱۳۰۴ وفات سنہ ۱۳۷۴ء، مترجم

[5] "جنگ صد سالہ" یہ نام ایک بڑی طول و طویل لڑائی کا ہے جو فرانس اور انگلستان مین سنہ ۱۳۳۷ سے سنہ ۱۴۵۳ء تک پانچ فرانس کے اور پانچ ہی انگلستان کے بادشاہون کے زمانے مین جاری رہی، بنائے مخاصمت فرانس کے کچھ حصے تھے جنکا مالک انگلستان تھا، مترجم

[6] ولادت سنہ ۱۳۶۸ وفات سنہ ۱۴۲۲ء، مترجم،

کے سامنے پیرس کے قصائیون[1] سے بحث مین سرگرم ہین، یورپ اُس وقت نوعمر تھا، بیدار ہوکر عہد وسطیٰ کی ظلمت سے ابھی باہر آیا تھا، نشاۃ جدیدہ[2] کی روشنی نے ابھی تک اوس مین چمک پیدا نہ کی تھی،

تہذیب وتمدن کی نعمتین، کپڑا، کتان، گرم مسالہ، ریشم، لوہا، فولاد، چینی ظروف ان سب کے لیے یورپ کی نظرین مشرق کی طرف لگی رہتی تھین، چاندی، سونا، جواہرات سب مشرق ہی سے آتے تھے، اس خشکی کی تجارت سے وینس اور جنیوا کی ریاستون کو بڑا عروج حاصل ہوگیا تھا، قرطبہ اور اشبیلیہ کی عمارتین، غرناطہ کے محلات اور قصور عربون نے بنائے تھے، قسطنطنیہ کا طرز آدھا مشرقی تھا،

یورپ سے سائبیریا والی ریل کے ایک جنکشن سے قریب پتھر کا ایک ستون لگا ہے، اس ستون کے ایک رُخ "یورپا" اور دوسرے رُخ "ایشیا" لکھا ہے، تیمور کے زمانہ مین یہ ستون ہوتا تو طول بلد کے پچاس درجے ہٹا ہوا مغرب مین وینس کے قریب کہین نصب ہوتا، اوس وقت یورپ وسعت مین ایشیا کے ایک صوبے سے زیادہ نہ ہوتا، اور یہ صوبہ بھی ادنیٰ درجے کے امرا اور کاشتکار غلامون کا ہوتا، جہان کے شہر گاؤن سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے اور زندگی بقول ایک مورخ کے شکایتون اور مصیبتون کی ایک داستان ہوتی،

یورپ کی حالت سے جو اس صدی مین اُس کی تھی ہم خوب واقف ہین لیکن اس منظر

[1] چودہوین صدی مین جبکہ چارلس ششم فرانس مین بادشاہ تھا، تو پیرس کے قصاب رعایا کے لیڈر بن گئے اور دو برس تک حکومت کرتے رہے، (دیکھو لاج کی کتاب "عہد وسطیٰ کا اختتام" صفحہ ۱۵۶-۱۶۱) مترجم

[2] عہد وسطیٰ کے ختم ہونے پر جو تغیر یورپ مین پیش آیا یا یہ سمجھیے کہ یورپ مین علوم وفنون نے جس طرح دوبارہ زندگی اختیار کی اُسے نشاۃ جدید کہتے ہین،

مین اُس انسان سے آشنا نہین جو دنیا پر حکومت کرنے اٹھا تھا، اُس زمانے کے اہل یورپ تیمور کی شان و شوکت کو ایک آسیب اور اُس کی سطوت کو شیطان کی قوت سمجھتے تھے، جس وقت یورپ کی دہلیز پر قدم رکھنے کو ہوا تو یورپ کے تاجدارون نے اوسے نامے لکھے، اور سفارتین "تیمور اعظم سلطان تاتاری" کی خدمت مین روانہ کین،

انگلستان کے بادشاہ ہنری چہارم نے جو سرحد پار پروشا کے شہ سوارون سے لڑ چکا تھا، اس نامعلوم فاتح کو اس کی فتوحات پر مبارک باد دی، چارلس چہارم بادشاہ فرانس نے فاتح ذی وقار شاہ تیمور" کی تعریف لکھ کر بھیجی، ہوشیار اور عقلمند اہل جنیوا نے قسطنطنیہ سے باہر تیمور کا عَلم بلند کیا، مانیول قیصر قسطنطنیہ نے مدد کے لیے تیمور سے درخواست کی، لرد دون ہنری "بادشاہ قشتالیہ بہ افضال الہی" نے روے دی گونزالیز کلاویجو کو بطور سفیر تیمور کی خدمت مین بھیجا، اور کلاویجو تیمور کے پیچھے پیچھے سمرقند تک گیا، اور وہان سے واپس آکر تیمور کے حالات جو خود لکھے تھے اپنے بادشاہ کو پیش کیے،

"تیمور لنگ بادشاہ سمرقند" مغلون کی تمام زمینون اور ہندوستان کو فتح کر کے اور ارض خورشید" (خراسان) کو جو بہت بڑی قلمرو ہے مسخر اور ملک خوارزم کو مطیع اور منقاد فرما کر اور تمام فارس اور مغربی ایران کو مع تبریز اور سلطانیہ اپنے تصرف مین لا کر اور "ارض حریر" اور ارض ابواب" پر قبضہ کر کے، نیز آرمینیہ کو چک اور ارض روم اور کردستان پر مستولی ہو کر اور شہریار
16
ہند کو جنگ مین مغلوب اور اس کی قلمرو کے ایک حصہ پر مسلط ہو کر اور شہر دمشق کو غارت اور بلاد حلب، بابل و بغداد کو فتح و تاراج کر کے اور ان کے علاوہ اور بہت سے ممالک و دیار اور بادشاہون کو زیر کر کے اور بہت سی لڑائیون مین فتح پا کر بایزید ترک کے مقابلے مین

آیا جو دنیا کے عظیم الشان بادشاہون مین تھا، بایزید سے لڑا اور فتح پاکر اُسے قید کرلیا۔"

یہ بیان کلاویجو کا ہے جو تیمور کی حضور مین پیش ہوا، دربار سمرقند مین حاضر ہوکر اس سفیر نے دنیا کے اکثر فرمانروا خاندانون کی شہزادیون اور چین و مصر کے سفیرون کو دیکھا، افرنجیون کے سفیر ہونے کی وجہ سے اس کی خاطر و مدارات دربار مین اس بنا پر بھی ہوئی کہ "سمندر مین چھوٹی سے چھوٹی مچھلی کو بھی جگہ مل جاتی ہے[۱]۔"

شاہانِ یورپ کی بزم محتشم مین تیمور کو کرسی نہین دی گئی، تاریخ کے صفحون مین ایک اُڑا ہوا سا نقش اُس خوف و ہراس کا جو یورپ کے دل پر تیمور نے پیدا کیا تھا ملتا ہے، مگر باشندگانِ ایشیا کی نظر مین تیمور اب تک حضرت صاحبقران "امیر تیمور گورگان اعظم" ہے،

پانچ صدیون کے بعد آج بھی یہ واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کے بڑے فاتحون مین تیمور سب سے آخری فاتح تھا، نپولین اور بسمارک اپنی اپنی جگہ پر ہین، ایک ناکام مرا، دوسرا صرف ایک سلطنت کی سیاسی رہنمائی مین ممتاز ہوا، مگر تیمور نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی، جتنی لڑائیان لڑا سب مین جیتا، صرف ایک بڑی سلطنت جو اس سے مقابلہ کی طاقت رکھتی تھی باقی رہگئی تھی اور اب اُسی سلطنت سے دست و گریبان ہونے کو چلا تھا کہ پیغام اجل آپہنچا،

تیمور کے عزم کو سمجھنے کے لیے اُس انسان کی زندگی پر غور کرنا چاہیے جس نے فی نفسہ عزم کیا تھا، اس غور کے لیے ضروری ہے کہ یورپ کی تاریخون کو بالاے طاق رکھا جائے،

---

[۱] "درآن طوی ایلچیان افرنج حاضر بودند و بہرہ ور، مصرع۔
کہ "خس نیز در بحر باید گذر"
ظفرنامہ جلد دوم صفحہ ۶۰۰،

موجودہ تہذیب وتمدّن اوراس کے تعصبات کی طرف سے آنکھین بند کرلی جائین اور تیمور کو ان لوگون کی نظر سے دیکھا جائے جو گھوڑون پر سوار اس کے ساتھ ساتھ چلتے تھے،

جس طرح کلاویجو سفیر قسنتالیہ سے عمل مین آیا اسی طرح ہمارا ابھی فرض ہے کہ خوف کے پردون سے نکل کر اور کٹے ہوے سرون کے منارون سے آگے بڑھ کر اور قسطنطنیہ سے گذر کر سامنے کے سمندر کو عبور کر کے ایشیا مین قدم رکھین اور خراسان کی سڑک پر سمرقند کے قصد سے رہ نورد ہو جائین، زمانہ سنہ ہجری کے اعتبار سے ۸۰۷، اور سنہ عیسوی کے لحاظ سے ۱۳۲۵ ہے،

مقام ایک دریا ہے،

پہلا باب ۱۹

ماوراء النہر

بادشاہ قشتالیہ کا سفیر کلاویجو کہتا ہے کہ "یہان کا دریا ان چار دریاؤن مین سے ایک ہے جو جنت سے نکلے ہین، ملک روشن، فرحت انگیز، دلکش اور خوشنما ہے"

سر پر مطلع صاف ہے، دور پہاڑیون کے نیلگون سلسلے اونچے ہوتے ہوتے اُس برفانی چوٹی تک پہنچے ہین جسے تخت سلیمان کہتے ہین، ہر دامنِ کوہ پر سبزہ زار ہین، چشمے اوپر سے نیچے اترنے مین بازی لگاکر دوڑتے نظر آتے ہین، ان کا پانی اُن بلندیون کی خنکی سے جہان سے یہ اترے ہین اب تک سرد ہے، میدانون مین بھیڑین چرتی ہین اور چرواہے جھبرے ٹٹوؤن پر بیٹھے ان کی گلہ بانی کرتے ہین، نیچے گھاٹیون مین گاؤن کے قریب اونچی اونچی گھاس مین مویشی چر رہے ہین،

دریا چونے کے بڑے بڑے چٹانون مین سے پیچ وخم کھاتا ایک لمبی گھاٹی مین آہستہ آہستہ بہتا ہے، یہان شہتوت کے گھنے درختون اور تاکستانون کی کثرت سے اندھیرا سا رہتا ہے، دریا سے نالیان اور نہرین کاٹ کر جو اور دھان کے کھیتون اور خربوزون کی کیاریون مین پانی پہنچایا ہے، آب رسانی کے لیے تالاب جابجا پانی سے بھرے ہین اور ان کے کنارے

رہٹ چلاکر آہستہ آہستہ پانی اوپر چڑھاتے ہین، پہیون کی چرچر چون چون دور تک سنائی دیتی ہے
اس دریا کو آمو کہتے ہین، ایران اور توران یا شمال اور جنوب کے درمیان یہ دریا ایک ازمنۂ رفتہ زمانہ سے حدِ فاصل سمجھا گیا ہے، دریا سے جنوب مین خراسان کا ملک ہے جہان ایرانی فارسی بولتے اور زراعت کرتے ہین، یہ دستار پوش عافیت پسند ایشیاے عظمیٰ کے شریف اور فقیر ہین دریا پار شمال مین توران کا ملک تھا جس سے خانہ بدوش قومین برآمد ہوئی تھین، ان کا کام مویشی اور گھوڑے پالنا تھا، یہان کے لوگ دستار کی جگہ سر پر خود نما ٹوپی پہنتے تھے، سواے دریا کے کوئی سرحد ملکون کے درمیان نہ تھی، دریا سے شمال ہی مین وہ ملک تھا جسے ماوراالنہر کہتے تھے،

یہان مسافر سمرقند جانے کے لیے دریا اترتا تھا خشک نالون اور شاہ بلوط کے گھنے جنگلون سے گذرتا ہوا ایک درے مین پہنچتا تھا جس کے دونون پہلوؤن پر سنگ آہک کے پہاڑ سے سر چھ سو فٹ بلند دیوارون کی طرح سیدھے کھڑے تھے، یہان معلوم ہوتا تھا کہ آواز کی گونج
۲۰ بولنے والے کو منھ چڑھا چڑھا کر برا بھلا کہتی ہے، اس سرخ رنگ درے کا نام دربند آہنین (یا باب الحدید) تھا، یہان تاریکی مین جہان راستہ اتنا تنگ تھا کہ دو اونٹون سے زیادہ دوش بدوش نہ گذر سکتے تھے کچھ لوگ سانولی صورتون کے برچھون پر سہارا لیے کھڑے تھے اور ہر مسافر کو جو ادھر سے نکلتا غور سے دیکھتے تھے،

یہ بھاری بھرکم آدمی ہوتے تھے، مونچھین پتلی لکیر سی ہونٹ پر سے ہوتی ہوئی باچھون کے پاس آتے ہی ٹھوڑی پر جھک پڑی تھین، بات آہستہ اور بول کھینچکر نکالتے تھے، باریک لوہے کی کڑیون کی زرہ پہنتے اور سر کے خود مین گھوڑے کی دم کا طرہ لگاتے، یہ ملک "تاتار" کے

محافظ تھے[۱]،

باب الحدید کے بعد پہلی کاروان سرائے جو آئی تھی وہ ایک پر فضا مقام مین جو ہر طرف پہاڑون سے گھرا ہوا تھا واقع تھی، اور بیچ مین اس کا دریا اپنا الگ تھا، اس کاروان سرائے کا نام لوگون نے شہر سبز رکھدیا تھا، شہر کے گرد ایک خندق پانی سے بھری تھی، زرد آلو اور خوبانی کے سفید اور گلابی پھولون بھرے درختون سے اوپر مقبرون کے اجلے اجلے گنبد اور مسجدون کے مینار جیسے نیزے علم ہون نظر آتے تھے، یہ گنبد اور مینار اتنے بلند تھے کہ ان پر سے شہر کی نگہبانی ہو سکتی تھی،

یہی شہر سبز تیمور کا مولد تھا[۲]، اور اس شہر سے اُسے بہت محبت تھی، رہنے کا گھر لکڑی اور کچی اینٹون کا تھا، صحن کے گرد چار دیواری تھی اور اسی مین ایک باغچہ بھی تھا، چھت مسطح تھی، اور اس کی منڈیرین ایسی تھین جہان سے ایک لڑکا سب کی آنکھون سے اوجھل چپکا بیٹھا موذن کی آواز سنا کرے اور یہ وہ وقت ہو جب کھیتون سے بھیڑین اور مویشی اپنے اپنے گھرون کو آتے ہون،

اس شہر مین ایسے لوگ بھی آمد و رفت رکھتے تھے جنکی ڈاڑھیان لبی اور جبے ریشمین ہوتے تھے، غالیچے بچھا کر بیٹھ جاتے اور قافلون کا ذکر کرتے یا جو کچھ سفر مین پیش آیا اسے بیان کرتے مگر لڑائی کا ذکر ضرور ہوتا، کیونکہ جنگ کا تاریک بادل شہر سبز کی وادی پر چھایا ہوا تھا،

"انسان کے لیے راستہ یا طریقہ ایک ہی ہوا کرتا ہے" یہ جملہ تیمور اکثر لوگون کی زبان سے سنا کرتا تھا،

---

[۱] دیکھو تعلیقہ نمبر ۹،

[۲] تیمور شب سہ شنبہ ۲۵ شعبان ۷۳۶ ہجری شہر سبز مین پیدا ہوا تھا، ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰،

لیکن وہ ایسی باتون کو سمجھنے کے لیے اپنا دماغ پریشان نہ کرتا تھا، کلام مجید پڑھا تھا لیکن اس کے معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے پورا اثر نہ تھا، البتہ بڑے بوڑھون کا کہنا اس کے لیے سب سے بڑا قانون تھا، لڑکون کو اپنے ہتیارون کی حفاظت اور دیکھ بھال کا بڑا خیال ہوا کرتا ہے، بڑے غور طلب سوال ان کے لیے یہی ہوتے ہین کہ نیام مین جو تلوار ہے وہ معلوم نہین اندر سے کیسی ہے یا برچھی کی انی ٹوٹ جانے کے کیا معنی ہوئے،

یہ لڑکے گھوڑون مین پل کر بڑے ہوئے تھے، سمرقند کی سڑک کے کنارے میدانون مین گھوڑ دوڑ کیا کرتے، تیر کمان سے بٹیرون اور لومڑیون کا شکار کرتے، لڑائی اور شکار کی چیزون کو جو بھلی معلوم ہوتین یادگار کے طور پر پہاڑ کے ایک غار مین جمع کرتے، یہ مقام جو پہاڑون مین ایک باہر کو نکلے ہوئے چٹان کی جڑ مین تھا ان لوگون کا گویا قلعہ تھا، ادھر میدان مین گئے سوتے اور گھوڑے چرتے رہتے اُدھر یہ لڑکے ٹولیان بنا کر اس فرضی قلعہ کا محاصرہ کرتے، تیمور ان جھوٹ موٹ کی لڑائیون مین سب کا سردار ابتداً[1] ان نو عمر سپاہیون مین تین چار سے زیادہ اس کے ساتھی نہ تھے، 21

تیمور بڑی متانت اور تن دہی سے ہر کھیل مین مصروف ہوتا، کبھی ہنستا نہ تھا، گھوڑے بھی اس کے دوسرون سے کچھ اچھے نہ ہوتے تھے لیکن اپنے ساتھیون مین وہ سب سے بہتر سوار تھا، اور جب یہ لڑکے اتنی عمر کے ہوے کہ شکار کھیلنے کے لیے ان کو سچ مچ کی تلوارین ملین تو ہتھیار چلانے مین تیمور سب کا استاد نکلا،

تیمور مین یہ متانت غالباً تنہا بسری نے پیدا کی تھی، ابھی بچہ ہی تھا کہ ماں کا انتقال ہو گیا

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحات ۱۴-۱۵،

اور باپ جو تاتاری قبیلہ برلاس کا سرخیل تھا اپنا وقت اکثر سبز پوش درویشون کی صحبت مین بسر کرتا تھا، یہ بزرگ وہ تھے جو حج اور زیارت کا شرف حاصل کر کے لوگون مین تقدس حاصل کر چکے تھے، تیمور کے ہر وقت کے یارون مین شکرے، کتے اور اس کے ہمجولی تھے، گھر مین صرف دو نوکر تھے اور گھوڑے اتنے بھی نہ تھے کہ آدھا اصطبل بھر جاتا، باپ سردار تھا مگر کسی قسم کی حکومت نہ رکھتا تھا، لیکن ایسے بزرگون کا نام لیوا تھا جنھون نے لڑائیون مین بڑا نام پیدا کیا تھا بہرکیف مفلس و تنگدست تھا،

لڑکا گھوڑے پر سوار کھیتون مین چکر لگایا کرتا، اکثر اپنے جھوٹ موٹ کے قلعہ مین جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا اکیلا بیٹھا سمرقند کی سڑک کو دیکھا کرتا، یہان ایران کے دولتمند تاجر گھوڑون پر سوار نظر آتے، ایرانی عورتین بھی ساتھ ہوتین، ان کے گرد مسلح سپاہی حفاظت کے لیے ہوتے مگر تاتاری عورتین منہ پر نقاب نہ ڈالتی تھین، دبلے سوکھے عرب سوداگر گھوڑون کی قطارون کیساتھ پیدل ہوتے، ولایت خطا کی زری و زربفت اور بلاد شمال کے کارگاہون کا ابریشم اور غالیچے ان کے ساتھ ہوتے، زرد زرد غبار سے کبھی کبھی بردہ فروشون اور فقیرون کا قافلہ بھی نکلتا نظر آتا، ان کے ساتھ غلام ہوتے، فقیرون کے ہاتھ مین عصا اور کچکول ہوتا، ان مین کچھ پیر و درویش بھی ہین جو لوگون کو مرید بنانے کی تلاش مین نکلے ہین،

کبھی کبھی کوئی یہودی خچر پر سوار یا کوئی دبلا سوکھا ہند و افغانی رہزنون کے قصّے سناتا نکلتا، شام ہوتے ہی قافلے والے اپنے خیمے نصب کرتے، وہین جانورون کو باندھتے، کھانا پکانے کے لیے آگ جلاتے اور اس آگ کے دھوئین مین سے گوبر اور لید کی بو آتی تیمور ان مسافرون کے حلقے سے باہر کہین زمین پر آرام سے بیٹھ جاتا اور چیزون کے مول

تو ل کی باتین اور سمرقند کے حالات جو کچھ ان کی زبان سے نکلتے انھین سنا کرتا،
اور جب باپ خفا ہوتا کہ کیون قافلے والون مین جا کر بیٹھا تھا تو یہی جواب دیتا کہ "انسان
کے لیے راستہ یا طریقہ ایک ہی ہوا کرتا ہے"

دوسرا باب ۲۲

سر پر خود رکھنے والے

شہر سبز کی وادی اور جو کچھ اس وادی مین تھا سب قبیلہ برلاس کی میراث تھا، لیکن یہ نہین کہہ سکتے کہ جو کچھ وہان تھا قبیلہ برلاس اس کا مالک بھی تھا، کھیتی باڑی کرنے اور چوپائے چرانے کے حقوق، فربہ مویشی، علف زار اور تاکستان جب تک ان پر قبضہ رکھ سکین سب انہین کا مال تھے، اور یہ چنگیز خان نے جس کی حکومت پہاڑون کے دوسری طرف تھی برلاس کے بزرگون کو مدت سے دے رکھی تھین، برلاس کا حال اسکاٹ لینڈ کے جرگون کا سا تھا کہ محض اپنے سردار کی لیاقت اور مرتبے کی وجہ سے زمین پر قبضہ رکھتے تھے، برلاس تاتاری تھے، لمبے لمبے ہاتھ پاؤن، چکلا چوڑا ہاڑ، منھ پر ڈاڑھیان، چہرے دھوپ سے جھلسے ہوئے، گھوڑے کی پیٹھ چھوڑ کبھی پیدل چلنا ہوا تو بہت تنتے اکڑتے گردن سیدھی کئے چلتے اور مڑ کر جب ہی دیکھتے کہ اپنے سے بڑھکر کوئی تاتاری قریب سے گذرتا،

سب لوگون کے پاس کثرت سے مضبوط و جفاکش گھوڑے، پہاڑی راستون مین چلنے کے مشاق رہا کرتے تھے، ایسے قسمت ور اُن مین کم تھے جن کے پاس تیز رفتار نسل کے جانور یا چوگان مین دوڑنے کی مہارت رکھنے والے یابو موجود ہون، گھوڑون کی راسون

پر چاندی کا بھاری کام ہوتا تھا اور کاٹھیون پر ریشم کے کڑھے ہوئے زین پوش ڈالنے کا انھین شوق تھا، ان تاتاریوں[1] مین غریب سے غریب آدمی کو بھی یہ گوارا نہ تھا کہ بغیر گھوڑے پر سوار ہوئے اپنے خیمہ سے مسجد تک آئے،

خیمون مین رہنا وہ پسند ہی نہ کرتے تھے بلکہ سکونت کا یہ طریقہ ان کا قدیم تھا، ان کا قول تھا کہ "برج اور گنبد بزدل بنایا کرتے ہین تاکہ ان مین چھپے بیٹھے رہین" تاتاریون کے برج اور گنبد سفید نمدے کے ہوتے تھے یا تنبو اور شامیانے ہوتے تھے جنمین قالینون کا فرش ہوتا تھا، برلاس مین ایسے لوگ بھی تھے جن کے پاس شہر مین ایسے مکانات تھے جہان وہ مسلمان بھائیون کو دعوت دے سکین اور جہان اُن کے اہل و عیال خطرے کے وقت

۲۳ حفاظت سے رہ سکین اس زمانے سے سو برس پہلے یہ تاتاری خانہ بدوش رہتے تھے، چراگاہون کی تلاش مین سر بصحرا پھرا کرتے تھے، جنگ و پیکار نے ان کے بزرگون کو ایشیا کے زیادہ تر حصون کا مالک بنا دیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے دھنی بلکہ جنمی لڑنے والے تھے، کسی کا قول ان مین چلا آتا تھا کہ "ریت کے ذرّے پھونک سے اتنی آسانی سے نہین اُڑتے جتنی آسانی سے انسان کی دولت اڑ جاتی ہے" اس قول کی سچائی سے برلاس بخوبی واقف تھے،

---

[1] تیمور کے قبیلہ برلاس کو عجیب عجیب نامون سے پکارا گیا ہے، کبھی انھین دیو و عفریت اور کبھی قوی ہیکل مردان کارزار لکھا ہے، لیکن کثرت رائے اسی پر ہے کہ ان کو تاتاری کہا جائے، ان کے پرانے مورخون نے بھی انھین تاتاری لکھا ہے، برلاس کا قبیلہ شمالی ایشیا کے ان قبائل مین سے تھا جن کو قدیم زمانہ مین یورپ کے مورخون نے "سیتھین" کے نام سے اور کبھی "ترک" کے نام سے منسوب کیا تھا، یہ لوگ شمال کے ملکون سے یہان کی سرسبز و شاداب زمینون مین مغلون کے گروہون کے ساتھ آئے تھے، (مصنف)

خوب سیر ہو کر کھاتے تھے اور بہت کھاتے تھے، شراب پینے کے وقت آنکھون مین آنسو آجاتے ہون تو آجاتے ہون مگر لڑائی مین وہ ہمیشہ ہنستے ہی رہتے تھے، شاید ہی کوئی ان مین ایسا تھا جس کے جسم پر زخمون کے سفید سفید داغ نہ ہوتے ہون، اور بہت کم ایسے تھے جو گھر کی چھت کے نیچے مرتے ہون، اکثر لوگ ہلکی سی زرہ فولاد کی کڑیون کی اور اس پر ایک ڈھیلا ڈھالا جبہ دھاریدار ریشمین کپڑے کا پہنے پھرا کرتے تھے، صحرا کی لڑائیون مین کمال دکھانا اب تک ان کی طبیعت کا سب سے بڑا جوہر تھا،

شکار کھیلنے کا شوق جنون کے درجے کو پہنچا ہوا تھا، لڑائی اور لڑائی کے درمیان جو زمانہ امن کا آتا تھا اس مین بھیڑون اور مویشیون کی گلہ بانی چھوڑ کر ہاتھون پر باز اور شکرے بٹھا خیمون سے باہر نکل پڑتے تھے، شکرے وہ پہاڑی لوگون سے خریدا کرتے تھے، اچھا شکرہ جس کے پاس ہوا وہ درجہ مین بڑا اور زرین پرون کا عقاب جو بارہ سنگھے پر چھوڑا جائے کسی کے پاس نکلا تو اس کا کل خاندان نہایت واجب التعظیم مانا جاتا تھا، بعض لوگ چیتون سے شکار کھیلتے تھے جن کی آنکھون پر پٹی باندھ کر گھوڑے پر سامنے بٹھا لیتے تھے، اور انھین ہرنون پر چھوڑ کر خود تماشا دیکھتے تھے،

لمبی اور بھاری کمان سے تیر چلانے مین کمال رکھتے تھے[۵]، دوہرے پھل کے تیرون سے پرندون کا شکار کرتے اور شیر کے شکار کو پیدل نکل جاتے، جس وقت دسترخوان پر کھانے بیٹھتے تو ایک ہی قاب سے سب جھک جھک کر نوالے اٹھاتے، کتے ان کے پیچھے پاس ہی بیٹھے ہوتے، باز اور شکرے انگلیون پر بیٹھے چیخا کرتے، شکار کا گوشت اور گھوڑے

---

[۵] دیکھو تعلیقہ نمبر ۲،

گوشت ان کی بڑی پسندیدہ غذا تھی، اور عربون کی طرح اونٹ کے پٹھے کا گوشت بھی بڑی رغبت سے کھاتے تھے،

عربون کی شجاعت و مروّت کی تعریف مین زبان خشک رہتی اور انھی ریگستانی خانہ بدوشون کی طرح وہ بھی جب تک گھوڑون پر سوار ہو کر شکار یا لڑائی کو نہ نکلتے دل تنگ و بے قرار رہتے، زیادہ تر اپنا وقت "شاہ ساز" کے دربار مین گذارتے تھے،

برلاس کو بھی اپنے اوپر وہی فخر و ناز تھا جو عام جنگجو قومون کو ہوا کرتا ہے، یہ درحقیقت اہل سیف تھے، ایرانی تاجرون اور زمیندارون مین شادی بیاہ کرنے کو نسل کا غارت کرنا سمجھتے تھے، چونکہ کاروبار بنج بیپار جانتے نہ تھے اس لیے جلد تباہ ہو جانے کی راہین اُنکے لیے کھلی ہوئی تھین،

۲۴ فیاضی و سخاوت مین جس طرح عقل سے دور تھے اسی طرح ان کی سرکشی و جفاکاری بھی عقل کے خلاف تھی، ضیافتون مین مال اور جائداد سب اُڑا دیتے تھے، یا سب رہن رکھدیتے تھے، مہمان نوازی کو وہ سب سے بڑا فرض جانتے تھے، اُن کے گھرون کے صحن مین مسافر بھرے رہتے تھے اور گھر کی بھیڑین ایک ایک کر کے دیگ مین پہنچ جاتی تھین،

شہر سبز کی وادی مین جو لوگ اور آباد تھے ان کی حالت تاتاریون سے بہتر تھی، ایرانی کاشتکار تالابون کی درمیانی زمینون مین اپنے کھیتون کے انتظام مین بہت اطمینان سے مصروف رہتے، سرت لوگ یعنی شہرون کے رہنے والے بازارون مین اپنی اپنی دوکانون مین بیٹھے ہوتے، ایرانی امرا قمار بازی کرتے یا عیش باغ بناتے، کوئی دین کی باتون مین وقت صرف کرتا، کوئی قاریون کو بلا کر قرآن سنتا، یہ دستار پوش بزرگ بڑے

پابند شرع ہوتے، لیکن سر پر خود رکھنے والے ابتک چنگیز خانی قوانین کے پابند تھے،

قبیلہ برلاس کی حالت اس وجہ سے اور بھی خراب تھی کہ اس وقت کوئی ان کا سردار نہ تھا، طراغائی کچھ زمانہ ہوا کہ ان کی سرداری کرتا تھا، یہ بہت نرم دل مگر خود دار شخص تھا، اپنے زمانہ کے مشائخ کی پند ونصیحت سے ایک خانقاہ مین گوشہ نشینی اختیار کرکے یاد الٰہی مین مصروف ہوگیا تھا، یہی طراغائی تیمور کا باپ تھا، شہر سبز سے باہر مٹی کا قصر سپید جس مین طراغائی رہا کرتا تھا. اب خالی پڑا تھا،

طراغائی نے ایک دن اپنے فرزند سے کہا کہ "دنیا سونے کا ایک برتن ہے جسمین سانپ اور بچھو بھرے ہین مین دنیا سے بیزار ہوچکا ہون"

جس طرح باپ اپنے بیٹون کو نصیحتین کیا کرتے ہین طراغائی بھی تیمور کے سامنے اپنے بزرگون کی ذہانت ولیاقت، شان وعظمت کا ذکر کیا کرتا تھا کہ کس طرح یہ لوگ یہان سے بہت دور شمال مین پہاڑی زمینون کے جو دشت گوبی سے بھی شمال مین واقع ہین مالک تھے، طراغائی کی باتین زمانۂ بت پرستی کی دلچسپ کہانیان ہوتی تھین، گو دنیا سے ہاتھ کھینچ چکا تھا مگر ان باتون کو دہرانے مین ایک خاص لطف اُسے حاصل ہوتا تھا، کبھی اپنے قبیلہ کے فوجی امیرون کا ذکر کرتا کہ کس طرح مویشیون اور لشکرون کو ساتھ لیے گشت کیا کرتے تھے، پہاڑون پر جب برف گرتی تو نیچے اُتر آتے اور جب برف پگھلتی تو پھر پہاڑون پر پہنچ جاتے، کاروان کی سڑکون پر کمین گاہون مین بیٹھ جاتے اور اپنے عَلَم کے سایہ مین جس پر سینگھ بنے تھے چلتے چلتے ملک خطا تک پہنچ جاتے، پورا قبیلہ پانچسو میل کی کوہستانی زمین پر دو دو مہینے تک سیر وشکار مین مصروف رہتا، کبھی سپید رنگ گھوڑون کی قربانی کا ذکر

کرتا جو قبیلے کے سردار کی قبر پر ذبح کئے جاتے تھے، اور پھر کہتا کہ آسمان کے دروازے مین جہان شمال کے ستارے روشن ہوتے ہین یہ گھوڑے داخل ہو جاتے تھے تاکہ ان روحون کی خدمت کرین جو آسمانون سے بھی اوپر کسی طبقہ مین رہتی ہین،

کبھی ملک خطا کی اُن شہزادیون کے نام لیتا جو اپنے ملک سے خانانِ تاتار کے پاس بیاہی آئین، اور جہیز مین حریر و کتان اور عاج کی نقشین چیزین گاڑیون مین بھر کر ساتھ لائین، اور کبھی بتاتا کہ ظفرمند خانانِ تاتار جس پیالہ سے منھ لگا کر گھوڑی کا دودھ پیتے تھے وہ دشمن کے کاسۂ سر کا ہوتا تھا اور اس پر سونا منڈھا ہوتا تھا،

۲۵ طراغائی تیمور سے کہتا کہ "بس، بیٹا یہ حالت اس وقت تک رہی کہ چنگیز خان اپنے مغلون کو لیکر دنیا کی تسخیر کو اٹھا اور تقدیر مین یونہی اترا تھا، اور جب موت کا فرشتہ سرہانے آیا تو چنگیز نے اس عالم کو الوداع کہا، اور دنیا کو چار سلطنتون مین تقسیم کر کے اپنے تینون پس ماندہ فرزندون اور بڑے فرزند کی اولاد مین جو باپ کی زندگی ہی مین مرگیا تھا بانٹ گیا،

چغتائی کو اپنی سلطنت کا وہ ٹکڑا دے گیا جس مین ہم آباد ہین، لیکن چغتائی کی اولاد شراب و شکار مین مصروف ہو کر تباہ ہونی شروع ہوئی، مگر بالکل تباہ نہ ہونے پائی تھی کہ نقل مکان کر کے شمال کے پہاڑون مین چلی گئی اور اب انھی پہاڑون مین خانِ اعظم جو نسل چنگیز کی یادگار ہونے کی وجہ سے "ترا" کہلاتا ہے، عیش و عشرت اور لہو و لعب مین زندگی بسر کر رہا ہے، اور ماوراء النہر کی حکومت اس نے امیر قزغن کو جس کا لقب شاہ ساز ہے سپرد کر دی ہے، آگے کا حال تم جانتے ہی ہو،

طراغائی نے اپنی گفتگو بہت دل گیر ہو کر اس جملے پر ختم کی کہ

"اے نورِ بصر، مین کبھی گوارا نہ کرون گا کہ تم اللہ کے حکمون سے جس کے رسول پاک حضرت محمد مصطفے صلّی اللہ علیہ وسلم ہین کبھی روگردانی کرو، سادات کی عزّت کرو، درویشون سے اپنے حق مین دعاے خیر طلب کرو، دین کے چارون ارکان یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے پابند رہو"

طراغائی نے تیمور[۱] کو اس کے حال پر چھوڑا، لیکن خانقاہ کے لوگون نے اس لڑکے کی طرف توجہ کی اور ایک پیرانہ سال سید نے دیکھ کر کہ یہ معصوم ایک گوشہ مین بیٹھا کلام مجید پڑھتا ہے اس کا نام پوچھا،،

جواب دیا "میرا نام تیمور ہے،،

بڈھے سید نے جھک کر قرآن شریف مین وہ مقام دیکھا جہان تیمور پڑھ رہا تھا اور اس آیت کریمہ کو دیکھکر آواز سے پڑھا، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (تم اللہ کی مدد کرو، تو اللہ تمھاری مدد کریگا اور تمھین ثابت قدم فرمائے گا)

اس آیت کا تیمور نے بیحد خیال کیا، اسے چوگان اور شطرنج کھیلنے کا بہت شوق تھا لیکن اس حکم سے خبردار ہونے کے بعد مدّت تک ان کھیلون سے پرہیز کیا، اور جب راہ مین ایک درویش کو بیٹھے دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور درویش کی خدمت مین حاضر ہو کر دعاے خیر کا متمنی ہوا، تیمور حافظِ قرآن نہ تھا، مگر یہ آیت کریمہ اتنی مرتبہ پڑھی کہ برزبان ہوگئی،

---

[۱] یورپ مین زبانون مین تیمور کو "تمرلین" کہتے اور لکھتے ہین، تمرلین دراصل تیمور لنگ کی خرابی ہے، تیمور کے معنی لوہے کے ہین، جبتک لنگ نہین کرتا تھا نام تیمور رہا، لیکن جب پاؤن مین ایک تیر کے لگنے سے لنگڑا ہوا تو اس کا نام تیمور لنگ مشہور ہوا، ایشیا کے لوگ تیمور کو ہمیشہ امیر تیمور گورگان لکھتے ہین، البتہ جہان اس پر غصہ ظاہر کر کے سخت الفاظ سے یاد کرنا چاہتے ہین تو تیمور لنگ لکھنے لگتے ہین، (مصنف)

۲۶ اس زمانہ مین اس کی عمر سترہ برس کی تھی | مسجد مین اکثر حاضر ہوتا جہان علمار و فقہا کا مجمع رہتا،
لوگ ان کا درس سننے حاضر ہوتے، تیمور سب کے پیچھے جا بیٹھتا، بیان ہوا ہے کہ ایک بزرگ
نے جنکا نام زین الدین تھا تیمور کو اس طرح بیٹھے ہوے دیکھا، لڑکے کو قریب بلایا اور اپنی
ٹوپی اور چادر اور ایک انگوٹھی جس مین فیروزہ جڑا تھا اسے عطا کی، مولٰسنا زین الدّین بڑے
دانشمند تھے، دنیا کی عقل اُن مین بہت تھی، اور قوم کی سرداری کرنی خوب جانتے تھے، تیمور
نے ان کی متوجہ نظر اور بھاری آواز کو ہمیشہ یاد رکھا، اور جو چیزین انھون نے عنایت فرمائی تھین،
وہ بھی اسے ہمیشہ یاد رہین،

اس وقت برلاس کا سردار اگر کوئی تھا تو وہ حاجی برلاس، تیمور کا حقیقی چچا تھا، شہر سبز
مین سکونت کم رکھتا تھا، حج بیت اللہ سے مشرف ہو چکا تھا، تیمور سے اُسے کچھ محبت نہ تھی، حاجی
برلاس آتش مزاج، شکّی اور افسردہ طبیعت کا آدمی تھا، اس کے زمانے مین برلاس کی حالت
اور بھی ردی ہو گئی،

نتیجہ یہ ہوا کہ برلاس کے بہت سے بہادر اور امرا، امیر قزغن "شاہ ساز" کے دربار مین
حاضر ہو گئے، تیمور بھی اپنے والد کے کہنے سے وہین چلا گیا،

تیسرا باب ۲۷

شاہ ساز، سالی سرائے

اس وقت تیمور (ہم ابھی اسے "تمرلین" نہین کہہ سکتے) ایک نوجوان امیرزادہ بیکار و بے روزگار تھا، لیکن تیمور کی بیکاری بھی چستی و با کاری سے کم نہ تھی، قوی الجثہ، توانا و تندرست، چوڑا سینہ لمبے ہاتھ پاؤن تھے، بڑا سر تھا جو گردن پر خوبصورتی سے رکھا تھا، کشادہ پیشانی تھا، آنکھین بڑی تھین، سیاہ پتلیان حلقۂ چشم مین آہستہ آہستہ گردش کرتی تھین، جس کو دیکھتین براہ راست دیکھتین، رخسارون کی ہڈیان دور دور اور ابھری ہوئی تھین، دہن اپنی قوم والون کی طرح چوڑا تھا جو علامت تھی کہ طبیعت ہر چیز سے جلد متأثر ہوتی ہے، کم گو، آواز بھاری اور تیز، تمسخر یا مزاح طبیعت مین مطلق نہ تھا، تمام عمر کسی لطیفے کی داد نہ دی تھی،

تیمور کی ایک اڑتی سی جھلک اس طرح دیکھنے مین آتی ہے کہ ایک وسیع میدان ہے، تیمور اپنے دوستون کے ساتھ ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا سرپٹ ڈالے جا رہا ہے، یکایک راہ مین ایک خشک نالا آتا ہے جو عریض بھی ہے اور عمیق بھی، اتنا دیکھتے ہی راسین کھینچ گھوڑے کو روکنا چاہا، مگر بن نہ پڑا، فوراً کاٹھی پر سنبھل نالا کودنا چاہا، گھوڑے نے

جست کی مگر پورا نالا نہ کود سکا، دوسرے کنارے پر پہنچا تھا کہ پچھلے پاؤن پھسلا، تیمور فوراً
رکابون سے پاؤن نکال اچھل کر دور جا کھڑا ہوا، مگر گھوڑا گرتے ہی بیکار ہو گیا، تیمور نالے
مین سے چکر کاٹتا ہوا باہر نکل دوستون سے جا ملا، اور ایک نئے مرکب پر سوار ہوا،

اب روشنی کم ہونی شروع ہوئی، سوارون نے گھر کا رخ کیا، مگر تاریکی اور بارش کا
زور ایسا بڑھا کہ اس پتھریلے میدان مین سب رستہ بھول گئے، سردی سے برا حال تھا کہ
اتنے مین دو تین کالے کالے ڈھیر سے نظر آئے جو دور سے قبّے دار خیمے معلوم ہوتے تھے
ساتھیون نے کہا کہ "یہ ریت کے ٹیلے ہین" تیمور نے راسین گھوڑے کی گردن پر ڈال اسکی
ایال زور سے پکڑلی، گھوڑا فوراً گردن سیدھی کر کے ہنہنانے لگا، اس کے بعد تیمور اُن ٹیلون
کی طرف بڑھا، کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ایک روشنی نظر آئی اور اب تک جو کالے کالے ڈھیر
بارش مین اچھی طرح نظر نہ آتے تھے وہ سیاہ نمدے کے خیمے نکلے | آگے چلے تو کُتے ۲۸
جھپٹ جھپٹ کر آئے اور خیمے والون نے یہ سمجھ کر کہ لٹیرے آ گئے فوراً ہتیار سنبھالے،

تیمور نے زور سے کہا "خیمے والو گھبراؤ نہین، مین امیر طراغائی کا فرزند ہون"؛
اتنا سنتے ہی ہتیار ایک طرف کو پھینک خیمہ والون نے مہمان نوازی شروع کی،
دیگچیون مین شوربا آگ پر گرم ہونے لگا، خشک سی جگہ دیکھکر مہمانون کے آرام کرنے کے
لیے گدے بچھائے گئے مگر ان مین کھٹمل اتنے تھے کہ تیمور کو نیند نہ آئی، ناچار اٹھکر آگ
کے پاس جا بیٹھا اور آگ تیز کر کے قصے کہانیان سنانے لگا، ڈیرون مین سے میزبان
نکلکر اس کے پاس کہانیان سننے آن بیٹھے اور اسی شغل مین صبح ہو گئی اور بارش کا طوفان
بھی بند ہوا، اس واقعہ کے برسون بعد تیمور نے ان سیاہ خیمے والے خاندانون کو بہت کچھ

انعام واکرام بھیجا،

اسلام کے اس ابتدائی زمانہ مین مہمان نوازی ایک وجوب کے طور پر تسلیم کیگئی تھی، اور اس کا بدل بھی سوائے مہمان نوازی کے اور کسی چیز سے ممکن نہ تھا، تاتاری بڑے بادیہ گرد تھے، اور تیمور کا حال یہ تھا کہ سمرقند سے خراسان تک ہر خیمے اور مکان کے صحن مین اوس کو داخل ہونے کی اجازت ملی ہوئی تھی، معدودے چند دوستون کو ساتھ لیے پہاڑون کے پرخطر راستون مین یا صحرا کے کنارے کنارے پندرہ پندرہ دن مین ایک ایک ہزار میل کا سفر کر لیتا تھا اور سامان سفر مین سوائے ایک تلوار اور ہلکی سی کمان کے اور کچھ نہ ہوتا تھا، منزل گاہون مین جہان قافلے ٹھہرا کرتے تھے گذر ہوتا تو عرب اس سے باتین کرتے اور یہ معلوم کرکے کہ وہ ایک بڑے سردار کا فرزند ہے اس کے آنے کو باعث عزت سمجھتے۔ پہاڑی لوگ جو سونے کے ذرے نکالنے کے لیے دریا کا ریت دھویا کرتے تھے تیمور کو طرح طرح کے حالات اپنے گھوڑون اور غیر قبیلون کی عورتون کے سناتے، راہ مین تاتاری جرگون کے سردارون سے ان کے قلعون مین ملاقات کرکے شطرنج کھیلتا، انھی سردارون نے ایک دن تیمور سے کہا کہ "امیر قزغن نے تمھین سالی سرائے مین طلب کیا ہے"۔

تیمور کو اپنے باپ کی جائداد کا جو کچھ بھی وہ باقی تھی بہت خیال رہتا تھا، بھیڑون کو کئی گلون مین تقسیم کرکے چرواہون کے سپرد کیا، ان کے دودھ مکھن اور ان کا چوتھائی حصہ رکھوالی کی اجرت قرار دی، بکریون، گھوڑون اور اونٹون کی حفاظت کا بندوبست بھی اسی طریقہ سے کیا، ان چیزون کے سوا اور کسی مال یا جائداد کا ذکر پڑھنے مین نہین آیا،

گھوڑون مین جو سب سے تیز رفتار تھے تیمور نے اب انھین اپنے ساتھ لیا، ایک لڑکا بھی
خدمت کے لیے تھا، یہ خانہ زاد تھا، غرض اس سامان کیساتھ تیمور پہاڑون مین سے ہوتا ہوا
جنوب مین دریائے آمو کی طرف چل پڑا، شاید نارمن کی حکومت کے زمانہ مین انگلستان کا کوئی
ہتیار بند نوعمر اسکوائر (شریف) بھی اتنے ہی سامان کیساتھ اپنے بادشاہ کی حضور مین حاضر ہوتا ہو
مگر اتنا فرق ضرور ہوتا ہو گا کہ انگلستان کا شریف زادہ نہ تو پاؤن پر موٹے دانے دار کیمخت
کے موزے چڑھائے ہو گا | اور نہ اس کے سر پر سفید نمدے کی قاقم کی گوٹ لگی اونچی ٹوپی ۲۶
ہو گی اور نہ گلے مین گھوڑے کی کھال کے مداخلون کا نیمہ آستین ہو گا، اور نہ چمڑے کی پیٹی چاندی
اور فیروزون کے بھاری کام کی کمر مین لگی ہو گی، اور تیمور کی طرح وہ کس مپرسی کے عالم مین
بھی نہ ہو گا، کیونکہ اس وقت تیمور کی مان کا انتقال ہو چکا تھا اور باپ ایک مدت سے خانقاہ
نشین تھا عزیز اور اقارب ایسے تھے کہ ہر وقت دشمنی پر کمر باندھے تھے، غرض تیمور وطن سے
نکل ایک آوارہ گرد آفاقی کی طرح ایسے سر بکف لڑنیوالون مین شامل ہو گیا جنکا کوئی بادشاہ
نہ تھا،

امیر قزغن نے ایک دن بہ آواز بلند کہا" دین سے قطع نظر کر کے سب بھائی بھائی ہین"
بہت سی نگاہین تیمور کی طرف تھین، کوئی اس کی شہسواری کا اندازہ کرتا تھا، کوئی یہ
دیکھتا تھا کہ تیغ آزمائی کے معرکون مین جہان ذرا سی چوک مین کام تمام ہوتا تھا، تلوار کیسی چلاتا
ہے، طراغائی قبیلہ برلاس کا امیر تھا اور اسی امیر کا بیٹا تیمور تھا،

لیکن اس وقت سالی سرائے مین دو ہزار تاتاری جنھین بڑے بڑے جنگ آزما قوم
کے امراء اور نوعمر شریف زادے موجود تھے جنگلون مین ڈیرے ڈالے پڑے تھے ان

دو ہزار مین ایک بھی ایسا نہ تھا جو تیمور کو کسی بات کا سبق دے سکے تیمور کسی کے سکھانے بتانے کا محتاج نہ تھا، اسے جو کچھ کرنا ہوتا خود ہی کرتا اور خود ہی سوچتا کہ کیا کرنا ہے،

ایک سوار گھوڑا دوڑائے لشکر گاہ مین آیا اور خبر دی کہ دھاوا کرنے والے سرحد پر آگئے ہین اور دوسرون کے گھوڑے پکڑ کر ہنکائے لیے جاتے ہین، قرغن نے اتنا سنتے ہی تیمور کو طلب کیا اور خاندان برلاس کی اس زندہ نشانی سے کہا کہ ایک جماعت اپنے سے بھی کم عمر بہادرون کی ساتھ لیکر جاؤ اور ان لٹیرون سے گھوڑے واپس لاؤ، تیمور جو قرغن کے دربار مین شامل ہو چکا تھا حکم سنتے ہی اٹھا اور روانہ ہوا، یہ کام امیر نے تیمور کو ایسا بتایا تھا کہ اس کا دل باغ باغ ہو گیا تھا، گھوڑون کی سواری اور لٹیرون کے تعاقب مین صبح سے دوپہر تک آندھی بنکر چلنا، اس سے بہتر تیمور کے لیے اور کیا مشغلہ ہو سکتا تھا،

یہ ڈاکہ ڈالنے والے ایرانی نکلے جو مغرب سے ادھر آئے تھے، انھون نے رستہ چلنے والون کا بہت سا مال لوٹ کر جمع کر رکھا تھا اور مسافرون کے گھوڑے پکڑ کر اس مال کو ان پر لادا تھا، تاتاریون کو دیکھتے ہی یہ لٹیرے دو گروہون مین بٹ گئے، ایک ان گھوڑون کے ساتھ ہوا جنپر مال لدا ہوا تھا اور دوسرا گروہ تیمور کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا، تیمور کے ساتھیون مین سے ایک نے صلاح دی کہ پہلے مال اور سامان والے گروہ پر حملہ کیا جائے،

تیمور نے کہا "نہین۔ جو گروہ لڑنے آرہا ہے اگر اُسے ہم نے مار لیا تو دوسرا گروہ مال چھوڑ کر جان بچانے کو آپ سے آپ بھاگ جائیگا" آخر کار مقابلہ ہوا، اور رہزن اتنے جمے کہ دو دو ہاتھ تلوار کے چل گئے مگر ان ایرانی لٹیرون نے یہ بات پہلے ہی سے سمجھ رکھی تھی کہ تاتاریون سے بازی لیجانا ممکن نہین ہے، غرض وہ جلد پراگندہ ہو کر بھاگے، ۳۰

تیمور نے گھوڑے اور گھوڑون کے ساتھ اور جس قدر مال ان لٹیرون نے جمع کیا تھا وہ سب امیر قزغن کے سامنے لاکر حاضر کر دیا، قزغن نے تیمور کی اس کارکردگی کی تعریف کی اور اس نوجوان برلاس کو اپنی کمان انعام مین دی،

اس واقعہ کے بعد سے امیر قزغن طراغائی کے فرزند کو بہت پسند کرنے لگا اور اس پر لطف وکرم ظاہر کرتا رہا، ایک دن اس نے تیمور سے کہا،

"تم گورگانِ عالی کے خاندان سے ہو لیکن "ترا" یعنی "چنگیز خانی" نہین ہو، تمھاری پیدائش سے بہت پہلے کی بات ہے کہ تمھارے جد قاجولی خان اور چنگیز کے جد قبل خان مین ایک معاہدہ اس مضمون کا ہوا تھا کہ قاجولی خان کی اولاد مین سپہ سالاری اور قبل خان کی اولاد مین خانی رہے، یہ عہدنامہ فولاد کی ایک لوح پر کندہ کر کے خانان چنگیزی کے دفترخانے مین محفوظ کر دیا گیا تھا[۵]، یہ کل واقعہ تمھارے باپ طراغائی نے مجھ سے بیان کیا تھا، اور جو کچھ اس نے بیان کیا تھا وہ سب سچ تھا۔"

اس گفتگو کے بعد امیر قزغن نے کسی قدر تامل کے بعد کہا، "یقیناً میرا طریقہ ایک ہی رہا ہے، یعنی جادۂ رزم وپیکار مین اپنا مرکب ڈال کر جد وجہد سے کبھی منھ نہین پھیرا ہے، پس لوگو! ہمارا ساتھ دو، ہمارا نام بڑا ہے، اور صرف یہی ایک راہ ہے دوسری کوئی راہ نہین"

تیمور بھی اس حال سے واقف تھا، اسے بھی معلوم تھا، کہ چنگیز خان کے فرزند چغتائی خان نے روے زمین کے اس وسیع شمالی قطعے پر حکومت کی تھی اور اس سے جنوب مین افغانون کا ملک اور پہاڑون کا وہ وسیع سلسلہ جو تخت سلیمان کی پشت پر واقع ہے چغتائی

---

۵ تزک تیمور صفحہ ۱۳ - (مترجم)

خانان کی قلمرو مین شامل تھا، لیکن سو برس کے بعد بزرگون کے ان ملکون پر آل چغتائی کی گرفت کمزور ہو گئی، مختلف تاتاری الوس اپنے اپنے صوبون مین خود مختار بن بیٹھے اور خانانِ چغتائیہ اور ہٹ کر شمال کی طرف چلے گئے تاکہ وہان صید و شکار اور مستانہ نوشی مین مصروف رہین، اور اب وہ اس نوبت کو پہنچے ہین کہ شہر سبز کے قریب ملک کو لوٹنے آئے ہین اور حیلہ یہ کیا ہے کہ ایک بغاوت فرو کرنی چاہتے ہین،

انھی خانانِ چغتائیہ مین سے کسی خان نے قزغن کو امیر اور سپہ سالار مقرر کیا تھا[1]، قزغن نے سمرقند کو مستقر حکومت قرار دیا، مگر ان چغتائیون کی ترک و تاز سے وہ ایسا تنگ آیا کہ آخر کار خانِ وقت (غزان خان) سے بغاوت کرنے کی اُسے جرأت ہو گئی[2]، چنانچہ سخت لڑائی ہوئی ۳۱
جو بہت دنون جاری رہی، آخر کار خان مارا گیا، اور قزغن ولایت سمرقند اور قبیلہ برلاس او

[1] قیاس یہ ہے گو بالکل صحیح پتہ نہین چلتا کہ قزغن کو غزان خان نے اپنا سپہ سالار مقرر کیا تھا، ظفرنامہ مین صرف اتنا بیان ہوا ہے کہ غزان خان کے عہد مین قزغن عظمائے امرا مین سے تھا، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۸ - (مترجم)

[2] مصنف نے یہان بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے، تاریخی واقعات یہ ہین کہ چغتائی پسر چنگیز کی نسل مین غزان خان ۷۳۳ھ ہجری مین سریر خانی پر بیٹھا، رعایا پر ظلم کرنے لگا، قزغن نے جو سمرقند مین تھا چند الوسات چغتائیہ کو ملا کر بغاوت کر دی، غزان خان فوج لے کر بغاوت فرو کرنے آیا، ۷۴۶ھ ہجری مین درہ زنگی کے صحرا مین لڑائی ہوئی، قزغن کی آنکھ مین تیر لگا اور اس کو شکست ہو گئی، شکست دینے کے بعد غزان خان قرشی چلا گیا، وہان جاڑا ایسا سخت پڑا کہ اس کی فوج کے بہت سے گھوڑے مر گئے، قزغن کو جب یہ حال معلوم ہوا تو فوجین لیکر قرشی کی طرف بڑھا اور سنہ ۷۴۷ ہجری مین غزان خان سے پھر لڑا، اس مرتبہ غزان خان کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا، اس کے مرنے پر قزغن اس کے ملکون کا مالک ہو گیا، لیکن قاعدہ کے مطابق چنگیز خان کی اولاد سے کسی کا خان مقرر ہونا لازمی تھا، چنانچہ قزغن نے اوگدائی خان پسر چنگیز کی نسل سے ایک شخص کو جسکا نام دانشمند اوغلن تھا خان مقرر کیا، مگر دو برس کے بعد اسے قتل کر کے بیان قلی خان کو سریر خانی پر متمکن کیا، بیان قلی خان دس برس تک تخت خانی پر رہا، (ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۲، ۲۹) مترجم

دیگر الوسات تاتار کے صوبون اور علاقون کا مالک ہوگیا، چنگیز خانی قانون پر عمل کر کے اور سپاہ کے طمینان کے لیے جو پہلے ہی سے متوقع تھی کہ قزغن ان کی سرداری اختیار کرے گا ایک قورلتائی منعقد کی اور چنگیز خان کی اولاد سے ایک شخص کو منتخب کر کے سمرقند کی خانی پر ممتاز کیا، مگر یہ خان قزغن کے ہاتھون کی کٹھ پتلی تھا، اسکی سلامتی اور گذر اوقات کا دارومدار بالکل قزغن پر تھا، یہ خان طبیعت کا نیک مگر معاملات ملکی کی طرف سے بے پروا تھا، غرض اس کاروائی سے قزغن کا لقب "شاہ ساز" ہوگیا،[1]

تیمور کی طرح قزغن بھی کسی اعلیٰ منزلت یا متمول خاندان کا آدمی نہ تھا اور نہ وہ چنگیز خان کی اولاد سے تھا، مگر طبیعت مین جسارت تھی، بڑے بڑے امراء الوسات سے اتحاد پیدا کر لیا تھا، منصف مزاج اور عادل تھا، تاتاریون کے قبیلے جنھین کبھی سکون و قرار نہ تھا اس کی عزت کرنے لگے، قزغن کی آنکھ مین تیر لگا تھا اور ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی تھی، بغاوت مین کامیابی کے بعد وہ صید و شکار کی طرف متوجہ ہوا اور اب کہین ایسی ہی ضرورت پڑتی تھی تو لڑائی کو نکلتا تھا، تاتاری قبیلون پر اسے اعتماد نہ تھا کہ وہ ہمیشہ اس کے معاون رہین گے، تیمور سے البتہ متوقع رہتا تھا کہ برے وقت مین پہلو تہی نہ کریگا،

تیمور کے علاوہ قزغن کے جتنے امراء دربار تھے وہ سب اپنے ہی نفع نقصان کے خیال مین رہتے تھے، جس چنگیز خانی کو سریر خانی پر بٹھایا گیا تھا اُسے خراج ادا کر دیتے تھے اور بظاہر اس کے خیر خواہ بھی تھے، مگر قزغن کی بغاوت کے وقت یہ سب شریک رہے تھے، ان مین بعض امیر ایسے تھے کہ وقت پر دس ہزار سپاہ اپنے عَلم کے نیچے جمع کر سکتے تھے، یہ صرف قزغن کی لیاقت اور فراست تھی کہ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ مین رکھ سکا،

[1] قزغن اس کاروائی کی وجہ سے کہ چنگیز خان کی اولاد سے کبھی کسی کو اور کبھی کسی کو خان بنا کر تخت پر بٹھایا کرتا تھا، شاہ ساز مشہور ہوگیا۔ (مترجم)

امیر قزغن نے دیکھا کہ تاتاری بہادر تیمور کو بہت عزیز رکھتے ہین، قبائل تاتار مین "بہادر" وہ لوگ کہلائے جاتے تھے جو خاص طور پر دلاوری اور شجاعت مین نام پیدا کر چکے تھے، یہ قبیلون کے وہ خونخوار اور دیوہیکل لوگ تھے جو لڑائی پر ایسے خوش ہو کر جاتے تھے جیسے کہین ضیافت کھانے جاتے ہون، تیمور پسر طراغائی کو ان "بہادرون" مین وہ رتبہ حاصل ہو گیا جس کا وہ فی الواقع مستحق تھا، اور تیمور انھی بہادرون کو ساتھ لے کر دوسرون پر دھاوا کرنے جایا کرتا تھا، یہ دلیر اور شجاع امیر قزغن کے حاشیہ نشین تھے، اور اس کے پاس بیٹھکر اُسے اپنی ہمت و مردانگی کے قصے سنایا کرتے تھے،

تیمور کی طبیعت مین ایک قدرتی مادہ اپنی جان کو خطرے مین ڈال کر بے حد خوش ہو نیکا تھا، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ تھا کہ سخت سے سخت خطرے اور اندیشے کی حالت مین بھی وہ بالکل خاموش رہتا تھا اور صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی مشکل مسئلہ پر بجد غور کر رہا ہے، قوم کے "بہادر" تیمور کی طبیعت کو "معرکہ آفرین" کہا کرتے تھے، جسم ایسا قوی اور توانا تھا کہ گھوڑے کی پیٹھ پر بڑی بڑی مسافتین طے کرنی اور راتین جاگ جاگ کر گذار دینی اس کے نزدیک
کوئی بات نہ تھی کار فرمائی اور حکم رانی کے اوصاف موجود تھے، سردار اور ہادی بننے کو بہت ٣٢
پسند کرتا تھا، بدن مین طاقت ایسی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ ہر کام مین اپنے اوپر بے حد بھروسا کرتا تھا، ایک دن امیر قزغن سے درخواست کی کہ قبیلہ برلاس کے لوگ جو ملک مین متفرق ہین ان سب کی سرداری مجھے تفویض فرمائی جائے،

قزغن کو یہ درخواست کچھ پسند نہ آئی مگر جواب نرمی سے دیا کہ "کیون گھبراتے ہو، ایک دن تم ہی برلاس کے سردار ہو جاؤ گے"،

اس کے کچھ عرصہ بعد قزغن کو خیال ہوا کہ تیمور کی شادی کردینی مناسب ہوگی، چنانچہ اوس نے اپنی ایک پوتی سے اس کی شادی کردی جو ایک دوسرے صاحب حکومت اوس سے خاندانی واسطہ رکھتی تھی،

۳۳

چوتھا باب

خاتون آغا

تاریخ مین بیان ہوا ہے کہ تیمور کی عروس حسن مین ماہ نو اور قامت مین سرو بستان تھی، سن اس وقت غالبًا پندرہ برس کا ہوگا کیونکہ ابھی تک باپ کیساتھ شکار مین جانے کی اسے اجازت ملی ہوئی تھی، شادی کے بعد اس کا نام الجائی خاتون آغا (یعنی آقا کی بیوی الجائی) ہوا، اس زمانہ مین تاتاریون کی عورتین بے نقاب رہتی تھین، ابھی تک پردے کی رسم سے واقف نہ تھین، شوہرون کیساتھ گھوڑون پر سوار ہوکر سفر کرتین، لڑائیون مین شریک ہوتین اور زیارات کے لیے جاتین، چونکہ فاتحون کی بیٹیان تھین اسلیے اپنے بزرگون کے مفاخر مین حصہ رکھتی تھین، تازگی اور قوت حیات ان مین وہی موجود تھی جو کھلے میدانون مین زندگی بسر کرنے والون کو حاصل ہوتی ہے، گھر کے مال و اسباب کی نگہداشت بچون کی دادیون نانیون کے سپرد ہوتی تھی اور یہ بڑی بوڑھیان اونٹنیون کا دودھ دوہنے سے لیکر چمڑے کے موزے تک سیا کرتی تھین،

تیمور کے زمانے مین تاتاری عورتون کا مال شوہر کے مال سے جدا ہوتا تھا، اس مال مین شادی کے وقت مان باپ کی دی ہوئی چیزین اور شادی کے بعد شوہر کے دیے ہوئے

تھے شامل ہوتے تھے، امرائے عظام کی بیویان اپنا سازو سامان نوکر چاکر سب علحدہ رکھتی تھین، محلون مین ان کے رہنے کا مقام اور سفر مین ان کے خیمے و خرگاہ جدا ہوتے تھے، یورپ کی بہنون کی طرح تاتاری عورتین کار چوب پر گل دوزی یا کارگاہ پر گلیم بافی یا دیوار پوشون پر گل بوٹے کاڑھنے مین اپنا وقت صرف نہ کرتی تھین بلکہ وہ مردون کیساتھ لڑائیون مین جاتین اور یہان اون کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوتی کہ مبارزون کے بچون کو پرورش کرین، جشن فتح مین بیٹھکر خوش ہوتین لیکن اگر ان کے مردون پر دشمن غالب آجاتا تو فاتح کا مال غنیمت بنجاتین،

شہزادی الجائی سرحد شمال سے جہان اس کا وطن تھا چند اقربا اور غلامون کے ہمراہ
اپنے دادا قزغن کے پاس سمرقند مین آئی، اور یہان پہلی مرتبہ اس نے اُس مرد کی صورت
دیکھی جو اس کا شوہر ہونیوالا تھا، یہ چھریرے جسم کا ٹھوڑی پر داڑھی رکھنے والا نوجوان تیمور ۳۴
تھا جو اپنے بہادرون کیساتھ کسی مہم پر گیا ہوا تھا مگر اب شادی کی غرض سے واپس چلا آیا تھا،

قیافہ شناسون نے الجائی کی صورت دیکھکر کہا تھا "تیری تقدیر تیری جبین پر لکھی ہے اسے بدلنا چاہے گی بھی تو نہ بدل سکیگی"

امیر قزغن اور اس کے اہل دربار کے لیے اس شادی کے معنی سوائے اس کے کچھ نہ تھے کہ بڑی بڑی ضیافتین جلوس اور سامان ہون گے، لیکن قبیلہ جیلیر کی اس بیٹی کے لیے آج کے دن سے اس کے مقدر کی ابتدا ہوتی تھی، قاضی نے عروس کی عدم موجودگی مین نکاح پڑھایا، ایجاب و قبول کے گواہون کے نام لکھ لیے گئے،

عروس نے بھی اس موقع کے لیے تیاریان کین مگر وہ اور قسم کی تھین، عرق گلاب مین نہائی، لمبے لمبے سیاہ بالون مین پہلے روغن سمسم ملا گیا، پھر گرم دودھ سے بال دھوئے گئے، یہان تک

کہ ریشم کے لچھون کی طرح نرم ہوکران مین اور بھی چمک پیدا ہوگئی، پھر ایک سرخ قبا جس پر سنہرے گل بوٹے تھے اسے پہنائی گئی، یہ قبا بغیر آستینون کی تھی، اس پر ایک لمبا جامہ جس کے کنارون پر بہت بھاری روپہلی کام تھا پہنایا گیا، جامے کے لمبے دامن خواصین اٹھائے ہوئے تھین، نازک شانون پر سیاہ زلفون کی ڈھیریان رکھی تھین اور کانون کے پاس سے کاکل نیچے کو گرے ہوئے تھے، پیشانی کو حسین بنانے کے لیے سرپر کلاہ زربفت اور اس کے چندوے سے ریشمین پھولون کے طرّے لٹکے تھے اور انھی طرّون کیساتھ بڑے بڑے پر خوب پھیلے ہوے زلفون پر سایہ کئے تھے،

اس لباس مین الجائی قالینون پر چلتی ہوئی جہان تاتاری بیٹھے تھے ہگئی، ایک لمحے کے لیے سب کی نگاہین اس کی طرف متوجہ ہوئین، اور جب اٹھکر دوسرے رنگ کا لباس پہنکر آگئی تو پھر وہی نگاہین دوسری مرتبہ اس پر پڑین، صاف گندم گون چہرہ چاولون کے میدے اور سفیدے سے بہت گورا بنا ہوا تھا، دونون بھنوون کے اوپر اور بیچ مین ایک سیاہی مائل نیلا خط کسی درخت کے پتون کے عرق سے کھچا ہوا تھا،

مرد، ملکی شرابون مین تیز شرابین ملاکر پیتے تھے کہ نشہ جلد ہو، الجائی ان مردون کی صفون مین سرو قد چہرہ پر سکوت کا عالم مگر خوف کھاتی ہوئی گذری، امیر قزغن نے مٹھیان بھر بھر کر موتی لٹائے، حکم سنتے ہی نقارچیون نے طبل اور طاشے جو گھوڑون کی پیٹھ پر رکھے تھے بجانے شروع کئے، شادی ہو یا لڑائی کوس وطبل ضرور بجائے جاتے تھے،

مولانا زین الدین نے نوشہ اور عروس کے حق مین دعا کی،

اب تحائف تقسیم کرنے کا وقت آیا، عروس کو نہین بلکہ ان تاتاریون کو جو تقریب مین شریک

۳۵ ہوئے تھے، قرغن اٹھا اور تاتاریون کی ایک صف مین گیا، غلام قیمتی خلعت اور پارچے ہاتھون پر
لیے ہوئے ساتھ ساتھ تھے، امیر نے کسی کو تلوار دی، کسی کو کمر بند زرین، قرغن کی طبیعت مین
بخل نہ تھا کیونکہ وہ ایک پرانے تاتاری خاندان کی یادگار تھا، اس کے علاوہ جانتا تھا کہ اس
قسم کی نوازشین کسطرح لوگون کے دلون کو اس کی طرف سے خوش رکھ سکتی ہین، مجمع سے قریب
ہی درختون کی چھاؤن مین جہان دھوپ پتون مین سے چھن چھن کر آتی تھی کچھ داستان گو
آنکھون مین ہلکا سا نشہ دل مین خوش بیٹھے تھے، دوتارے چھیڑ کر ایسے قصّے بتا بتا کر سنانے
لگے جو سننے والون کو پہلے سے یاد تھے، قدردان ان کی آواز کے زیر و بم اور چہرون کی خاص
خاص حرکتون کی داد دیتے تھے، قصّون کا مضمون جتنا کہنے والون کو معلوم تھا اتنا ہی سننے
والون کو بھی معلوم تھا، اگر قصّے کے پئے دار سلسلے مین کہین کوئی جملہ چھوٹ جاتا یا اس کو بدلکر
کہا جاتا تو سننے والے ناک بھون چڑھانے لگتے، داستان گو تھوڑی تھوڑی دیر بعد بڑی بے صبری
سے شراب کے بڑے بڑے گھونٹ پیتے اور آداب محفل کے خیال سے چٹخارے بھی لیتے
جاتے تاکہ میزبانون کو یہ گمان نہ ہو کہ ضیافت کی قدر کرنے مین ان کی طرف سے کچھ کمی ہوئی ہے،
انھی جلسون مین شام ہو گئی، دن چھپنے کو ہوا تو غلام مشعلین لیکر آئے، دریا کے کنارے
دور تک قندیلین روشن کیگئین، سینیون مین کھانے چنکر مہمانون کے سامنے رکھے گیے، بھیڑ کے
بچے سالم بھنے ہوئے اور گھوڑون کے پٹھون کے گرم گرم کباب جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی
اور شہد مین بھیگی ہوئی جَو کی موٹی موٹی روٹیان دیکھکر مہمانون کے منہ مین پانی بھر آیا اور تعریف
کر کے سب نے کھانا شروع کیا،

ایک مرتبہ پھر الجائی مہمانون کی صفون مین سے گذری، مگر اب پھر وہ مہمانون کے سامنے

نہ آئے گی، تیمور ایک عربی گھوڑا سبزہ رنگ بڑا سبک رو اور عمدہ نسل کا باہر سے اندر قالین کے فرش تک لایا، گھوڑے پر ایک نہایت پر تکلف ریشمین پوشش گردن اور پشت کو ڈھکتی ہوئی قدمون تک آئی تھی، تیمور نے الجائی کو اٹھا کر گھوڑے پر سوار کیا اور راسین اپنے ہاتھ مین لئے عروس کو اس کے خوشنما خیمے تک پہنچانے گیا،

یہان مہمانون سے بچتی بچاتی الجائی کی خواصین حاضر ہوئین تاکہ سر کی آرایشی چیزین اور اوپر کا لباس اتارنے مین خاتون کی مدد کرین، ان خواصون کے ساتھ وہ صندوق بھی آئے جو دلہن کے جہیز کے تھے، خواصون نے الجائی کو ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ تمام جسم پر رعشہ ہے، مسکرا کر اس کا اوپر کا لباس اتارنے لگین، اور اب عروس پاؤن مین زرین کفش اور گلے مین بے آستین قبا اور چہرہ پر زلفون کی نقاب مین نظر آئی،

جس وقت نوجوان نوشہ خاموشی سے عروس کے خیمے مین آیا تو خواصون نے اسے سلام کیا، مگر تیمور کی نگاہین اپنی دلہن کے سوا اور کس طرف جا سکتی تھین؟ خواصین دبے پاؤن خیمے سے باہر نکل آئین، تیمور کے چند ہمراہی جو خیمے کے دروازے تک اپنے امیر کی بیوی کو سلام کرنے حاضر ہوئے تھے دروازے کا پردہ گرا کر اپنے اپنے خیمون کو چلے گئے،

٣٦ اس شب کو الجائی اپنے جوان شوہر کے پہلو مین لیٹی دریا کے زور سے بہنے اور لوگون کی آوازین اور طبل و بوق کا شور سنتی رہی،

تیمور کے سرمایہ عمر کی یہ پہلی دولت تھی جو اسے ملی تھی، الجائی خاتون آغاز یادہ زندہ نہ رہی، لیکن جب تک زندہ رہی تیمور کے پہلو مین کوئی دوسری عورت نہ بیٹھ سکی،

اس مین مطلق شبہ نہین کہ بیس برس کی عمر سے پچیس برس کے سن تک تیمور کو اپنی زندگی بہت ہی پر لطف معلوم ہوتی رہی، شہر سبز مین مٹی کا قصر سپید بزرگون کی نشانی اب تک چلا آتا تھا، مگر مدت سے خالی پڑا تھا، اب اس کے ایک حصہ کو درست کرکے الجائی کے لیے ادسے آراستہ کیا، یہ آرائش بھی تیمور نے اپنے مذاق کے مطابق کی تھی، اچھے اچھے قالینون کا فرش کیا، چاندی کے ظروف اور نقشین دیوار پوش سجائے، اور یہ سب چیزین اس نے اپنی شجاعت و سپہ گری سے کبھی حاصل کی تھین گھر کے مویشی اور چراگاہون مین چوپائے چرانے کے حقوق باپ کی طرف سے بیٹے کو پہلے ہی مل چکے تھے،

امیر قزغن نے تیمور کو مینک باشی یعنی ایک ہزار سوارون کا سردار گویا ہمارے زمانے کا ایک پوری رجمنٹ کا کرنیل مقرر کیا، تیمور اپنے ان ہزار سوارون مین بہت خوش رہتا تھا، ان کو خوراک بہت اچھی دیتا، اور جبتک ان مین سے دس پانچ سوار دسترخوان پر اس کے ساتھ نہ ہون کھانا نہ کھاتا، ان ہزار سوارون کے نامون کی فہرست تیمور کی کمر پیٹی مین ہر وقت موجود رہتی تھی، قزغن نے جو لڑنے والے جوانون کو پرکھنا خوب جانتا تھا تیمور اور اس کے ہزار سوارون کو اجازت دی کہ وہ اس کے لشکر مین فوج قراول (آگے والی فوج) کا کام دین

اس زمانے مین جب کبھی تیمور کسی مہم پر جاتا تو ایک دن پہلے سمرقند کی سڑک سے گھوڑے پر سوار لشکر سے آگے بڑھا ہوا چاندنی رات مین ریگ کے سپید سپید ذرون کے غبار مین الجائی سے ملنے چلا آتا، اور آتے ہی بیوی سے فرمائش ہوتی کہ ساتھ کے سردار جو پیچھے آرہے ہین، ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے، الجائی کھانیکا انتظام کرتی اور شہر سبز کے پرفضا باغ مین تیمور ان صحبتون اور ضیافتون کا لطف اٹھاتا، جب الجائی کے ہان بیٹا پیدا ہوا تو

تیمور نے اس کا نام جہانگیر رکھا، اور امیر قزغن کے امرا ے دربار کی بڑی دھوم سے دعوت کی، جس قدر لوگون کو مدعو کیا تھا سب گھوڑون پر سوار دعوت مین شریک ہونے اور تیمور کو مبارکباد دینے آئے مگر تیمور کا چچا حاجی برلاس اور اسکی بیوی کے قبیلے جلیر کا امیر بایزید دعوت مین شریک نہین ہوا،

اس موقع پر جو مہمان جمع ہوئے سب کہتے تھے کہ "تیمور حقیقت مین گورگان اعظم کا فرزند ہے" اور الجائی کے بزرگون کی خدمت مین جو وحشی پہاڑی قبیلے رہتے تھے انھون نے تیمور اور اس کی خاتون کی تعریف مین گیت کہکر گانے شروع کئے،

تیمور کی دلیری وجوانمردی کی بدولت امیر قزغن نے مغربی صحرا اور جنوب کی وادیون مین ۳۷
نئی نئی فتوحات حاصل کین اور ہرات کا بادشاہ (ملک معز الدین حسین) قید ہو کر سالی سرائے مین آیا[۱]، غرض امیر قزغن اس نوجوان برلاس یعنی تیمور کی بیغرض خدمات سے بہت کچھ مستفید ہوا، دونون اپنی قوت بڑھاتے جاتے تھے حتی کہ قزغن کے امراے دربار مین ایک نیا نزاع برپا ہوا، ان امرا نے قزغن سے درخواست کی کہ ہرات کا بادشاہ (ملک معز الدین حسین) جو قید ہو کر آیا ہے اُسے ہلاک کر دیا جائے، اور اس کا تمام مال ومتاع ضبط کر کے ان مین تقسیم کر دیا جائے، لیکن قزغن بادشاہِ ہرات کو قول دیچکا تھا، کہ اسکو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے گا، ملک حسین بڑا متمول تھا اور ان امیرون کا پرانا دشمن بھی تھا، امرا نے جب اس کے قتل پر اصرار کیا تو قزغن نے ان کے ارادے سے ملک حسین کو آگاہ کر دیا، اور ایک دن دریاے آمو کے جنوب مین ہرات کی سڑک پر ملک حسین کو ساتھ لیے شکار کھیل رہا تھا کہ اس کو قید سے آزاد کر دیا[۲]، گو یہ امر صاف نہین ہے

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۳۲-۳۷، [۲] ظفرنامہ صفحہ ۳۸،

مگر ایک مورخ نے لکھا ہے کہ اس موقع پر قزغن نے تیمور کو بادشاہ ہرات کے ساتھ کر دیا تھا کہ اس کو ہرات تک حفاظت سے پہنچا دے،

بہرکیف جب قزغن کا وقت آیا اور وہ مارا گیا تو تیمور اس کے ساتھ نہ تھا، قزغن شکار مین مصروف ابھی تک دریائے آمو کے جنوب مین تھا، ہمراہی معدودے چند تھے اور بخوبی مسلح بھی نہ تھا، کہ دو سرداروں نے جنکو مدت سے عداوت تھی اس پر حملہ کیا اور تیرون کا نشانہ بنا کر اسے ہلاک کر دیا[1]،

تیمور قزغن کے مرنے کی خبر پاتے ہی موقع پر فوراً پہنچ گیا، اور امیر کے جنازے کو دریا پار پہنچانے اور سالی سرائے کے صحرا مین اسے دفن کرنے مین شریک ہوا[2]،

اپنے مال کی حفاظت کا مطلق خیال نہ کیا اور پھر جنوب کی سمت مین روانہ ہو کر آمو دریا مین گھوڑا ڈال اور پار اتر اُن سردارون کے ہمراہ ہو گیا جو امیر کے قاتلون کا پہاڑون مین تعاقب کر رہے تھے، تاتاریون کی قدیم روایات مین ایک روایت یہ بھی ہے کہ "انسان کو اُس آسمان کے نیچے نہ رہنا چاہیے جس کے نیچے اس کے عزیز کا قاتل موجود ہو" جن دو سردارون نے قزغن کو ہلاک کیا تھا وہ بہت دن زندہ نہ رہ سکے،

پہاڑون سے نشیب مین اور نشیب سے بلندیون پر گاؤن گاؤن گھوڑے بدلتے ہوئے تعاقب کرنے والون کے خوف سے قزغن کے قاتل بھاگتے رہے، مگر تاتاری ان کا کھوج لینے اور بھاگنے کے راستے بند کرنے سے کب باز آتے تھے، یہان تک کہ پہاڑون کے بالائی دامنون پر ان قاتلون کو انھون نے جا پکڑا، کچھ دیر تلوارین چمکین اور پھر وہ دونون مرد

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۹، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۳۹،

نظر آئے[۱]، اس کام سے فارغ ہوتے ہی تیمور شہر سبز مین فوراً واپس آیا یہان آکر دیکھا تو معاملات کی کچھ اور ہی صورت تھی،

وسط ایشیا مین جب کوئی فرمانروا مرتا ہے تو اس کا فرزند صرف اسی حالت مین صاحب
۳۸ تخت ہوسکتا ہے کہ باپ نے ایک مستقل اور مستحکم سلطنت چھوڑی ہو اور خود فرزند مین اتنی قابلیت ہو کہ سلطنت پر قبضہ رکھ سکے، ورنہ ہوتا یہ تھا کہ زبردست سردارون کی ایک مجلس منعقد کیجاتی تھی اور یہ مجلس اپنی رائے سے ایک نیا فرمانروا منتخب کرلیتی تھی، یہ صورت بہترین ہوتی تھی، بدترین شکل یہ ہوتی اور اکثر یہی شکل پیش بھی آتی تھی کہ تخت کے لیے ایک عام جنگ برپا ہو کر جو سب مین زبردست ثابت ہوتا وہ سلطنت پر قابض ہو جاتا، ان خود پوش تاتاریون مین ایک مثل مشہور تھی کہ "جو ہاتھ تلوار پکڑنی جانتا ہو وہی عصائے سلطنت کو بھی اپنی گرفت مین رکھ سکتا ہے"

قزغن کے فرزند (عبداللہ) نے کچھ مدت تک اس بات کی کوشش کی کہ باپ کی جگہ سمرقند مین حکومت کرے، لیکن اس خیال کو جلد چھوڑ کر وہ فرار ہو گیا[۲]، حکومت سے جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی، اس پر حاجی برلاس اور قبیلہ جلائر کا امیر (بایزید) دونون سمرقند مین داخل ہوئے اور تاتاریون پر سرداری کرنے کے دعویدار ہو گئے،

اس زمانہ مین قزغن کے اور امراء اپنے اپنے شہرون کو چلے گئے اور اپنے اپنے علم کے نیچے لشکر جمع کرنے لگے جس کی غرض یہ تھی کہ اپنے علاقے کی حفاظت اور دوسرے کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنے کا موقع حاصل رہے، تاتاریون کی یہ بڑی کمزوری تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے

[۱] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۳۹، [۲] ظفر نامہ جلد اول صفحات ۴۰-۴۱،

قبیلے پر غالب آنے کے لیے باہمی جنگ و جدال مین مصروف رہتا تھا، اگر ایک سردار بھی انکو ایسا مل جاتا جو سب کو اپنے تحت مین لاسکتا تو یقیناً کل تاتاری برضا و رغبت ایسے سردار کو اپنا امیر مان لیتے، لیکن قزغن کی اولاد قزغن کی مثل نہ تھی اور حاجی برلاس اور بایزید جلائر ایسے لوگ نہ تھے جو تاتاریون کی مثل ایک بے چین و بے قرار قوم کو اپنے قابو مین لا سکتے،

ادھر یہ آفات برپا تھین ادھر تیمور کے باپ طراغائی نے جس خانقاہ مین وہ عزلت گزین ہوئے تھے وہین انتقال کیا،[1] الوس برلاس کے اکثر لوگ اس زمانہ مین حاجی برلاس کیساتھ سمرقند پہنچ چکے تھے اور تیمور ہزار سے بھی کم سپاہ کیساتھ شہر سبز مین تنہا رہ گیا تھا،

اور اب پھر بلاد شمال کے خان اعظم[2] نے پہاڑون کی پشت سے یہ حالات دیکھے اور وہ فوراً موقع پر ظاہر ہو گیا،

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۶،

[2] تغلق تمور خان،

پانچوان باب

تیمور اور تدبیر امور

خانؔ کے وارد ہوتے ہی تاتاری امرا، خطرے کو سمجھ گئے جوان سب کے لیے یکسان تھا تمام امرا، سوائے بایزید جلائر کے پیچھے ہٹے، بایزید کا مستقر حکومت خجندؔ تھا، شمال والون کیلئے یہ مقام تاتاریون کے ملک مین داخل ہونے کا تھا، اور خجند کا شہر خان کی فوجون کے بالکل راستے مین پڑتا تھا، بایزید جلائر فورًا اپنے الوس مین آیا اور خان کو تحائف پیش کرکے اسکی اطاعت قبول کرلی،

لہ تغلق تمور خان، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳،

ٹہ اس زمانہ مین ماوراء النہر کے مختلف حصون پر مختلف امرا، حکومت کرتے تھے، شہر سبز اور اس کے توابع مدت سے تیمور اور اس کے چچا حاجی برلاس سے متعلق تھے، خجند امیر بایزید جلائر کے تصرف مین تھا، بعض حصے ماوراء النہر کے امیر حسین بن مسلا بن قزغن کے قبضہ مین تھے جو دادا کی جگہ حاصل کرنے کی فکر مین تھا، بلخ مین اوبجائی بوغائی سلدوز حکمران تھا، شبرغان محمد خواجہ اپردی کے سپرد تھا، بدخشان کے پہاڑون مین وہان کے بادشاہ، ختلان اور ارہنگ مین کیخسرو اوبجانیو اپردی اور نواح سمرقند کے علاقہ جات سرپول اور تانکنت مین امیر حطر یسوری حکومت کرتے تھے، ان سب مین آپس مین رات دن لڑائیان رہتی تھین، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۲ اوپر کے کل مقامات کے نام لی اسٹرینج کے جغرافیہ خلافت مشرقی مین (سوائے سرپول ارہنگ اور تانکنت کے) نقشہ نمبر ۸ اور ۹ مین ملین گے، (مترجم)

حاجی برلاس جیسا پہلے ہر بات مین بے باک تھا اب ہر بات مین مذبذب ہو گیا، طراغائی
کی وفات پر سرداری کا دعویٰ کر کے جسمین کسی کو عذر نہ ہوا وہ قبیلہ برلاس کا سردار ہو گیا تھا
اب خان سے لڑنے کے لیے اس نے اپنی فوج کو شہر سبز اور قرشی مین جمع ہونے کا حکم دیا، لیکن
پھر یہ ارادہ بدل دیا اور تیمور کو کہلا بھیجا کہ مین اپنی قوم اور مویشیون کے ساتھ جنوب مین ہرات
کی طرف جانا چاہتا ہون،

تیمور کو منظور نہ ہوا کہ شہر سبز کو بالکل لاوارث چھوڑ کر خود بھی وہان سے چلا جائے بالخصوص ایسی
حالت مین کہ فوجکشون کا راستہ اسی طرف سے تھا، تیمور نے چچا کو جواب دیا کہ "آپ کا جہان جی چاہے
جائین بندہ تو خان کی خدمت مین حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہے"[1]

تیمور کو معلوم تھا کہ بلاد شمال کا یہ خان جو مغول جتہ یعنی سرحد والے مغلون کا امیر ہے سمرقند
کے شاداب علاقے پر اپنے سابقہ حقوق کو سرسبز کرنے کا حیلہ کر کے واقعی اُسے لوٹنے آیا ہے، بہر کیف
تیمور نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو گا ان لٹیرون کو شہر سبز مین داخل نہ ہونے دیگا، اپنی بیوی
الجائی اور چھوٹے بچے کو اپنے نسبتی بھائی کے پاس روانہ کیا جو اس زمانہ مین کوہستان کابل سے
شمال کی طرف کوچ کر چکا تھا، تیمور اگر چاہتا تو خود بھی اپنے اہل وعیال کیساتھ جا کر اس خطرے سے
محفوظ ہو جاتا، لڑنے والے اس کے ساتھ ہزار سے بھی کم تھے ایسی حالت مین جتہ مغلون کی بارہ
ہزار فوج کے مقابلے مین آنا سخت نادانی کی بات ہوتی، اس کا باپ طراغائی اور قزغن اُسے
تاکید کر چکے تھے کہ خان کی اطاعت کبھی قبول نہ کرنا کیونکہ گمان یہ ہے کہ تاتاری امراء کو قتل
کر کے یہ خان اپنے سردارون کو ان کی جگہ مقرر کر دے گا، مگر تیمور نے اس نصیحت کو نہ مانا،

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۶، ۴۷،

۴۰ اُسے خیال ہوا کہ خان بہرکیف اس کا بادشاہ ہے جو اس کے بزرگون پر بھی حکومت کرچکا ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تیمور کے کرنے کی کوئی بات اس وقت نہ تھی، بقول مورخ اس کا قبیلہ[1] ایک عقاب بے پر کی مثل ہو رہا تھا، شہر سبز مین تردد اور خوف پھیلا ہوا تھا، کچھ دنون سے لوگ اپنے اہل وعیال اور اچھے اچھے گھوڑون کو لیے سمرقند کی سڑک سے شہر سبز کو بھاگے چلے آتے تھے، ایسے لوگ بھی جو اپنے مال واسباب کے قریب رہ کر اس کی نگہبانی کا مصمم ارادہ کرچکے تھے، تیمور کو خاموش اور بے پروا دیکھکر اس کے پاس آئے اور اطاعت قبول کرکے اُسے اپنی حفاظت کا ذمہ دار بنانا چاہا،

مگر تیمور کا قول تھا کہ محض ضرورت کے وقت کے دوست دوست نہین ہوا کرتے "!

ان لوگون کی بات اس نے نہین مانی، سمجھ گیا کہ اگر مختلف قبیلے رنگ برنگ کے لوگ اس کیساتھ ہوئے تو خان کو اور بھی اس پر حملہ کرنے کی وجہ مل جائے گی،

مقابلہ کی تیاریون کی جگہ تیمور نے دوسری قسم کی تیاریان شروع کین، سب سے پہلے باپ کا جنازہ شہر سبز کے اُس گورستان مین دفن کیا جہان بڑے بڑے خدارسیدہ بزرگ آسودہ تھے، اس کے بعد اپنے مرشد مولانا زین الدین ابوبکر کی خدمت مین حاضر ہوا، اُن سے تمام شب گفتگو رہی، نہین معلوم کہ وہ کیا گفتگو تھی، لیکن اتنا دریافت ہوتا ہے کہ تیمور نے اپنا تمام قیمتی سامان، تیز رفتار گھوڑے، چاندی کے نقشین زین اور کل زر وجواہر جو کچھ رکھتا تھا سب سمیٹا، مولانا

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۶، اسی سال یعنی ۷۶۱ ہجری ۱۳۵۹ء مین تیمور کے باپ طرا غائی کا انتقال ہوگیا تھا، باپ کی جگہ اس کا چچا حاجی برلاس سردار ہوا، مگر اب تغلق تمور خان کی فوج کشی سے وہ خراسان چلا گیا، شہر سبز کی حالت خراب تھی، اسی پر مورخ نے شعر کہے ہین،

پدر رفتہ وعم گریزان شدہ ... زبیگانہ کشور پریشان شدہ
مخالف مسلط اُلس در خطر ... کشادہ عقاب بلا بال وپر

(مترجم)

زین الدین نے خانقاہ کے روپیہ مین سے بھی شاید کچھ دیا ہو کیونکہ شمال کا خان اہل شریعت اور بزرگان اسلام کا موروثی دشمن تھا،

دفعتہً مغلون کا ایک گروہ آن پہنچا، ان کے قراول ٹٹوؤن پر سوار سمرقند کی سڑک سے آتے ہوئے نظر آئے، لمبے لمبے برچھے جنکے پھل چمکتے تھے ان کے کندھون پر تھے، بارکش جانور جس قدر ساتھ تھے ان پر لوٹ کا مال خوب لدا ہوا تھا، قراولون کے بعد سوارون کے دستے گیہون کی تیار فصلون کو روندتے اور ہری بھری کھیتیون مین اپنے گھوڑے چراتے ہوئے آئے، مغلون کے قراول کا سردار قصر سپید کی طرف بڑھا، تیمور فوراً ملاقات کو باہر نکلا، سردار اس نوجوان تاتاری کو دیکھکر جس کے چہرے پر پریشانی مطلق نہ تھی اور اس کی زبان سے سنکر کہ وہ سردار کو مہمان کرنا چاہتا ہے سخت متعجب ہوا،

تیمور نے سردار کی ضیافت بڑے اہتمام سے کی، مویشی اور بھیڑین خوب دل کھول کر مہمانون کی دعوت کے لیے ذبح کرائین، مغل سردار اپنے نوجوان میزبان کا مال دیکھتا اور منھ مین پانی بھر لاتا، چونکہ مہمان تھا اس لیے میزبان کا گھر لوٹنے کا حکم اپنے ہمراہیون کو نہ دیسکا، مگر اس کے بجائے نہایت قیمتی تحائف طلب کیے. تیمور نے بڑی بیش بہا چیزین نذر کر کے سردار کی طمع کو سیر کیا،

۱۳۶۱ اب تیمور نے اپنا ارادہ | خان کے دربار مین حاضر ہونے کا ظاہر کیا، اور اپنے ہمراہیون کو درباری لباس پہنا کر اور جس قدر مال و متاع یکجا کیا تھا اُسے ساتھ لے کر سمرقند کی طرف روانہ ہوا، سمرقند کے قریب جتہ مغلون کے دو[۲] سردار اُسے اور ملے جو خان کی فوج قراول کے ہمراہ تھے[۱]

[۱] تینون سردارون کے نام جنکو تغلق تمور نے ماوراء النہر کی فتح کے لیے آگے بھیجا تھا ان مین ایک جانی بیگ ارکنت

یہ دونون شخص گستاخ اور طامع تھے، مگر تیمور نے ان کو بھی اتنا مال دیا جوان کی توقع سے زیادہ تھا، بہت ہوا،

سمرقند سے کچھ دور آگے تیمور کو ایک لشکر ملا اور یہ تغلق تمور کا اردو معلے تھا،

ایک طرف ہزارہا گھوڑے تھے، دوسری طرف صدہا قطارین رسیون مین بندھے ہوے اونٹون کی تھین، بیچ مین سپید نمدون کے خیمے تھے اور ان چیزون سے سارا میدان پٹا پڑا تھا، ہر بیرق اور پرچم مین گھوڑے کی دم کی صورت کے طرے ہوا سے ہلتے تھے اور بھیڑون کی خشک مینگنیون کے ذرّے بھی ہوا مین گرد کیساتھ شامل تھے، لشکر کے سردار اور امرا عجیب وحشیانہ شان مین تھے، چینی ریشم کے گل بوٹون کا لباس پہنے تھے، اونچی ایڑی کے موزون پر کار چوب کا کام اور چوبی کاٹھیان نرم سے نرم کیمخت سے منڈھی ہوئی تھین، لمبے برچھے اور خانہ بدوشون کی کمان ان کے مخصوص ہتیار تھے، اور یہ ہتیار جب مغلون کے ہاتھ مین ہوتے تھے تو قیامت برپا کر واتے تھے،

تغلق تمور خان اپنے علم کے نیچے سپید نمدے کے فرش پر بیٹھا تھا، چوڑے چکلے چہرے کا پورا مغل، رخسارون کی ہڈیان ابھری ہوئی اور ان مین معمول سے زیادہ فصل، آنکھین چھوٹی چھوٹی، حلقون مین جلد جلد گردش کرتی ہوئی، کلّے اور ٹھڈی پر چھدری چھدری ڈاڑھی، یہ تو حلیہ تھا، مزاج اور طبیعت کی کیفیت یہ تھی، کہ شدّت سے شکی اور بدظن، غارتگری مین عظیم الشان لٹیرا اور لڑنے مین خدا کا قہر، لڑتا تو بس نہ کرتا، داہین باہین جتہ مغلون کے سردار نصف حلقے کی شکل مین بیٹھے تھے، تیمور ان کے قریب آکر گھوڑے سے اترا، آگے بڑھا تو دیکھا کہ اپنے ہی باپ دادا کی ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) دوسرا ایلچک تیسرا تغلق تمور کریت تھا، زیادہ حالات کے لیے دیکھو تزوک تیمور صفحات ۱۱ ۔ ۱۴ ۔ نیز ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۳۷،

شبیہ سامنے ہے، فوراً بڑے ادب سے کرناش (کورنش) جو بادشاہون کو سلام کرنے کا طریقہ تھا بجالایا، اور عرض کیا،

"اے میرے باپ اور اے میرے خان، اس لشکر اور اردو کے مالک، مین تیمور ہون قوم برلاس کا سردار اور شہر سبز کا حاکم"

خان اس نووارد کی جسارت اور بیباکی پر چونک پڑا، تیمور فولادی کڑیون کی زرہ جسمین چاندی کا کام تھا پہنے تھا، اس زرہ پر نظر گئی تو خان کو اور بھی حیرت ہوئی، یہ تیمور کی تعلّی تھی کہ قبیلہ برلاس کا اپنے کو سردار بتا دیا، کیونکہ یہ قبیلہ اس وقت حاجی برلاس کے تحت مین تھا اور اس وقت اسی کے ساتھ (خراسان کی طرف) بھاگا ہوا تھا،

لیکن یہ موقع اپنی تعریف و تقریب مین کمی کرنے کا نہ تھا، اس کے علاوہ خان کے حضور مین تیمور نے جو تحائف پیش کئے تھے وہ نہایت قیمتی تھے اور اتنے تھے کہ ان بادیہ گرد خانہ بدوشون پر بھی ظاہر ہو گیا کہ اب تیمور نے اپنے لیے کچھ نہین رکھا ہے، غرض تغلق تمور خان تیمور کو پسند کرنے لگا،

تیمور نے بہ ادب عرض کیا" قبلہ من! اگر میرے پاس کچھ اور ہوتا تو وہ بھی پیش کرتا، ۴۲
لیکن واقعہ یہ ہے کہ تین کتے جنکا شمار حضور کے امرائے ذی وقار مین ہے میرے زر و مال سے اپنی حرص کی اشتہا سیر کر چکے ہین"

یہ شکایت وقت پر سوجھ جانے کی بات تھی، تغلق تمور اتنا سنتے ہی سوچنے لگا کہ خدا جانے اس طرح کتنی دولت اب تک ہاتھ سے نکل چکی ہوگی، فوراً ان تینون سردارون کی طرف قاصد اس حکم سے دوڑائے کہ تیمور سے جو مال حاصل کیا گیا ہے اسے واپس کیا جائے، یہ سچ ہے کہ حکم

یہ بیان کر دیا گیا تھا کہ کل مال حاجی برلاس کو واپس کیا جانا چاہیے اس مین یہ سوچا تھا کہ حاجی برلاس کے پاس پہلے سب مال جمع ہو جائے تو پھر کل مال بعد کو اس سے لے لیا جائے، تیمور کی حالت یہ تھی کہ اُس سے طلب کر کے کچھ زیادہ حاصل کرنا اب ممکن نہ تھا،

خان نے تیمور سے کہا "کتے وہ ضرور ہین، لیکن میرے کتے ہین، اور واللہ ان کی آرزو حرص سے ایسی تکلیف پہنچی ہے جیسے آنکھ مین بال پڑ گیا ہو یا جسم مین پھانس چبھ گئی ہو"

اگر میچاولی[۱] کو ان کوہستانی لوگون کا حال معلوم ہوتا تو ایک دوسری کتاب لکھنی بھی وہ ضروری اور مناسب سمجھتا، دھوکا دینا ان لوگون مین ایک ہنر تھا، اور سازش کرنا فنون لطیفہ مین شامل تھا، یہ ایک جنگ آور اور رزم آزما قوم کے لوگ تھے، لڑتے لڑتے اب ان کا دل ایسا بھر گیا تھا کہ جب تک بالکل مجبور نہ ہوتے ہتیار نہ اٹھاتے، تغلق تمور خان کے لشکر مین تیمور نے جن لوگون کو اپنا دوست بنایا وہ تعداد مین کم تھے،

جتہ مغلون نے کہا "اس وقت والیان سمرقند اس طرح پراگندہ ہوئے ہین جیسے شکرے کو دیکھ کر بٹیرین تتر بتر ہو جاتی ہین ان مین سے صرف ایک تیمور یہان موجود ہے، وہ عاقل و ہوشیار ہے، مناسب ہے کہ اس سے مصالحت کر کے اس ملک پر اسی کے ذریعہ سے حکومت کی جائے،

مگر اس وقت مغلون نے یہ کچھ بھی نہین کیا، کیونکہ صورت اور ہی پیش آئی، تینون مغل سردارون کو جن کی شکایت تیمور نے کی تھی جس وقت شبہ گذرا کہ تغلق تمور بطور سزا کے اُن کا مال

---

[۱] میچاولی اٹلی کا مشہور سیاسی مصنف تھا جس نے بادشاہون کے لیے کہ وہ رعایا پر حکومت کر سکین بڑے بڑے مکائد اپنی تصنیف مین لکھے ہین، (مترجم)

واسباب ضبط کرے گا تو انھون نے آپس مین مشورہ کیا اور فوراً اپنے اپنے علاقون کی طرف راستے مین تاخت وتاراج کرتے ہوئے روانہ ہو گئے، شمالی سرحد پر پہنچکر فوجین جمع کرنی شروع کین اور تغلق تمور کی عدم موجودگی مین وہان نزاعات کا بازار گرم کرنا چاہا، خان نے جب یہ حال دیکھا تو تیمور سے جو بڑا صاحب تدبیر تھا مشورہ کیا کہ ایسی حالت مین کیا کرنا چاہیے،

تیمور نے بہت غور کے بعد خان سے بہ اصرار عرض کیا کہ "حضور اپنے ملک کو واپس چلے جائین، واپس جانے مین ایک ضرر ہے اور یہان قیام کرنے مین دو ضرر ہین ایک سامنے ہے اور دوسرا عقب مین[۱]"

یہ صلاح سنکر تغلق تمور خان اپنے ملک کو واپس چلا گیا تاکہ وہان کے باغیون کو سزا دے، روانگی سے پہلے اس نے تیمور کو تومان باشی کا منصب عطا فرمایا، یعنی دس ہزار سوارون کا سردار مقرر کیا اور ایک تحریری فرمان اور مہر عنایت فرمائی[۲]، یہ مراتب و درجات وہی تھے جو تیمور کے آباؤ اجداد کو مغلون کی پرانی حکومت مین حاصل تھے،

تیمور نے شہر سبز کی وادی اور اس کے شہرون کو تباہی سے بچا لیا، اور اب وہ خان کے حکم اور فرمان سے اپنے الوس کا سردار ہو گیا، اور جب تاتاری امراء کو وہ خطرہ پیش نہ رہا جو سب کے ۴۳
لیے ایک عام مصیبت تھا، تو پھر وہ حسب عادت بڑی مستعدی و سرگرمی سے آپس مین لڑنے لگے، اس کے بعد کے تین سال مین بڑے بڑے انقلاب پیش آتے رہے،

---

[۱] دیکھو تزک تیمور صفحہ ۱۲، صرف اتنا بیان ہی کہ تغلق تمور جس وقت ماوراء النہر مین تھا تو خبر آئی کہ دشت قبچاق کے امرانے مخالفت اختیار کی ہی، تغلق تمور خان نے مضطرب ہو کر تیمور سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے، تیمور نے دشت جتہ یعنی جہان تغلق تمور رہتا تھا جانے کی صلاح دی اور تغلق تمور اسی طرف چلا گیا،

[۲] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۷، "و تومان امیر قراچار و ایالت و ولایت کش با توابع و لواحق بر او مقرر شد"

حاجی برلاس اور بایزید جلائر نے باہمی سازش کر کے تیمور کا قدم بیچ مین سے ہٹانے کے لیے اُسے ہلاک کرنا چاہا، چنانچہ انھون نے اُسے اپنے خیمے مین مدعو کیا، تیمور آیا مگر یہ دیکھتے ہی کہ چند مسلح سپاہی بھی وہان موجود ہین اسے کچھ شبہ گذرا، اور اس حیلے سے کہ ناک سے دفعتًہ خون جاری ہو گیا ہے وہ خیمے کے اندر کے درجون مین سے ہوتا ہوا باہر نکل اپنے ہمراہیون سے جا ملا اور پھر یہ سب فورًا گھوڑون پر سوار ہو وہان سے روانہ ہو گئے، بعد مین بایزید جلائر کو اپنی اس حرکت پر سخت ندامت ہوئی، تیمور سے اس نے اس بارے مین معافی بھی مانگی، لیکن حاجی برلاس بڑا سخت دل تھا، اس نے شہر سبز کی وادی پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر کشی کی،

تیمور کی حالت اس وقت ایسی نہ تھی کہ اپنا علاقہ چچا کے حوالے کر دیتا، خاصکر ایسی صورت مین کہ تغلق تمور کا فرمان اس کی جیب مین موجود تھا اور ہزار ہا سپاہ اس کی مدد کو تیار رہتی- تیمور نے فورًا اپنے ہمراہیون کو یکجا کیا اور اب چچا بھتیجے کے لشکرون مین کچھ مدت کیلئے جنگ ہوتی رہی، مگر حاجی برلاس نے لڑائی چھوڑ دفعتًہ سمرقند کی طرف کوچ کیا، تیمور نے زعم مین آکر چچا کا تعاقب کیا، لیکن دوسرے دن تیمور کے تمام ساتھی تیمور کا ساتھ چھوڑ حاجی برلاس سے جا ملے، حاجی برلاس نے پہلے ہی سے ان کو سمجھا دیا تھا کہ قبیلہ برلاس کا بڑا حصہ اس کے زیر فرمان ہے اس لیے وہ بھی آکر اس سے مل جائین،

تیمور اب واپس ہوا تا کہ اپنی بیوی اُلجائی کے بھائی امیر حسین سے اتحاد قائم کرے، امیر حسین اس وقت پہاڑی قبیلون اور کابل کے افغانون کو لیے اس طرف آگیا تھا، قبائل تاتار مین باہمی جنگ کا سلسلہ بدستور قائم رہا[۱] حتی کہ تغلق تمور خان دوسری مرتبہ ماوراء النہر مین آیا اور

[۱] ایشیاے وسطی کے اندرونی حصون مین یہ لڑائیان ایک بڑا ناقصہ تھین، جو حال اس وقت تھا وہی تقریبًا

اس طرح آیا" جیسے پرندون مین کہین سے تپھر آن گرا ہو"

اس بار تغلق تمور نے زیادہ سخت دل ہو کر لشکر کشی کی، ارادہ کر لیا تھا کہ امراے تاتار کے کل ملکون کو فتح کریگا، بایزید جلائر کو اُس نے جلد قتل کرا دیا، حاجی برلاس پھر اپنے ساتھیون کو لے جنوب کی طرف بھاگا، اس حالت فرار مین کسی مقام پر چورون نے اُسے مار ڈالا، امیر حسین نے ۴۴ ہمت کر کے مغلون کا مقابلہ کیا لیکن بری طرح شکست کھائی اور مجبور ہو کر جان بچانے کے لیے اُسے میدان سے بھاگنا پڑا، تیمور شہر سبز کی مسند حکومت پر مضبوطی سے بیٹھا رہا،

تغلق تمور نے خوب دل بھر کر فتوحات حاصل کین اور اخیر مین اپنے فرزند الیاس کو تمام ممالک تاتار کا حاکم مقرر کیا اور جتہ مغلون مین سے ایک سپہ سالار کو جس کا نام بیک جک تھا الیاس کی مدد پر رکھا تاکہ رعایا مین الیاس کے احکام کی پابندی ہوتی رہے، اسی طرح دو امرا جتہ کی ماتحتی مین تیمور کو سمرقند کا امیر مقرر کیا، یہ درجہ کافی تھا، اور ایک بیدار مغز آدمی اسمین آیندہ دولت اور حکومت حاصل کرنے کا موقع دیکھ سکتا تھا،

تیمور نے شکایت کی کہ شمالی امراے جتہ کا اُسے زیر دست بنایا گیا ہے، لیکن تغلق تمور نے اسے وہ عہد نامہ یاد دلایا جو اس کے اور تیمور کے اجداد مین ہوا تھا، اس عہد نامہ کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ چنگیز خان کی اولاد حکومت کرے اور گورگان کی اولاد اُس کی خدمت کرے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) آجکل ہے، تاتاری امرا کے ملکون کا اندازہ موجودہ جغرافی نقشہ پر اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان مین کابل سے شمال مین افغانستان کے حصہ کو اور ایران کے شمال مشرقی اضلاع کو اور تمام ملک بخارا اور ماوراء النہر کو اور روسی ترکستان کے بہت سے اقطاع کو شامل کر کے دیکھا جائے، کم سے کم ایک لاکھ تاتاری ایسے تھے جو لڑائی کے لیے مسلح تھے، لیکن ان لڑائیون کے حالات لکھنے کیلئے ایک جدا کتاب لکھنے کی ضرورت ہوگی یہان ہمنے صرف تیمور کے حالات اور کارنامون سے بحث رکھی ہے، تاتاریون کی خانہ جنگی مین تیمور سنہ ۱۳۶۰ع / ۷۶۲ھ سے سنہ ۱۳۶۹ع / ۷۷۱ھ تک مصروف رہا، (مصنف)

تغلق تمور نے کہا "بس اسی طرح تمہارے جد قاجولی خان اور میرے جد قبل خان کے درمیان طے پایا تھا"، تیمور بھی سمجھتا تھا کہ اپنے جد کے عہد و پیمان کی پابندی اس پر لازمی ہے[1]، دل مین ناخوش رہا، مگر بہرکیف شہر سبز مین اچھی طرح گذر کرتا رہا،

لیکن سردار جتہ بیک جک نے سمرقند کے علاقے کو لوٹنا شروع کیا، جس قدر لوٹ کا مال لاتا الیاس خواجہ (پسر تغلق تمور) اس سے خوش ہوتا، تیمور کو معلوم ہوا کہ بیک جک نے سادات کی لڑکیون کو اسیر کر لیا ہے، مولانا زین الدین نے نہایت غیظ و غضب کیساتھ مغلون کی ان زیادتیون کی شکایت کی، تیمور نے ایک عرض داشت رہزن مغلون کے بارے مین تغلق تمور کی خدمت مین ارسال کی، مگر اس عرضداشت کا کچھ اثر نہ ہوا، تیمور نے لشکر فراہم کر کے شمال کی طرف مراجعت کی اور بہت سے اسیرون کو بزور شمشیر مغلون کے پنجے سے چھڑا لیا، ان کے دشمنون نے تغلق تمور کو اطلاع دی کہ تیمور نے علم بغاوت بلند کیا ہے، تغلق تمور خان نے تیمور کے قتل کا فرمان صادر کیا[2]،

اسکی خبر تیمور کو ہوئی، بحث و مباحث سے خستہ اور اپنے ملک کی تباہی دیکھتے دیکھتے بیزار ہو کر امور مملکت کو بالاے طاق رکھا اور تیمور گھوڑے پر سوار ہو صحرا کو نکل گیا،

زندگی بسر کرنے کے لیے یہ طریقہ سب سے بہتر ثابت ہوا، تیمور کی مثال بھی اسکاٹ لینڈ کے بروس کی سی ہوئی، بروس بھی قانون سے آزاد ہو کر اور اپنا خون مباح کرا کے زندہ رہنے کو ملکی سازشون مین شریک ہو کر جینے سے بہتر سمجھتا تھا،

[1] دیکھو تزک تیمور صفحہ ۱۴، قبل خان اور قاجولی خان دونون بھائی بھائی تھے، قبل خان سے تیسری پشت مین چنگیز خان تھا اور قاجولی خان سے آٹھوین پشت مین تیمور ہوا، قبل خان کا لقب الخیک یعنی رعایا پرور تھا، دونون بھائیون مین اس بات کا عہد نامہ ہوا تھا کہ قبل خان کی اولاد مین سریر خانی بطناً بعد بطن مسلم رہے، اور قاجولی خان اور اس کی اولاد مین امر لشکر کشی اور امارت رہے، قاجولی خان کی اولاد اسی وجہ سے قراچار یعنی سپہ سالار کہلائی، دیکھو روضۃ الصفا، جلد پنجم صفحہ ۹، نیز حبیب السیر جلد سوم جزو اول صفحہ ۹ سطر ۲۳-۲۴، ۲، ۵ ایضاً صفحہ ۱۰-۱۵ (مترجم)

۴۵

چھٹا باب

تیمور اور بادیہ گردی

مغرب کی طرف صحرا کی زمین سرخ وشورہ زار نباتات نام کو نہین، کوسون تک چلی گئی تھی، پاؤن کے نیچے کی سرخ مٹی جابجا تڑخی ہوئی شگاف اور درزین پڑی ہوئین گویا دھوپ کی تیزی سے پک اٹھی ہے، چلنے والے کے چہرے تک اپنی تمازت پہونچاتی تھی، گرم ہوا کے جھونکے یکایک اٹھتے اور گرد وغبار کے بادل چھاجاتے، اور یہ غبار پرانے بوسیدہ چٹانون کے اوپر اوپر اس طرح پھیلا نظر آتا جیسے صاف مطلع مین سمندر کی لہر کنارے سے ٹکرا کر کف اڑاتی ہو، صرف صبح کے وقت یا شام ہوتے دور کی چیزین صاف نظر آسکتی تھین دن کے باقی اوقات مین نیچے زمین پر گرد اور سر پر آسمان کا چمکتا اور دہکتا تنور قوت بینائی کیلئے موجب مضرت تھا،

لیکن ابھی تک اصلی صحرا نہ آیا تھا، کیونکہ یہان خشک دریاؤن کے گذرگاہ جابجا ملتے تھے جو بھورے رنگ کے اونچے اونچے چٹانون مین سے چکر کاٹتے ہوئے آمو دریا کی طرف نکل گئے تھے، آمو کا پاٹ بہت بڑا تھا، اس کے زرد پانی نے سالی سرائے کو جو اس صحرا سے چار ہزار فیٹ بلندی پر تھا، بہشت کا نمونہ بنا رکھا تھا، دریا کے قریب سبزہ کچھ کچھ نظر آتا

تھا مگر ادنیٰ قسم کا، پھل پھول کچھ نہ ہوتے تھے، دریا کے کنارے نرسلون کے جھنڈ کھڑے تھے یا ناگ پھنی کے درخت کہین ریت مین دبے اور کہین جڑون تک کھلے اونچے اٹھے نظر آتے تھے،

دریا کے علاوہ کنوئین بھی تھے مگر ان کا پانی جانور پی سکتے تھے انسان کے پینے کے قابل نہ تھا، میٹھا پانی جہان ہوتا وہان خانہ بدوش ترکمان اپنے ڈیرے ڈال دیتے، یہ لوگ بھیڑین چرایا کرتے تھے مگر اس تاک مین بھی رہتے تھے کہ اگر کوئی کمزور نہتا قافلہ پاس سے گذرے تو اُسے لوٹ لین، اور ان ترکمانون مین ایسے لوگ بھی تھے جو خون کرکے اس دشت بے آب و گیاہ مین جان بچانے چلے آئے تھے،

اس مٹیلے پتھریلے بیابان سے جس کا نام قزل قم (یعنی ریگستان سرخ) تھا تیمور کا گذر ہوا، اس کی بیوی اُلجائی اس کے ساتھ تھی اور بیس سے کچھ زیادہ ہمراہی تھے جنھون نے آقا کے ساتھ مصائب سفر مین شریک رہنا پسند کیا تھا، کچھ کوتل گھوڑے باربرداری کے، کچھ ہتھیار کسی قدر زر و جواہر بھی ساتھ تھا، مشکیزون مین پانی کافی تھا| سفر تیزی سے کرنے لگے کیونکہ قافلہ مضبوط تھا، رات کے وقت گھوڑون کو پہاڑون کی سوکھی گھاس چرنے چھوڑ دیتے تھے اور انکی حفاظت بھی بخوبی کرلیتے تھے، ایک کنوئین سے دوسرے کنوئین تک سفر کرتے ہوئے چلے آخرکار ایک جگہ[1] اُلجائی کے بھائی امیر حسین سے ملاقات ہوگئی، امیر حسین بھی ماوراء النہر کے اور امراء کی طرح تغلق تمور کے خوف سے بھاگے ہوئے لوگون مین تھا، دبلا، پتلا ہٹیلی طبیعت کا آدمی تھا ہمت و عزم بہت رکھتا تھا مگر طامع بھی بہت تھا، اس وقت صرف کابل مین بادشاہی کرتا تھا، اور اب ۴۶

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۲ - اس مقام کو ایک کنوان لکھا ہے جو شہر خیوہ کے قریب تھا اور چاہ سانج کے نام سے مشہور تھا، (مترجم)

بڑی آرزو یہ تھی کہ جو کچھ ہاتھ سے نکل گیا ہے وہ پھر مل جائے،

امیر حسین دل مین اپنے تئین تیمور سے بڑھکر سمجھتا تھا، عمر بھی اس کی تیمور سے کچھ زیادہ تھی، مگر تیمور کی اعلیٰ حربی قابلیتون کی دل سے قدر کرتا تھا، امیر حسین کی طمع وحرص کو تیمور سمجھ نہ سکتا تھا مگر اس وقت تو ایک ساتھی کے مل جانے سے تیمور بہت ہی خوش ہوا،

الجائی ان دونون مین ایک بڑا واسطہ تھی، یہ امیر قزغن کی پوتی تھی، اور حقیقت مین ایسے دادا کی ایسی ہی پوتی ہونی بھی چاہیئے تھی، مصیبتون پر ہنس ہنس کران کا علاج سوچتی تھی، کبھی تکلیفون کی شکایت نہ کرتی اور اس کی خوش دلی اور بشاشت سے تیمور کا فکر دور ہوتا رہتا،

امیر حسین کیساتھ اس کی بیوی دلشاد آغا بھی تھی جو حسن مین مشہور تھی اور اب ان چارون نے ایک کنوئین کے قریب خیمے نصب کرائے اور جن مصیبتون مین اس وقت مبتلا تھے اُن سے نکلنے کی تدبیرون پر گفتگو کرنے لگے، اس وقت ان کے ہمراہ ساٹھ آدمی تھے جو مضبوط گھوڑون پر سوار تھے، ان سب نے مغرب کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جہان امید تھی کہ کاروانون کے راستے اور بڑے بڑے شہر بحر خوارزم کے کنارے (جسے اب بحر آرال کہتے ہین) ملین گے،

غرض یہ لوگ تیمور کی سرگروہی مین (صحرائے قزلقم مین سے ہوتے ہوئے خیوہ پہنچے، حاکم خیوہ[1] (تکل) نے ان ناخواندہ مہمانون کو پہچان لیا اور ارادہ کیا کہ ان کا مال واسباب ضبط کر کے خود ان کو جتہ مغلون کے ہاتھ فروخت کر ڈالے، تیمور اور اس کے ساتھیون کے لیے خیوہ خطرناک مقام تھا، اس لیے وہ شہر سے نکل کر کھلے میدانون مین سفر کرنے لگے، لیکن حاکم خیوہ اور اس کے

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۲،

کئی سو سوارون نے ان کا تعاقب کیا، تیمور اور اس کے ہمراہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے، اور وہان سے تیمور اور امیر حسین نے باوجودیکہ دشمنون کی تعداد زیادہ تھی ان کا مقابلہ کیا، خیوہ کے سوار پہاڑی کے نیچے تھے، تیمور اور امیر حسین نے اوپر سے نیچے کی طرف ان پر دھاوا کیا، دشمن اس یلغار کی تاب نہ لا سکا،

اور اب فریقین کے سوارون مین سخت معرکہ آرائی ہوئی، گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے مین تاتاری پورے استاد تھے، پہاڑی کی اوپر سے نیچے کی طرف ان کے دھاوے نے اہل خیوہ کے حواس باختہ کر دیئے، چھوٹی ڈھالین بائین بازوون پر کھسکا کر اور اپنی بل کھائی ہوئی کمانون سے فولادی پھل کے وزنی تیر اس قوت سے چلائے کہ دشمن کی زرہ، خود اور چار آئینے
چھلنی کر دیے | دائین اور بائین دونون ہاتھون سے آگے اور پیچھے تیر چلاتے تھے، ۴۷

کھلے منہ کے قربان[1] مین زہ چڑھی ہوئی کمان بالکل تیار کر کے ایک طرف اور کھلا ہوا ترکش دوسری طرف ہوتا تھا، کمان کو لوہا اور سینگھ لگا کر مضبوط کرتے تھے، تیر کے پلّے اور صدمے کے اعتبار سے یہ چھوٹی کمانین انگریزی لمبی کمانون کے برابر ہلاک تھین، اس ہتیار کے ساتھ جب کہ زہ پر چلّی مین تیر ہوتا تاتاری کی بھی وہی کیفیت ہوتی تھی جیسے آجکل کے سوار کی جس کی کمر پیٹی مین تین نشست پہلے کا پستول لگا ہو، ایک ہاتھ سے کمان کو سامنے لانا اور دوسرے سے ترکش سے تیر نکال کر زہ پر لگانا حرکت واحد ہوتی تھی، اور تیر بڑی تیزی سے لگاتار چلاتے تھے، بندوقچی کی طرح انھین بندوق بھرنے کے لیے دم لینے کی ضرورت نہ تھی، اگر آجکل کے ہتیارون سے مقابلہ کیا جائے تو کھلے ترکش کارتوس کی پیٹی کی جگہ اور کہنیون پر فولادی دستانے آجکل کے رسالہ دار کے چرمی دستانون

[1] کمان کا خانہ جو اوپر سے کھلا ہوتا تھا (مترجم)

کی جگہ تھے،

چونکہ چھوٹی ڈھال بازو پر چڑھی ہوتی تھی اور ہاتھ دونون کھلے ہوتے تھے اس لیے چھوٹی کمان سے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے چارون طرف تیر چلانا آسان تھا،

تاتاریون نے اپنے پستہ قد گھوڑون کو خیوہ کے سوارون کی طرف ڈپٹا دیا، اب جہان دشمن زیادہ تعداد مین نظر آتا اس کی صفون مین گھوڑون کو تیز دوڑاتے اور کاٹھیون کے سامنے کے سرون کو پکڑ کر جھکے ہوئے ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف نکل جاتے اور شدت سے شور مچاتے، بارہ بارہ سوارون کا غول ملکر خیوہ والون پر دھاوا کرتا اور ان کو پراگندہ کر کے پھر بہت جلد اپنے غول مین آملتا، صرف ضرورت کے وقت تلوار یا لڑائی کے چھوٹے گرزون سے کام لیتے تھے، تلوار سے خونریزی بھی ان کی ہولناک تھی مگر تیر و کمان ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھا[1]،

گھوڑون کی کاٹھیان جلد جلد خالی ہونے لگین، جانبین کے سردار اور امیر لڑائی کے مرکز سے دور دور رہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مرکز مین پہنچتے ہی لوگ ان کو گھیر کر یقیناً قتل کر دین گے، سوار جنکو گھوڑے کی پیٹھ چھوڑنی پڑی تھی دوسرے گھوڑے کی تلاش مین سرگردان پھرتے،

تاتاریون مین سے ایک شخص جسکا نام ایلچی بہادر تھا بے جگر ہو کر دشمن کے مقابلے مین پیدل ڈٹا رہا، تیمور یہ دیکھکر گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے قریب آیا، اور اسکی کمان کی زہ کاٹ کر کمان اس کے ہاتھ سے چھین لی تاکہ وہ مجبوراً میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام مین چلا جائے[2]،

امیر حسین اس موقع پر خیوہ کے سوارون کی صفین توڑتا ہوا حاکم خیوہ کی طرف چلا، اس کے علمدار کو قتل کر ڈالا مگر خیوہ کے سوارون نے اسے گھیر لیا، امیر حسین دشمنون کے حلقے مین کبھی

---

[1] دیکھو تعلیقہ نمبر ۲ [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۲-۶۳،

ادھر لڑتا کبھی اودھر، تیمور یہ حال دیکھکر اس کی مدد کو چلا، تیمور کو آتے دیکھ کر خیوہ کے سوار اوسکی طرف متوجہ ہوئے، امیر حسین کو موقع مل گیا اور وہ دشمنون مین سے صحیح سلامت باہر نکل آئے، تیمور نے اپنا گھوڑا پیچھے ہٹایا اور داہین بائین تلوار چلا کر اپنے تئین بچانے لگا، اتنے مین اس کے چند سوار قریب آگئے اور خیوہ کی سپاہ پراگندہ ہونی شروع ہوئی، ۴۸

اب تیمور کو موقع ملا، فوراً للکار کر اپنے سوارون کو یلغار کا حکم دیا، امیر حسین کا گھوڑا تیر سے زخمی ہو کر گر گیا تھا اور امیر حسین پیدل ہو گیا تھا، اس کی بیوی دل شاد آغا شوہر کو گھوڑے سے اترا دیکھتے ہی اپنا گھوڑا دوڑا کر قریب آئی اور شوہر کو اُس پر سوار کر کے خود پیادہ ہو گئی[۱]، امیر حسین گھوڑے پر سوار ہو پھر اپنی جماعت مین آملا،

تیمور نے اب تکل حاکم خیوہ کو مارنے کا ارادہ کیا اور اس پر تیر چلایا، تیر تکل کے کلہ پر لگا اور وہ زخم کھاتے ہی زمین پر گرا، تیمور اسکی طرف چلا اور دوڑتے گھوڑے کی پیٹھ سے جھک کر زمین پر سے ایک برچھی اٹھا کر تکل کے جسم مین بھونک دی، اس وار نے اس کا خاتمہ کر دیا، جس وقت خیوہ والون نے دیکھا کہ ان کا سردار مارا گیا تو وہ متفرق ہو گئے، تاتاریون نے ان کا تعاقب کیا اور جب تک سب کے ترکش خالی نہ ہو گئے انھون نے تیر چلانے بند نہ کیے، اب تیمور نے دل شاد آغا کو جو پیدل ہو گئی تھی اپنی بیوی الجائی کے ساتھ ایک ہی گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر ان عورتون اور بقیۃ السیف کو ساتھ لیے پہاڑی کی چوٹی پر واپس آیا،

اب جو دیکھا تو اپنے ساتھیون مین صرف سات آدمی باقی رہ گئے تھے، اور ان مین بھی اکثر کچھ کچھ زخمی تھے، خیوہ والے پہاڑی سے نیچے میدان مین اپنے گھوڑون سے اترے اور

---

[۱] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۳،

کچھ دیر تک آپس مین مشورہ کرتے رہے، سورج چھپنے کو تھا، تیمور نے دشت خوارزم کی طرف نکلجانیکا ارادہ کیا، خیوہ والون نے تعاقب کیا مگر تاریکی نے آگے بڑھنے سے روک دیا،

تیمور نے اپنے ہمراہیون سے ہنسکر کہا، ہم ابھی اپنی منزل تک نہین پہنچے ہین"۔

رات بھر اندھیرے مین ادھر ادھر ٹکرائے پھرے، یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ایک کنوین پر پہنچ گئے، یہان تیمور کے تین ملازم جو بلخ کے رہنے والے تھے اور خیوہ والون کے معرکہ سے بھاگ کر یہان تک پیدل آئے تھے ساتھ ہو گئے، تیمور کے ساتھیون نے کنوئین کا پانی جو میٹھا اور ٹھنڈا تھا پیا اور اس پانی سے انھین ایسی تسکین ہوئی کہ لیٹتے ہی غافل سو گئے، تیمور اور امیر حسین اب تنہا بیٹھکر مشورہ کرنے لگے اور یہ بات قرار پائی کہ اب دونون کو علحدہ ہوکر سفر کرنا چاہیے تاکہ آیندہ ان کی شناخت کا موقع لوگون کو کم مل سکے، غرض یہ مشورہ کرکے یہ دونون بھی سو گئے،

جب دن نکلا تو معلوم ہوا کہ تینون بلخی ملازم سات گھوڑون مین سے تین گھوڑے لے کر چلدیئے ہین[1]، چار گھوڑے جو باقی رہے تھے ان کو تیمور اور امیر حسین نے باہم تقسیم کرلیا، اور دونون نے یہ ارادہ کرکے جدا جدا راستہ اختیار کیا کہ اگر ممکن ہوا تو جنوب کی طرف امیر حسین کے وطن[2] مین پھر باہم ملاقات کرین گے، تیمور نے امیر حسین کو اپنے سامنے ہی رخصت کیا، اس کے بعد اپنا سامان جو کچھ بچا تھا ایک گھوڑے پر رکھا اور دونون گھوڑون مین جو بہتر تھا وہ اپنی بیوی الجائی خاتون آغا کو دیا، تیمور کے ساتھ اب صرف ایک ملازم تھا، الجائی یہ دیکھکر کہ تیمور جو گھر سے کبھی پیدل نہ نکلا تھا آج ریت مین گھسٹتا ہوا پیچھے پیچھے چل رہا ہے، مسکرائی

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۵، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۹، اس مقام کا نام گرم سیر ہیر من لکھا ہی،

اور کہنے لگی۔

"اب اس سے زیادہ اور کیا بد قسمتی ہوگی کہ آج تم پیدل چل رہے ہو۔"

اب کھانے کو ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا، دور سے دیکھا کہ چرواہے بکریان چرا رہے ہین، تیمور ان کی طرف گیا اور دو چار بکریان خریدین، ایک کے فوراً کباب لگا کر خوش ہو کر کھائے باقی کو ذبح کر کے ان کا گوشت گرم پتھرون پر بھون جھلس کر سامان کیساتھ رکھ لیا کہ آیندہ سفر مین کام آئے گا، تیمور نے چرواہون سے پوچھا کہ اس ریگستان سے کہین باہر نکلنے کا بھی کوئی رستہ ہے، چرواہون نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا کہ "یہ رستہ ترکمانون کی یورت تک جاتا ہے"

اب یہ لوگ اسی رستے ہو لیے اور ترکمانون کے گاؤن تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ جھونپڑیان خالی پڑی ہین، تیمور نے ایک جھونپڑی پر قبضہ کیا ہی تھا کہ اور جھونپڑیون سے ایک شور برپا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تیمور اور اس کے ساتھیون کو چور سمجھکر ترکمان اپنے گھرون مین چھپ گئے تھے، تیمور نے الجائی کو ایک جھونپڑی مین بٹھایا اور دروازے سے مع ملازم کے باہر نکل ترکمانون کو ڈرانے کے لیے کمان سے خالی تیر چلانے لگا کیونکہ ترکش مین اب تیر باقی نہ تھے، مگر ترکمان نہ ڈرے اور دوڑ کر ان پر حملہ کرنا چاہا[1]،

تیمور نے کمان زمین پر پھینک دی اور نیام سے تلوار نکال ترکمانون کی طرف چلا جونہی آگے بڑھا ترکمانون کے سردار نے اُسے پہچان لیا[2] کیونکہ یہ سردار شہر سبز مین تیمور سے ملاقات کر چکا تھا، سردار فوراً قریب گیا اور تیمور سے بغلگیر ہو کر کہا،

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ٦٥، [2] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ٦٥، اس سردار کا نام حاجی محمود تھا،

"واللہ، آپ تو ماوراءالنہر کے امیر ہین"

ترکمان بھیڑون کی کھالین سخت بدبودار پہنے تھے، جس وقت تیمور کی نسبت ان کا شبہ رفع ہوا تو وہ قدمون پر گر کر معافی کے طلبگار ہوئے، رات جب ہوئی تو انھون نے ایک بھیڑ ذبح کی، مہمانون اور میزبانون نے ملکر ایک ہی رکابی سے کھایا، ترکمانون کے بچے بھی آنکھین پھاڑے جہانتک ہو سکا آگ کے قریب صورتین دیکھنے اور باتین سننے چلے آئے، اور اب ترکمانون نے اپنا ریگستان چھوڑ کر باقی تمام دنیا کی خبرین معلوم کرنے کے لیے تیمور سے بیسیون سوال کئے، ان سوالون کی وہ کثرت تھی کہ تیمور تمام شب نہ سو سکا، مگر تیمور ان کے لیے نہ صرف باہر کی خبرین معلوم کرنے کا ذریعہ تھا بلکہ اس کا یہان تک آنا بھی ان لوگون کی عزت کا موجب ہوا، اور وہ اس بات سے بہت خوش تھے،

دوسرے دن تیمور نے ترکمانون کے سردار کو ایک گران بہا لعل اور دو خلعت جنمین 50
موتی ٹکے تھے عطا فرمائے[1] سردار نے اس کے بدلے مین اپنے قبیلے کے گھوڑون مین سے تین گھوڑے اور ایک رہبر دیا تاکہ ان کو جنوب کا راستہ بتائے،

بارہ دن کے سفر مین وہ صحرا سے نکل کر خراسان کی سڑک پر آگئے، پہلا گاؤن جو انکو ملا وہ آدمیون سے خالی اور شکستہ حال تھا، پانی کے لیے ایک جگہ کنوان کھودنا پڑا، جب پانی نکل آیا تو گاؤن کے ایک کھنڈر مین قیام کیا تاکہ گھوڑون کو کچھ آرام مل جائے،

اور اب ایک دوسری مصیبت کا سامنا ہوا، قریب ہی ایک قبیلہ رہتا تھا، اس کے لوگون نے تیمور اور اس کے ساتھ والون کو دیکھ لیا، فوراً گھوڑون پر سوار ہو ان کے قریب آئے

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ٦٦،

اور سب کو گرفتار کر کے اپنے سردار کے پاس لے گئے، اس سردار کا نام علی بیگ تھا[1]، علی بیگ نے سوچا کہ تیمور کو گرفتار کر لینے سے خوب روپیہ ملیگا، اس خیال سے اس نے تیمور کا کل مال اور اسباب اپنے قبضے مین کیا اور تیمور اور اس کی بیوی کو ایک گاؤ خانے مین بند کر دیا جس مین کثرت سے کیڑے مکوڑے بھرے تھے،

تیمور کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ الجائی ایسی تکلیف کی جگہ قید ہو، اس نے مقابلہ کرنا چاہا مگر علی بیگ کے سپاہیون نے مجبور کر دیا، غرض باسٹھ دن تک موسم گرما کے اخیر مین جب کہ گرمی کا توڑ تھا تیمور اور اس کی بیوی کو اس قید خانے مین رہنا پڑا، اس کے بعد تیمور نے قسم کھائی کہ کسی شخص کو چاہے وہ خطاوار ہو یا بے خطا قید خانے مین بند نہ کرائیگا،

علی بیگ نے جتہ مغلون سے ان قیدیون کے بارے مین جو معاملہ کرنا چاہا تو اس کا خاتمہ ایک غیر مترقبہ صورت سے اسیرون کی رہائی مین ہوا، علی بیگ کے ایک بھائی نے جو ایران کے شہر طوس کا حاکم تھا جب یہ واقعہ سنا تو تیمور کے لیے بہت سے تحائف اپنے بھائی کے پاس بھیجکر اس کو لکھا کہ شہر سبز کے حاکم اور مغول جتہ کے معاملے مین تمھارا دخل دینا نہایت نادانی کی بات ہوگی،

علی بیگ نے بہت روز کے بعد اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل کر کے اسیرون کو رہا کیا، مگر بری طرح، بھائی نے جو تحائف تیمور کے لیے بھیجے تھے وہ اپنے پاس رکھ لیے اور تیمور اور الجائی کو سفر کرنے کے لیے ایک دُبلا گھوڑا اور مریل اونٹ دیکر رخصت کیا[2]،

لیکن سیاہ زلفون والی الجائی اپنی ان مسلسل مصیبتون پر ہنستی تھی اور کہتی تھی کہ "اے امیر یہ حالت بھی آخری نہین ہے، ابھی منزل تک پہنچنا باقی ہے"۔

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۶-۶۸ [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۸،

۵۱

ساتوان باب

اُسپ لاغر" اور "شتر ناتوان"

خریف کی بارش شروع ہو گئی تھی، امیر حسین سے تیمور نے جس مقام[1] پر ملنے کا وعدہ کیا تھا، وہ آمو دریا کے دوسری طرف جنوب مین صدہا میل کے فاصلے پر واقع تھا، اب تیمور کے دل نے مجبور کیا کہ وہ ایک بڑا چکر کاٹ کر پہلے وطن جائے اور پھر وہان سے چل کر امیر حسین سے ملاقات کرے مگر امیر حسین سے بے سرو سامان ہو کر ملنے کو دل گوارا نہ کرتا تھا، کچھ جمعیت کا ساتھ ہونا ضروری تھا، آمو سے ادھر ہی ایک امیر کے گھر سے جو پرانا دوست تھا پندرہ سوار اور چند کوتل گھوڑے ساتھ چلنے کو مل گئے، اب اتنا ہو گیا کہ الجائی گھوڑون کی گاڑی مین سفر کر سکے، علی بیگ والا دُبلا گھوڑا اور مَرِیل اونٹ یہان فقیرون کی نذر کر دیا گیا،

بیوی کیساتھ شوہر کی توجہ اور محبت کی چند مثالین یہان نظر آتی ہین، اس سفر مین تیمور کچھ سوارون کو ساتھ لے کر الجائی سے آگے بڑھ گیا تھا[2]، اور ارادہ کر لیا تھا کہ سمرقند مین تنہا داخل ہوگا، لیکن جب آمو دریا کے گھاٹ پر پہنچا تو یہان مسلح گروہون کی آمدورفت دیکھی، اتنا دیکھتے

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۶۹، مقام کا نام گرم سیر ہیرمن تھا، غالباً سجستان مین دریائے ہلمند کے قریب قندھار کے اعمال سے کوئی مقام تھا، یہ ملک گرم سیر مین شمار ہوتا تھا (مترجم) [2] تیمور نے اپنی بیوی کو ایک مقام پر جس کا نام بخار زندان تھا ٹھہرا دیا تھا اور خود سمرقند کے ارادے سے تھوڑے سے سوارون کیساتھ چل پڑا تھا (دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۰)

ہی دریاے اسی طرف ہمراہیون کو قیام کا حکم دیا اور وجہ یہ بتائی کہ گرمی زیادہ ہے سفر مین تکلیف ہوگی، چنانچہ دریا سے اسی طرف درختون کی چھاؤن مین ایسی جگہ ٹھہرا جہان سے سڑک اچھی طرح نظر آتی تھی، ایک ہفتے یا اس سے کچھ زیادہ قیام ہوا تھا کہ ایک دن الجائی اور اس کے ہمراہی جو آہستہ سفر کر رہے تھے آن پہنچے،

الجائی شوہر کو دیکھکر تعجب کرنے لگی مگر خوشی کی بھی انتہا نہ تھی، تیمور کو یہ خیال تو پہلے ہی سے تھا کہ بیوی کو حفاظت کی جگہ ٹھہرانا چاہیئے کہ اتنے مین سڑک پر دور سے ایک غبار سا اٹھتا نظر آیا،[۱] فوراً اپنے سوارون کو اور بیوی کے ہمراہیون کو حکم دیا کہ بڑھ کر دریا پار ہو جائین، چنانچہ سوار اور ان کے گھوڑے الجائی کی گاڑی سب دریا مین اتر گئے، گھوڑے دریا کی تیز رو مین تیرتے ہوئے کبھی ریت کے ٹاپوؤن اور کبھی پانی مین سے گذرتے ہوئے آخر کار اس خطرے سے دور ہو گئے[۲]، اور اس طرح تیمور نے الجائی اور ان سوارون کے درمیان جنگی گرد اڑتی سڑک پر نظر آئی تھی ایک دریا کو حائل کر دیا،

تیمور جس وقت سمرقند کے قریب پہنچا تو مضافات شہر مین آیا یہان بیوی کو ایک مکان

---

[۱] ان واقعات کے لیے بھی دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۰،

[۲] ظفرنامہ جلد اول صفحات ۷۰-۷۱،

بہ آب اندر افگند مرکب روان	بتائید حق شاہ صاحبقران
ہمان مرکب مہد عصمت پناہ	در آمد بآب از پے اسپ شاہ
ہمہ بندگان نیز در تاختند	فرس را بہ جیحون در انداختند
چو کشتی ہمی راندند اسپ را	نیروے شاہ مظفر لوا
گذشتند مجموع ازان رود بار	باقبال کیخسروے روزگار

مین پوشیدہ طور پر اتار دیا، ساتھیون کو بھی خبر نہ کی، تن تنہا مغرب کے وقت شہر مین خفیہ طور سے داخل ہوا، اور اڑتالیس دن تک جتہ مغلون کی آنکھون مین خاک ڈال کر جو اسکی تلاش مین سرگردان تھے سمرقند مین ٹھہرا رہا[1]، رات ہوتی تو کاروانسراؤن مین جا بیٹھتا تاکہ مسافرون سے راستون کا حال سنے دوستون کے گھر چھپ کر اس فکر مین پہنچا کہ صلاح و مشورہ کر کے اگر ممکن ہو تو شہر مین جہان کسی کو گمان تک نہ ہو سکتا تھا، اپنا رایت بلند کرے، صحن مسجد سے نمازیون کے ہجوم مین کھڑے ۵۲

ہو کر اکثر بادشاہ جتہ (الیاس پسر تغلق تمور خان) کو دیکھتا کہ اپنے فوجی افسرون کیساتھ گھوڑے پر سوار سامنے سے گذرتا ہے،

تیمور اس وقت بے فائدہ اپنی جان خطرے مین ڈال رہا تھا، کیونکہ یہان اس وقت کوئی بات اس کے اختیار کی نہ تھی، جتہ مغل بڑی مضبوطی سے ملک پر مستولی تھے، حکومت مین وہ سخت تھے، رعایا سے روپیہ وصول کرنے مین بھی ظلم کرتے تھے، مگر پھر بھی یہ شمال کے باشندے ہیبت چنگیز خانی کی زندہ نشانیان تھے، اس کے علاوہ انھین فتوحات بھی حاصل ہو چکی تھین،

سمرقند کے گرد و نواح کے تاتاری شرفا ہمیشہ کسی فوجی سردار و سالار کے تابع رہنے کے خوگر تھے، یہ متعصب مسلمان نہ تھے، البتہ جنگ و پیکار مین تربیت پائے ہوئے تھے، اور سوائے مقابلے و مقاتلے کے کوئی بات ان کے ذہن مین نہ رہا کرتی تھی، کوئی شخص جوان کو لڑنے پر ابھارتا رہے اور انھین اپنے قابو مین بھی رکھے اور فتوحات کا ذائقہ بھی کبھی کبھی چکھاتا رہے پھر وہ اس کے دل و جان سے مطیع ہو جاتے تھے، لیکن یہ زمانہ ایسا تھا کہ جلائر نے امیر جتہ الیاس خواجہ کی اطاعت قبول کر لی تھی، امیر حسین بھاگا ہوا تھا اور کابل کے قصر امارت مین اس کی جگہ

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۷،

جتہ مغلون مین سے ایک شخص سریر خانی پر متمکن ہو چکا تھا۔ پس یہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ تاتاری امرا تیمور کا ساتھ دینے مین کوئی بات مفید دیکھتے،

انھی تاتاری امرا نے تیمور کو خبردار کیا کہ سمرقند مین اسکی موجودگی کا علم جتہ مغلون کو ہو گیا ہے، اب قوم برلاس کے اس امیرزادے کو پھر گھوڑے کی پیٹھ دیکھنی پڑی، اور ایک رات شہر سے خفیہ طور پر نکل کر چلا گیا،

تیمور اس وقت تنہا نہ تھا، سوارون کی ایک قلیل جمعیت اس کے ساتھ ہو گئی تھی، ان مین کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنا سردار نہ رکھتے تھے، کچھ بادیہ گرد تھے، کچھ ایسے تھے جو لڑائی اور لوٹ پر جان دیتے تھے، کچھ وحشی ترکمان اور آوارہ پھرنے والے عرب تھے، یہ لوگ فوج مرتب کرنے کے لیے اچھے نہ ہون مگر سفر مین ساتھ دینے کے لیے بہت خوب تھے،

تیمور ان لوگون کو شہر سبز کے قریب لے گیا اور وہان اپنے قصر کے سپید گنبد سے بھی زیادہ بلند ایک علف زار مین جہان گرمی کے موسم مین چوپائے چرا کرتے تھے مگر آجکل وہان کوئی نہ تھا یہ سب لوگ ڈیرے ڈال کر رہنے لگے، یہ مقام اس قدر بلند تھا کہ جتہ کے گروہ جو تیمور کی تلاش مین پھرتے تھے یہان سے صاف نظر آ سکتے تھے، امراے برلاس جو شہر سبز مین تھے کچھ پتہ پا کر تیمور سے ملنے آئے، ان مین ایلچی بہادر جس کی گمان کی زہ تیمور نے کاٹ دی تھی اور جاکو برلاس تھا جو ہر بات کا کھوج لینے مین عقاب کی طرح ہوشیار تھا، تیمور کے ہمراہی برلاس کے ان امیرون کے سامنے تیمور کی شجاعت اور مردانگی کی داستانین بڑے فخر سے سنانے لگے،

یہ تاتاری سردار امیر قزغن مرحوم کی فوجون کے پرانے جنگ آزما تیمور کے ساتھ بیٹھکر جس کا خون سلطنت نے مباح کر رکھا تھا اکثر بادہ نوشی مین مصروف ہوئے اور کہنے لگے کہ

"جب ملک خدا اتنا وسیع ہے تو شہر کی چار دیواری مین کیون بند ہو کر رہین"۔

تیمور نے کہا "یہ تو سب باتین ہین، کام بتاؤ کیا کرنے ہین؟ کیا تم اب بالکل زاغ وزغن ۵۳

ہو گئے ہو کہ جتہ مغلون کے دسترخوان سے جو ٹکڑا ملے اسی پر قناعت کرو، یا شہباز اور عقاب ہو کہ

شکار پر بڑھو اور پنجہ چلاؤ"

ایلچی بہادر اور جاکو برلاس بولے "ہم زاغ وزغن نہین ہین"

جس وقت الجائی خاتون آغا اندر سے آئی تو برلاس کے ان امیرون نے سرو قد کھڑے

ہو کر اسے سلام کیا، سلام کیون نہ کرتے، کیا یہ وہ خاتون نہ تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ لڑائیون

مین شریک رہی تھی، خریف کے ختم ہونے پر تیمور نے جب اپنا لشکر شہر سبز سے اٹھایا اور جنوب

کی طرف پہاڑون کا رستہ لیا تاکہ حسب وعدہ امیر حسین سے ملاقات کرے تو برلاس کے یہ امراء

(ایلچی بہادر اور جاکو برلاس وغیرہ) تیمور کے ہمرکاب ہو گئے[1]،

اب جو رستہ تیمور نے اختیار کیا وہ کمزور آدمیون کے چلنے کا نہ تھا، یہ پانسو میل تک ایسے

پہاڑی سلسلون مین سے پیچ وخم کھاتا ہوا گیا تھا جس کی سربفلک چوٹیان آسمان کے قلعے اور پشتے

معلوم ہوتے تھے، یہ رستہ بلندیون سے نشیب مین اترتا ہوا اس ملک مین آیا تھا جسے آجکل افغانستان

کہتے ہین، اور افغانستان ایسا ملک ہے جس کے جغرافی نقشے نامکمل ہین اور جس کے متعلق تحقیقات

ابھی تک جزوی طور پر ہوئی ہے، یہ راستہ ایک دریا کے کنارے کنارے اونچا ہوتا گیا تھا، بعض

مقامات پر دریا یخ بستہ سطح کی شکل رکھتا تھا، اور سڑک پر بارانی برف اتنی ہوتی تھی کہ گھٹنون تک

پاؤن دھنستا تھا،

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۷،

ہندوکوہ سے گذرنے مین برف کے وہ وسیع قطعے اور چٹان نظر آئے جو پہاڑون پر سے نیچے کو کھسکتے تھے، مسافران پہاڑون مین اوپر چڑھتے چڑھتے اس سطح مرتفع پر پہنچے جہان برف مین ڈوبی ہوئی ہوائین ہر وقت چلتی تھین، اس ہموار زمین پر تیمور کے قافلے نے اپنے مدور خیمے نصب کیے اور پھر یہان سے اٹھکر دن کو برف کی چمک اور روشنی مین سفر کرتے ہوئے اس وادی مین چلنے لگے جہان تیز ہواؤن نے دریا کے خشک رہ گذر کو اس کی کنکریان تک اڑا کر صاف کر دیا تھا،

گھوڑون کی پوشتین موٹے اونی نمدون کی تھین اور سوار قاقم اور ذئب کے پوستین پہنے تھے، جس وقت ان کا گذر چوبینے کے جنگلون سے ہوا تو انھون نے لکڑیان کاٹ کر ٹھیلے تیار کیے، ان ٹھیلون مین پہیے نہ تھے، برف پر پھسلتے ہوئے چلتے تھے، ان ٹھیلون کو انھون نے سفر مین برابر اپنے ساتھ رکھا، بعض وقت وہ کسی پہاڑی قبیلے کے بلند قلعے کے نیچے سے گذرتے تھے، قلعے کے دربان جو قافلے والون کو نظر نہ آتے تھے، قافلے کے حال زار پر افسوس کرتے تھے اور سر سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر سب کو کتے بھونکتے سنائی دیتے،

کئی مرتبہ افغانون نے ان پر حملہ کیا، مگر افغان یہ نہ سمجھے تھے کہ کس پر حملہ کرتے ہین، نتیجہ یہ ہوا کہ تیمور کے پاس پہلے سے بھی زیادہ سامان اور گھوڑے موجود ہو گئے، اب انھون نے بارہ ہزار فیٹ بلندی والا درہ جس کے دونون طرف ہندوکوہ کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیان نظر آتی ہین عبور کیا، اور وہان سے نشیب کی طرف پہاڑون سے اترتے ہوئے آخر کار وادیِ کابل مین پہنچ گئے،

مگر اس کے معنی یہ نہ تھے کہ سفر ختم ہوا، شہر کے باہر باہر کچھ چلکر کا نکر پھر سفر شروع کیا، کابل کے قرب وجوار کے قریون سے کچھ گھوڑے اور بھیڑین خریدین، پھر کابل سے قندھار والی سڑک پر آ گئے، یہ سڑک صاف تھی کیونکہ یہان برف نہ تھی، آگے بڑھکر وہ اقطاع جنوب کی پست وادیون مین آئے اور دیکھا کہ امیر حسین اسی مقام پر جہان ملاقات کا وعدہ کیا تھا ایک ٥٤ لشکر ساتھ لیے موجود ہے، اس لشکر کے آدمی تیمور کے ہمراہیون کی مثل تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ وہ تعداد مین زیادہ تھے،

جاڑے کے ختم ہونے تک سب نے آرام کیا، اور جب قریب کے پہاڑی سلسلون کے ایک حاکم[ا] نے اپنا سفیر مع تحائف کے ان کے پاس بھیجا تو سب لوگ بہت خوش ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس حاکم کی حکومت مین سیستان کے لوگ اس سے باغی ہو گئے تھے، اس بغاوت کی وجہ سے بہت سے پہاڑی قلعے اس حاکم کے قبضے سے نکل گئے تھے، اپنے آدمی بھیجکر اس نے تیمور اور امیر حسین سے وعدہ کیا کہ اگر باغیون کو اس کے ملک سے نکالنے مین وہ مدد کرینگے تو اس کے معاوضہ مین ان کو بہت انعام دیا جائے[٢] گا، تیمور اور امیر حسین اور ان کے ساتھیون نے مدد دینے کا وعدہ کر لیا، امیر حسین نے اس مین یہ نفع سوچا کہ جنوب کے شہر اپنے قبضے مین آجائین گے اور تیمور اس خیال سے خوش ہوا کہ پھر گھوڑے کی پیٹھ ہوگی، ہم ہون گے اور میدان جنگ ہوگا،

جب راستون کی حالت بہتر ہوئی تو حاکم سیستان کی طرف سے تیمور اور امیر حسین باغیون

[ا] یہ والی سیستان تھا، ایک بغاوت کو فرو کرنے کے لیے اس نے تیمور اور امیر حسین سے مدد مانگی، دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ٢٧،

[٢] مبلغی خطیر از نفایس جواہر و کرایم اموال پیشکرانہ در نظر آورد (ظفر نامہ جلد اول صفحہ ٢٧)

سے لڑنے گئے، اس وقت یہ دونون ایسے سپاہیون کی حیثیت رکھتے تھے جو قسمت آزمائی کے شوق مین ہمیشہ آوارہ گرد رہنے کے لیے پیدا ہوتے ہین، تیمور کو اس آفاقیت مین ایک خاص لطف حاصل ہوتا تھا اب ان دونون نے باغیون سے بہت سے قلعے جنپر انھون نے قبضہ کر رکھا تھا چھین لیے، کسی قلعے پر یک لخت حملہ کیا اور کسی کی دیوارون پر سیڑھیان لگا کر اندر اتر گئے، غرض جس طرح بن پڑا انھین فتح کر لیا،

امیر حسین نے حماقت سے سیستانیون کے گاؤن لوٹنے شروع کئے اور جو قلعے فتح کئے تھے ان مین اپنی فوجین بٹھا دین، تیمور نے امیر حسین کی ان حرکتون کی پروا نہ کی، مگر سیستانی اس پر سخت برہم ہو گئے، باغیون نے جب دیکھا کہ حاکم سے رعایا بھی ناخوش ہو گئی ہے تو انھون نے بغاوت سے اور زیادہ نفع اٹھایا اور حاکم سیستان کو کہلا بھیجا کہ "ہم تمھارے بدخواہ نہین ہین، ذرا غور کرو اگر تاتاریون کو تم نے اپنی جگہ ان قلعون پر مسلط کر دیا تو یہ لوگ تمام ملک پر تصرف کر لین گے،،

نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم سیستان تیمور اور امیر حسین سے بغیر کچھ کہے سنے رات کے وقت تاتاریون کے لشکر سے نکل باغیون کے پاس چلا گیا، دفعۃً بدل جانا پہاڑی قومون کی طبیعت کا خاصہ تھا، یہ بڑے بدگمان لوگ ہوتے تھے اور غیرون کا پورا اعتبار کبھی نہ کرتے تھے، غرض اب سیستانیون نے تیمور پر حملہ کیا، تیمور نے جواب مین ان پر دھاوا کیا اور انھین مار کر پیچھے ہٹا دیا، اس لڑائی مین ایک موقع پر تیمور کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے، سیستانیون نے تیمور کو اپنے تیرون کا نشانہ بنا لیا، ایک تیر اس کے ہاتھ مین لگا جس سے ہڈی پر زخم آیا، دوسرا تیر پاؤن مین لگا، تیمور نے کچھ خیال نہ کیا، صرف تیر ہاتھ اور پاؤن سے کھینچ کر نکالے،

اور انھین توڑ ڈالا لیکن بعد کو یہ زخم بہت خراب ثابت ہوئے اور تیمور انکی وجہ سے مجبور ہو کر اپنے
خیمے مین صاحب فراش ہو گیا،

اہل سیستان کو شکست ہوئی اور اس شکست سے تیمور اور امیر حسین نے بہت سامال حاصل
کیا، اور اس فتح سے بہت سے سوار اور سپاہی بھی ان کے ساتھ ہو گئے جن سے ایک نیا لشکر ۵۵
بن گیا،

امیر حسین نے اب اس نئے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کیا اور تیمور کو (گرم سیر کے)
پہاڑون مین آرام لینے اور زخمون سے صحت پانے کے لیے پیچھے چھوڑا،

تیمور کا لشکر گاہ پہاڑون مین ایک پر فضا مقام پر تھا، الجائی کی سواری بھی وہان جلد
آ گئی، اور اب ایک قلیل مدت کے لیے بیوی کو شوہر پر پورا قبضہ حاصل رہا، یہ قیام گاہ ایسا
نہ تھا جہان سے اب کوئی تیمور کو لڑنے کے لیے بلاتا، ان کے خیمے اور ڈیرے ایک تاکستان
مین نصب تھے، ہوا ہمیشہ ٹھنڈی اور خوشگوار چلتی تھی، گھوڑون کے لیے یہ جگہ جنت تھی، ہری
ہری گھاس موٹی اور رسیلی ہر وقت چرا کرتے تھے، شوال کا مہینہ تھا، چاندنی راتون مین تیمور
اور الجائی کہین پہاڑ پر نرم قالینون پر لیٹے نیچے کی زمینون مین سایے اور روشنی کی بہار
دیکھا کرتے تھے، پورے مہینہ بھر الجائی شوہر کی خدمت مین مصروف رہی، تیمور کے سامنے
اس کا چھوٹا بچہ جہانگیر بیٹھا رہتا تھا،

(حاشیہ صفحہ ۸۰) لہ ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۴۷، ظفر نامہ مین پاؤن کے گھائل ہونے کا ذکر نہین ہے، شاید لکھنا گستاخی
سمجھا ہو، تزک تیمور صفحہ ۲۵ مین تیمور خود لکھتا ہے کہ سگزیون (سیستانیون) ہی سے لڑنے مین ہاتھ اور پانون
دونون مین تیر لگے تھے، (مترجم)

بیوی شوہر کی صحتیابی کے لیے دن گنا کرتی تھی، تیمور قیام گاہ مین خیمون کے سامنے لنگ
کرتا ہوا اسلیے ٹہلا کرتا تھا کہ پاؤن سیدھا پڑنے لگے، تکلیف بہت تھی، مگر عادت کے موافق لنگر
چلتا تھا، الجائی شوہر کی محبت مین کہتی ہی رہی کہ کیون اتنی جلدی کرتے ہو مگر وہ دن آگیا کہ تیمور نے
زرہ اور سواری کا گھوڑا طلب کیا، الجائی خود گئی اور شوہر کی تلوار لاکر اپنے ہاتھ سے اسکی کمر مین
باندھی، بڑی بڑی آنکھین اس رنج والم سے بے حس وحرکت رہین جو ایک جوان بی بی اپنے
خاوند کے سامنے ظاہر کرنا زیبا نہ سمجھتی تھی، صرف فی امان اللہ کہکر خاموش ہو گئی،

۵۶

آٹھوان باب

پل سنگین پر لڑائی

اب شمال کی طرف تیمور کو جانا ضروری ہوا، امیر حسین نے جسے اپنے اوپر بہت بھروسا تھا جتہ مغلون کا لشکر کے سامنے آتے ہی اس سے لڑائی شروع کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی اور جس قدر فوج ساتھ تھی وہ پراگندہ ہوگئی، یہ لڑائی اس نے تیمور کے مشورہ کے خلاف کی تھی، تیمور نے جب سنا تو اُسے بہت غصہ آیا، کیونکہ اس شکست کے معنی یہ تھے کہ سپاہ کے جو لوگ متفرق ہوگئے ہین ان کو پھر جمع کرنے کیلئے پہاڑی قبیلون سے التجا کیجائے، اور ان کے سوا اور لوگ بھی سپاہ مین شامل کرنے کے لیے اُن سے مانگے جائین، تیمور کے ہاتھ کا زخم ابھی تک اچھا نہ ہوا تھا، گھوڑے کی راسین پکڑنا اور ہتیار چلانا دونون کام زخمی ہاتھ سے نہ ہو سکتے تھے، اس فکر و تردد کی حالت مین چند ہمراہیون کیساتھ شکار کھیلنے گیا تاکہ کھانے کے لیے گوشت میسر ہو سکے، اس وقت اس کا خیمہ گاہ دریاے آمو کے بالائی گذرگاہ کے قریب (وادی ارصف مین) تھا[1]، یہان امیر حسین کا انتظار کرتا تھا کہ تیمور کے دوستون کو اس کا پتہ چل گیا، اس واقعہ

---

[1] دریا کے بالائی حصے سے مراد وہ حصہ ہوتا ہے جو منبع سے قریب ہو اور زیرین حصہ وہ ہوتا ہے جو دھانہ سے نزدیک ہو، وادیٔ ارصف کا ٹھیک موقع جغرافیون مین نہین ملتا، غالباً دریاے آمو کے جنوب مین بلخ سے مشرق مین طالقان کے علاقے مین ہوگا (مترجم)

کی تصویر مورخون نے بہت واضح طور پر کھینچی ہے[۱]،

تیمور کا خیمہ و خرگاہ ایک پہاڑی کے دامن مین ندی کے کنارے نصب تھا، امیر حسین کا کئی دن سے انتظار تھا، اب اس انتظار مین یہ حالت ہوئی کہ ایک شب مطلق نیند نہ آئی، رات کا وقت تھا، مطلع بالکل صاف تھا، چاندنی خوب کھلی تھی، اس حالت مین تیمور ندی کے کنارے ٹہلتا ہوا کچھ دور نکل گیا، پاؤن کا زخم کسی طرح اچھا نہ ہوتا تھا، اب یہ عادت ڈالنی چاہی کہ اسی پاؤن پر زور دیکر چلا کرے، مگر یہ بھی نہ تھا کہ زخم کی تکلیف برداشت کرنے کی بالکل عادت ہوگئی ہو، جب خیمہ گاہ مین واپس آیا تو چاندنی ہلکی ہوگئی تھی، افق مشرق سے روشنی کی ایک زرد تحریر نمودار ہوئی، تیمور نے نماز فجر پڑھی[۲]، نماز سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ جس پہاڑی پر اپنا خیمہ تھا اس کے دوسری طرف ایک تیر کے فاصلے پر چند مسلح آدمی گھوڑون پر سوار جا رہے ہین، یہ لوگ بلخ کی طرف سے آتے معلوم ہوتے تھے، بلخ اس وقت جتہ مغلون کے قبضے مین تھا، تیمور فوراً اپنے خیمہ کی طرف گیا، لوگون کو جگایا اور سواری کا گھوڑا مانگا،

تیمور گھوڑے پر سوار ہو ان مسلح آدمیون کا حال معلوم کرنے تنہا چلا، جس وقت ان آدمیون
نے اسے دیکھا تو وہ چلتے چلتے رکے اور تھوڑی دیر تک اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے، ۵۷

تیمور نے پوچھا کہ "تم کون ہو، کہان سے آتے ہو اور کدھر جانے کا قصد ہے"۔

ان مین سے ایک شخص نے جواب دیا کہ "ہم امیر تیمور کے ملازم ہین اور آقا کی تلاش مین یہان تک آئے ہین، ابھی تک وہ ہمین ملے نہین، حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ کھمرد سے وہ اس وادی (ارصف) مین آچکے ہین"۔

۱ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۵، ۷۶، ۲ تزک تیمور صفحہ ۲۷-۲۹،

جواب دینے والے کی آواز تیمور پہچانتا نہ تھا، اور نہ وہ ان مسلح سواروں کی صورتوں کو پہچان سکا، جواب دیا کہ "مین بھی امیر کا نوکر ہون، اگر تم امیر کے پاس جانا چاہتے ہو تو مین تمھین وہان تک پہنچا سکتا ہون" اتنا سنتے ہی ان مین سے ایک سوار علیحدہ ہو کر گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے سردارون کے پاس گیا اور تیمور نے اس سوار کو ان سے یہ کہتے سنا کہ "ہم کو ایک رہبر ملا ہے جو ہمین امیر تک پہنچانے کا وعدہ کرتا ہے"،

تیمور نے اپنا گھوڑا آہستہ قدم آگے بڑھایا یہان تک کہ ان سردارون کے قریب پہنچگیا، اور اب ان کی صورتین دیکھ کر انھین پہچان لیا، یہ قوم برلاس کے تین بڑے سردار تھے اور ان کے ساتھ سوارون کے تین دستے تھے، ان سردارون نے اس عجیب رہبر سے قریب آنے کو کہا، تیمور آگے بڑھا، اب سردارون نے اُسے پہچانا اور پہچانتے ہی گھوڑون سے اتر کر پیادہ ہوئے اور قریب آکر آقا کی رکاب کو بوسہ دیا،

تیمور بھی فوراً گھوڑے سے اتر پڑا، ایک ایک سے بغلگیر ہوا، اور اسی وقت سب کو انعام دیا، ایک کو اپنے سر سے مندیل اتار کر دی دوسرے کو کمر بند جو بہت پر کار اور زربافت تھا اور تیسرے کو اپنا جبہ اتار کر پہنا دیا، اور اب وہ سب پاس پاس بیٹھ گئے، شکار حاضر کیا گیا اور جلد ایک ضیافت کا انتظام ہونے لگا، سرداران برلاس نے تیمور کا نمک کھایا اور حق نمک بھی جلد ادا کیا، سردارون کے ساتھ جو سوار تھے ان مین سے ایک آدمی کو اس حکم سے روانہ کیا کہ مغول جتہ کا حال معلوم کرے کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہین، سوار چلا، آمو دریا کو تیر کر پار کرنا چاہا مگر گھوڑا ڈوب گیا خود ریت کے ایک ٹاپو پر پہنچکر صحیح سلامت دوسرے کنارے پہنچ گیا، اور مغلون کا حال معلوم کر کے واپس آیا، تیمور کو اطلاع دی کہ تیس ہزار جتہ مغلون کا

لشکر شہر سبز (کش) کی طرف سے اِدھر آرہا ہے اور رستے مین تمام ملک کو غارت کرتا چلا آتا ہے،
اس سوار کا گذر شہر سبز کے قریب سے ہوا تھا جو اس کا وطن تھا، مگر وہ اپنے گھر جانے کے لیے ٹھہرا نہین گو اس کا گھر غارت گر مغلون کے راستے مین پڑتا تھا،
جب کسی نے پوچھا تو جواب دیا کہ "جب امیر اپنے گھر مین نہ ہو تو مین اپنے گھر مین کیونکر قدم رکھ سکتا ہون[1]"،

اس خبر نے تیمور کو سخت پریشان کیا اور اُسے مطلق صبر نہ رہا، جتہ مغلون نے یہ دیکھکر کہ ایک لشکر ان کے مقابلے کو میدان مین آگیا ہے حسب عادت ہر طرف ملک کو غارت کرنا ۵۸
شروع کیا، تیمور چاہتا اور سمجھتا تھا کہ جو قومین دریائے آمو کے دوسری طرف رہتی ہین مغلون کی اس حرکت پر سخت طیش مین آجائینگی، اور وہ مغلون کی دشمن اور تیمور کی طرفدار ہو جائینگی، اس وقت تیمور کا لشکر جتہ کے سپہ سالار بیک جک کے لشکر سے تعداد مین چوتھائی تھا، یہ پرانا گرگ باران دیدہ مغل سردار لڑائی مین بڑا ہوشیار و مشاق تھا، اس نے دریا[2] کے شمالی کنارے پر اپنی فوجین اس غرض سے دوڑا دین کہ دریا اترنے کے جس قدر مقامات ہون ان پر قبضہ کرلیا جائے ان گھاٹون سے جہان مغل مقابلہ کے لیے آن موجود ہوئے تھے، فوج کو صحیح سلامت دریا پار اتار دینا ایسا کام تھا جو تیمور جیسے دلاور کے بھی بس کا نہ تھا، مگر تیمور پھر تیمور تھا، موقع پاتے

---

[1] چون مخدوم از خانہ دور است خدمتگار را نشاید کہ بخانہ خود رود، ظفر نامہ جلد اوّل ص ۷۸،

[2] اس دریا سے مراد آمو نہین ہے بلکہ دریائے دخش ہے جس پر پل سنگین تھا، پل سنگین کے نسبت دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مغربی انگریزی صفحات ۴۳۵ - ۴۳۹ ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۸۳ پر بیان ہوا ہے کہ بیکجک کی تین ہزار فوجین سرحالا سے پل سنگین تک بیٹھی تھین، پل سنگین ایک مشہور مقام دریائے دخش پر ہے، مصنف نے یہان تفصیل سے حسب عادت بہت پرہیز کیا ہے پل سنگین سے دریا اتر کر شہر سبز شمال مغرب مین پڑتا تھا، (مترجم)

ہی آخر کار اپنی فوج کو دریا پار پہنچا ہی دیا، جیساکہ آگے معلوم ہوگا،
دریا کے چڑھاؤ کے رخ کنارے کنارے ایک ماہ تک اپنی فوج کو بڑھا کر بیلچک کو مجبور کیا کہ وہ بھی دریا پار اس سمت مین اپنی فوج کو بڑھائے، دریا بیچ مین حائل تھا، ایک کنارے ایک فریق کی فوج اور دوسرے کنارے دوسرے فریق کی فوج چل رہی تھی، دونون فوجین چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچین جہان دریا کا پاٹ تنگ تھا اور گہرائی بھی کم تھی، یہان ایک پل کے قریب جسے پل سنگین کہتے تھے، تیمور نے قیام کیا۱؎ جتہ کی فوجین اس وقت تک ہر اعتبار سے فائدے مین رہی تھین، مگر پل اترکر دوسری طرف جانے کی ہمت نہ تھی کیونکہ ادھر تیمور نے اپنا لشکر ڈال رکھا تھا، اور اب رات کے وقت تیمور نے پانچسو سوارون کو موید ارلات اور امیر موسیٰ کی سرکردگی مین خاص اس پل کی حفاظت کے لیے متعین کردیا، موید ارلات بڑے بھروسے کا آدمی تھا اور امیر موسیٰ امیر حسین کے بہترین سپہ سالارون مین تھا،

ان پانچ سو سوارون کو لشکرگاہ اور پل کی حفاظت کے لیے چھوڑکر باقی فوج کو تیمور اپنے ساتھ لے کر چلا، اور دریا کو اس مقام سے نزدیک ایک جگہ سے عبور کیا جس کے سامنے دوسری طرف مغلون کی فوج پڑی تھی، تیمور مغلون سے راستہ کترا کر سیدھا پہاڑون مین پہنچا جو یہان دریا کے سامنے نصف دائرہ کی شکل مین واقع تھے،

دوسرے دن جتہ مغلون کو فوج کے گذرنے کے نشانات معلوم ہوئے، بیلچک سمجھ گیا کہ تیمور کی فوج کا کوئی حصہ ادھر سے گذرا ہے، مگر بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ پل پر جو لشکر پڑا ہے اس کی تعداد مین کمی نہین ہوئی ہے، اگر بیلچک نے پل پر حملہ کیا تو موید ارلات اور

۱؎ دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۸۴-۸۵،

امیر موسی مقابلہ کر کے پل پر قبضہ نہ ہونے دینگے اور مغلون کے عقب سے تیمور ان پر حملہ کر دیگا، بیک جک بڑا ہوشیار آدمی تھا اس خطرے کو سمجھ گیا، اور دن بھر کسی قسم کی نقل و حرکت اس نے نہین کی، تیمور نے یہ کیا کہ اپنے آدمیون کو پہاڑون مین بھیجا اور حکم دیا کہ دشمن کے لشکر کے تین طرف جہان تک ہو سکے جابجا آگ روشن کر دین[1]،

شمال کے رہنے والے ہوشیار مغلون کے لیے لشکر مخالف مین آگ کا اس طرح جابجا روشن ہونا بہت کچھ معنی رکھتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ صبح ہونے تک مغلون نے بہت جلد وہان سے لشکر اٹھا دیا، تیمور نے فوراً فوج جمع کر کے بیکجک کے کوچ کرتے ہی اسکی فوج پر عقب سے حملہ کر دیا، مغلون کی صفین ٹوٹ گئین اور وہ بھاگے، تیمور نے سختی سے ان کا تعاقب کیا[2]،

امیر حسین اس دریا والی لڑائی مین شریک نہ تھا مگر ایک جمعیت لیکر وہ تیمور سے آملا، ۵۹
اور صلاح و مشورہ دینے کی بجائے حکم دینے کو تیار ہو گیا،

تیمور سے کہنے لگا "شکست کھائی ہوئی فوج کا تعاقب اچھی تدبیر نہین ہے"

تیمور نے جواب دیا "ابھی انھون نے شکست کھائی کہان ہے" تیمور یہ کہتا ہوا دشمن کے تعاقب مین بدستور مصروف رہا، ادھر ادھر کے ایل داوسات جو مغلون کے خوف سے چھپ گئے تھے اب باہر نکل کر تیمور کے پاس آئے، تیمور نے ان کی خاطر کی، سوارون نے خوشی مین گھوڑون کو ایڑین دوڑانا شروع کیا، عورتون نے اپنی لمبی لمبی آستینین ہلائین، اب رات ہو گئی تھی، تیمور سویا نہین کیونکہ اسے ایک نیا لشکر مرتب اور اس کے لیے سردار نامزد کرنے تھے، اور ایک بڑا ضروری کام یہ تھا کہ سپاہ کے مختلف قبیلون اور جرگون مین جو نزاع مدت سے چلی آتی تھی اسے رفع

[1] تزک تیمور صفحہ ۱۴۱ - [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۸۶،

کرے، اور مغلون سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اسے درستی سے تقسیم کرے اور جن کے وارث اس لڑائی مین مارے گئے تھے ان کے اہل و عیال کو گذارہ دے اور زخمیون کی تنخواہین مقرر کرے، رات بھر گھوڑے پر سوار رسالون کے جوانون کو شمال کی طرف بڑھنے کی تدبیرین بتاتا رہا اور انھین ہدایت کی کہ جہان کہین ان کی ضرورت ہو وہان جلد سے جلد پہنچ جائین،

تیمور کا سخت و شدید تعاقب دیکھکر مغلون کی فوجون نے دریائے آمو سے سیر دریا تک جس قدر ملک تھا خالی کر دیا، الیاس خواجہ نے شمال کے میدانون مین اپنی فوجین جمع کین، مگر اسی دن الیاس کے وطن سے جو پہاڑون سے دوسری طرف تھا دو شخص آئے، اور گھوڑون سے اتر کر الیاس خواجہ کے سامنے اس قدر تعظیم سے آداب بجالائے کہ گویا اب وہ خان کا درجہ رکھتا ہے، اور عرض کیا کہ "حضور کے والد تغلق تمور خان اس عالم زندگانی سے رخصت ہو کر عالم جاودانی مین آسودہ ہو گئے ہین" اب لوگون نے الیاس خواجہ کے گھوڑے کی باگین پکڑین اور اسے اس کے خیمے مین واپس لے آئے،

الیاس خواجہ خان اب سوار ہو کر مجبوراً شہر المالیق کو چلا گیا جو ختن جانے والی سڑک پر واقع تھا، اس اثنا مین تیمور کو بیلجک اور مغلون کے دو اور سردارون سے خود تیغ آزمائی کرنی پڑی، کچھ گھوڑے دوڑے کچھ تلوارین چلین غرض تینون مغل سردارون کو تیمور نے گرفتار کر لیا، اور اب یہ نوجوان سور ما ماوراء النہر کا امیر بنکر بہت خوش ہوا، اور حکم دیا کہ اس کے خیمے مین نو گرفتار مغل سردارون کو ضیافت دیجائے، ضیافت کے موقع پر مغل سردارون کی تیمور نے تعریف کی کہ انھون نے اپنے آقا کی خیر خواہی کی اور حق نمک ادا کیا، پھر کسی قدر متحیر ہو کر ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہین،

مغل سردارون نے جواب دیا، "اس کا فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے، اگر تم نے ہمین مار ڈالا تو
ہمارے خون کا بدلہ لینے والے بہت پیدا ہو جائین گے، اور اگر زندہ رہنے دیا تو بہت لوگ تمھاری
وفاداری کا دم بھرنے لگین گے، رہے ہم تو ہمارے لیے جینا مرنا ایک بات ہے، کیونکہ ہمین
تو موت کا انتظار اس وقت سے ہے جب سے ہم نے کمر مین تلوار لگائی اور زرہ پہنی۔"

امیر حسین نے تیمور کو ہوشیار کر کے کہا کہ جب دشمن اپنے قبضے مین ہو تو اُسے زندہ چھوڑنا
٦٠ سخت نادانی ہے، لیکن نوجوان مظفر و منصور تیمور نے ان سردارون کو خود لڑ کر گرفتار کیا تھا
اور ان کو ضیافت دی تھی اس لیے اس نے یہی پسند کیا کہ انھین گھوڑے دیکر رہا کر دے۔

اسی اثنا مین تیمور نے شہر سبز پر پھر قبضہ کیا اور یہ قبضہ ایک خاص ترکیب سے کیا جو اس
نے صحرا کے لوگون سے سیکھی تھی، جس وقت شہر پناہ کے سامنے آیا تو بہت سے سوارون کو
حکم دیا کہ شہر کے باہر باہر چارون طرف خوب گھوڑے دوڑائین، ان مین بعض سوارون کو
ایسا جوش آیا کہ انھون نے درختون سے بڑی بڑی شاخین کاٹین اور ان کو گھسیٹتے ہوئے
گھوڑے دوڑائے، شاخون اور پتون کے اس طرح گھسٹنے سے گرد بہت اڑنے لگی، ہر طرف
غبار کے بادل چھا گئے، مغلون کی فوج جو شہر مین مقیم تھی اس گرد و غبار کو دیکھکر سمجھی کہ اصلی لشکر
کے آنے سے پہلے دشمن کا ہراول آن پہنچا ہے، اس خوف سے کہ اب پورا غارتگر لشکر بھی جلد
آ جائیگا مغلون کی فوج شہر سے نکلکر بھاگی اور اس طرح شہر سبز کو ایک محاصرے کی مصیبتون
سے نجات مل گئی۔[1]

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۸۰، "صاحبقران فرمود کہ چہار قوشون شوند و ہر سوارے دو بند شاخ بسیار برگ از ہر دو
پہلوے اسپ در آویزد تا غبار انگیزد و گرد فراوان برخیزد۔"

تیمور کے مورخون مین سے ایک مورخ لکھتا ہے "امیر تیمور جو لڑائی مین ہمیشہ فتحمند رہتا تھا اس سال اس نے ایک لشکر کو آگ سے شکست دی اور ایک شہر پر گرد سے قبضہ کیا۔[1]

ان بیقرار تاتاریون کے حق مین فتح شکست سے بھی زیادہ موجب آزار ہوتی تھی، تیمور کی جلادت و سخت گیری سے امیر حسین ناراض رہتا تھا، اور اس غصہ مین خود روپیہ اور طرح طرح کی رعائتین حاصل کرنی چاہتا تھا، تیمور رنجیدہ خاطر ہو کر اسکی طرف سے بدظن رہتا تھا، آخر کار ایک روز وہ امیر حسین کو ایک بزرگ[2] کے مزار پر لے گیا اور وہان اس سے قسم لی کہ ہمیشہ دوستی پر ثابت قدم رہیگا، امیر حسین نے مزار پر اس وقت تو قسم کھالی لیکن بعد کو اُسے افسوس ہوا کہ کیون قسم کھائی، حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ مین دونون اپنی اپنی ذمہ داریون اور رقبا کے باہمی نزاعات سے تنگ آ گئے تھے یہانتک کہ دونون بیمار ہو گئے،

مورخ لکھتا ہے کہ ان کے لشکر مین الجائی خاتون آغا آئی اور اس نے دونون کی تیمارداری کی،[3]

---

[1] "زہے عنایت بے نہایت الٰہی در بارۂ آن مشیدار کان پادشاہی گاہ از افروختن اخگرے لشکرے شکستہ پیشود و گاہ از انگیختن غبارے دیارے مسخر می گردد" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۸۷،

[2] وچون بروے اعتماد نداشتم ویرا بہ مزار خواجہ شمس الدین بردہ بر دوستی خود قسم دادم و بمن عہد و قول کرد کہ خلاف دوستی نکند، تزک تیمور صفحہ ۵۴۔ [3] مقابلہ کرو ظفرنامہ کی عبارت سے "وحضرت صاحبقران و امیر حسین را ہر یک محلے کہ بودند اندک مرضے طاری گشت و عنقریب از شفاخانہ و ننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمومنین مبدل گشت و مہد علیا الجائی ترکانی بسعادت و کامرانی از گرمسیر آمدہ، مصراع "بلقیس عہد سوے سلیمان رسید باز" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۹۴،

٦١

نوان باب

جنگ لائی[1]، (مینھ اور کیچڑ والی لڑائی)

الیاس خواجہ خان دگو باپ کے مرنے سے جتہ کے دارالسلطنت المالیق کو چلا گیا تھا مگر ماوراءالنہر مین اس کا واپس آنا لازمی تھا، تیمور بھی آدھی دور اس کے مقابلہ کے لیے بڑھا، اور سیر دریا کے شمال مین جو بڑا میدان تھا[2] وہان پہنچ گیا، یہ وہ زمین تھی جہان تاتاریون کے ملک پر یورشین کرنے سے پہلے مغول جتہ اپنے گھوڑے چرایا کرتے تھے یا ان کو آرام دیکر لڑائی کے لیے تیار کرتے تھے، الیاس خواجہ بلاد شمال کی زبردست سے زبردست فوجون سے ایک لشکر مرتب کرکے یہان لایا تھا، اس لشکر مین قواعد دان اور آزمودہ کار لوگ ایشیا کے بہترین مرکبون پر سوار لائق سردارون کی سرکردگی مین بہتر سے بہتر ہتیار لگائے موجود تھے، چرم پوش سوارون کے گنجان دستون پر ان کے سینگھون والے پھریرے اور پرچم اڑ رہے تھے۔

---

[1] جنگ لائی کے حالات ظفرنامے کی جلد اول مین صفحہ ۹۹ سے شروع ہوتے ہین، یہ لڑائی ۷۶۶ھ مین ماہ رمضان کے شروع مین ہوئی تھی دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۷،

[2] اس میدان کا نام قبی متن لکھا ہے اور یہ غالباً آب بادام کے شمالی کنارے پر تھا ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۲، آب بادام کے موقع کے لیے دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحہ ۴۸۲۔

مغلون کی تعداد تاتاریون سے زیادہ تھی، تیمور مغلون سے خوب واقف تھا، جاسوس بھی دوڑا رکھے تھے کہ ان کے لشکر کا حال معلوم ہوتا رہے، اس اثنا مین امیر حسین پہاڑی قبیلون کو ساتھ لیے موقع پر پہنچ گیا[۱]،

اب تاتاری اپنی پوری قوت وطاقت کو مجتمع کرکے میدان جنگ مین اترے، ان مین قوم برلاس اور صحرا کے اسپ سوار امراے جلائر، مشہور ومعروف قوم سلدوز کی افواج سوارہ اور امیر حسین کی سپاہ تھی جسمین غور کے قبیلے اور افغانی رضاکار موجود تھے، یہ دور سے لڑائی کی بو سونگھ کر یہان تک پہنچے تھے، سر پر خود پہننے والے اور تاتاری یہ اور سب اپنے اپنے عَلَم کے سایہ مین جمع ہوگئے،

تاتاریون کی سپاہ تقریباً کل گھوڑون پر سوار تھی، صرف نوکر اور نیزہ بازون کے دستے یا چرواہے لشکرگاہ کی حفاظت پر جس کے چارون طرف خندقین کھدی تھین پیادہ تھے، یورپ کے لوگ اس تصور مین رہتے ہین کہ ایشیا کے فوجی سوار ہمیشہ ہلکے ہتیار لگائے ہوتے ہین، مگر واقعہ یہ نہین ہے،

کل سپاہ زرہ پوش تھی، زرہ ایران کی ساختہ فولاد کی باریک کڑیون کی تھی، سر پر نوکدار خود تھے، جنمین جھلم ناک یا ٹھوڑی سے لٹکا ہوا گردن کی حفاظت کرتا تھا، دوہری زرہ یا فولاد کی تختیون سے سینے اور شانے ڈھکے ہوئے تھے، گھوڑون کی پوشش بھی زرہ کی ہوتی تھی اور گھوڑون کے سرون پر لوہے کی ٹوپیان چڑھی ہوئی تھین،

تاتاریون کا عام ہتیار تیر وکمان تھا، ہر ایک کے پاس ایک ایک یا دو دو کمانین ہوتی تھین، ان پر سینگھ چڑھا کر یا لوہے کے تارون سے انھین جگہ جگہ باندھکر مضبوط کیا گیا تھا، کمر مین شمشیر

[۱] امیر حسین دریاے سیحون عبور کرکے لشکر لایا مگر ابھی وہ تیمور کے لشکر کے عقب مین رہا، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۰۱،

یا لمبی تلوار یا ایرانی دوہری باڑہ کی سیف ہوتی تھی، برچھے طول مین دس فیٹ ہلکے بانس کے ۶۲
ہوتے تھے، ان کے پھل چھوٹے ہوتے تھے، کبھی کبھی چھوٹے برچھے رکھتے تھے جن کے سرون
پر لوہے کے لٹو زنجیر مین بندھے ہوتے تھے، ان کی ضرب ایسی سخت ہوتی تھی کہ دشمن کی زرہ
کے ٹکڑے اڑجاتے تھے، اکثر سوارون کے پاس لوہے کے گرز بھی رہتے تھے،

فوج کا چھوٹے سا چھوٹا حصہ سو سوارون کا ہوتا تھا، ان کے علاوہ "فوج ہزارہ" یا رجمنٹ
ایک مینک باشی یا کرنیل کے تحت مین ہوتی تھی، امراے لشکر تمام صفوف پر تقسیم کردیئے جاتے
تھے، اور لڑائی کے وقت یہی لوگ فوجون کی افسری اور رہبری کے ذمہ دار ہوتے تھے،
تیمور اور امیر حسین کے قریب ان کے ذاتی ملازم جنھین توا چی کہتے تھے بطور اڈی کانگ کے
حاضر رہتے تھے،

تیمور نے اپنی فوج کی صف آرائی تین حصون مین کی تھی، ایک حصہ دست راست پر،
دوسرا مرکز مین (جسے قول کہتے تھے) تیسرا دست چپ پر ہوتا تھا، ان مین بھی ہر حصے کی دو دو
تقسیمین تھین ایک وہ جو جنگ کے لیے بالکل آگے بطور ہراول کے رہتا اور دوسرا وہ جو اسکی
کمک پر عقب مین ہوتا، ہراول دست راست کو خاص طور پر مضبوط کرکے امیر حسین کو اس کا افسر
مقرر کیا تھا، ہراول دست چپ جو سب سے زیادہ خطرے مین تھا اس کی سرداری تیمور نے
خود اختیار کی تھی، امراے برلاس مین سے امیر جاکو اور اس کے ہمراہی تیمور کے ساتھ تھے،

اس طاقت آزمائی کے معرکہ سے جس مین فریقین کی قسمت کا قطعی فیصلہ ہونے والا تھا
تیمور بہت خوش تھا اور اسے کامیابی کی بھی امید تھی، تاتاری اپنی تعداد اور عمدہ صف آرائی
دیکھکر اطمینان حاصل کرتے تھے، مگر اب مینھ برسنا شروع ہوا، یہ میدانی زمینون کے وسیع قطعون

مین فصل بہار کا موسلا دھار مینھ تھا، جس نے زمین اور انسان کو سیلاب کے کوڑے مار مار کر اور بادلون کی گرج کو بجلیون کے تعاقب مین لگا کر اپنی ایک جنگ آسمان پر علٰحدہ ہی برپا کر رکھی تھی،

طوفان از آن دیار بر آمد تو گفتی ابر
آندم شنیدہ بود صدائے دعائے نوح

زمین پہلے نرم ہوئی پھر دلدل اور کیچڑ کا ایک سمندر بن گئی، گھوڑے سردی سے ٹھٹر کر کمزور اور پیٹ تک کیچڑ مین لت پت ہو گئے، دریا (آب بادام) نے بھی اپنی طرف سے کچھ کمی نہ کی، طغیانی پر آ کر تمام نالون اور پست میدانون کو پانی سے بھر دیا، سوار بھیگے کپڑے پہنے ہتیارون کو جہان تک ممکن تھا بچائے ہوئے نقل و حرکت مین تھے[۱]،

مورخ افسوس کیساتھ لکھتا ہے کہ بارش جتہ مغلون کا ایک افسون تھا، سنگ جدہ کے ذریعہ سے ان کے ساحرون نے یہ طوفان برپا کیا تھا[۲]، جتہ مغلون کو چونکہ اس بارش کے آنیکا
۶۳ علم پہلے سے تھا اس لیے انھون نے موٹے موٹے نمدون سے اپنی حفاظت کر لی تھی گھوڑون کے اوپر بھی نمدے پڑے تھے، اور پانی کے بہ جانے کے لیے انھون نے اپنے لشکر مین نالیان کھود رکھی تھین، غرض مورخ نے اپنے طریقہ پر اس مطلب کو بیان کیا ہے کہ کئی دن کے طوفان برق و باران مین فوجکشان جتہ بہ نسبت تیمور کے اس بلا سے زیادہ صحیح و سلامت نکل آئے، بہر کیف مغل تر و تازہ مرکبون پر سوار تیمور کے لشکر کی طرف چلے،

---

[۱] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۲ - ۱۰۳،

[۲] پرانے زمانہ سے مشہور چلا آتا تھا کہ مغلون کو سحر مین بڑی مہارت حاصل ہی، مورخ نے اس بحث کا فیصلہ اپنے اطمینان کے مطابق کر لیا ہو اور لکھا ہو کہ دوسرے دن جب ایک ساحر کو قتل کیا گیا تو مینھ برسنا بند ہو گیا (مصنف)

تیمور مقابلہ کے لیے بڑھا، پہلے طرفین سے ایک ایک آدمی میدان مین آکر تلوار سے لڑا، پھر تیمور کے داہنے ہراول نے دشمن کے بائین ہراول پر یلغار کیا، مگر تاتاریون کی صفین ٹوٹ گئین اور انھین پسپا ہونا پڑا، جتہ اتنا دیکھتے ہی سب ملکر ایک دم آگے بڑھے، اور اب تیمور کے ہراول کا وہ حصہ جو کمک پر تھا ڈگمگایا،

اس خطرے کو دیکھتے ہی تیمور نے حکم دیا کہ آگے بڑھنے کے لیے طبل و دہل بجائے جائین اور خود برلاس کے سوارون کو لیکر دشمن پر دھاوا کیا، صفین جو پہلے ہی سے بے ترتیب ہو چلی تھین اس کیچڑ کے سمندر مین بالکل ہی ٹوٹ گئین اور تاتاریون کی جماعتین شور و غوغا کرتی ہوئی حالت تذبذب مین دیوانہ وار ایک دوسرے سے جدا ہونے لگین،

اس نمی اور بارش مین تیر و کمان بیکار تھے، چراغ پا گھوڑے پھسل پھسل کر گھٹنون کے بل زمین پر گرتے تھے، اور زرد پانی کے بہتے ہوئے نالے نالیان آدمیون کے خون سے سرخ تھین، صرف تلوار ہی سے کام لیا جا رہا تھا، تلوارون کی جھنکار، گھوڑون کے ہنہنانے کا شور، لڑنے والون کی چیخین اور تاتاریون کے "دار و گیر" کے نعرے بلند ہوئے اور اس شور و فغان نے میدانِ جنگ کو بیمارستانِ مجانین بنا دیا،

تیمور اب جتہ کے افسر میمنہ (شنگوم نویان [۱]) کے عَلم کی طرف چلا اور افسر کے اس قدر قریب پہنچگیا کہ اپنے تبر سے اس پر ایک ضرب لگائی، افسر نے سپر سے ضرب روکی اور رکابون پر کھڑے ہو کر چاہتا تھا کہ تلوار سے تیمور کا کام تمام کر دے مگر جاکو برلاس جو اپنے آقا کے پیچھے تھا گھوڑا دوڑاتا آیا اور شنگوم کو اپنے برچھے سے چھید دیا، جتہ کا عَلم سرنگون ہوا،

[۱] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۳،

تیمور نے فوراً اسپ سوار نقارچیوں کو طبل و سنج بجانے کا حکم دیا۔ عَلَم کے گرتے ہی مغل بے دل ہو چکے تھے جلد پیچھے ہٹنے لگے، کسی قاعدے یا ترتیب سے پسپائی اس وقت ممکن نہ تھی، اس لیے ان مین بھاگڑ پڑی، گھوڑے مضبوط تھے، پوری قوت سے بھاگے اور تھوڑی ہی دیر مین میدان مغلون سے خالی ہو گیا،

تیمور ایک پہاڑی پر چڑھکر دیکھنے لگا کہ اور اطراف مین لڑائی کا کیا حال ہے، امیر حسین کا حال اچھا نہ تھا، مغلون نے اسے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا دیا تھا لیکن فوج کمک نے اجو عقب مین تھی ایسا جی توڑ کر مقابلہ کیا کہ مغل آگے نہ بڑھ سکے، طرفین کی فوجون کے مرکزی حصّے (قول) لڑائی مین بالکل خلط ملط ہو گئے تھے، ۶۸

تیمور نے اپنے لشکر کو پھر صف بندی کا حکم دیا، لیکن اب یہ کام جلد انجام پانے کا نہ تھا" تیمور کو اتنا صبر کہان تھا فوراً قریب کے دستون کو جو ترتیب سے تھے ساتھ لیکر مغلون کے میمنہ پر جو امیر حسین سے لڑ رہا تھا حملہ کر دیا، تیمور اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ اب حملہ کے لیے اسے پلٹنا پڑا اور اس نے مغلون پر تقریباً عقب سے دھاوا کیا، مغل اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جگہ سے انھین ہٹنا پڑا، الیاس خواجہ خان نے اس وقت اپنی فوج کمک کو اپنے عقب ہی مین رکھا آگے نہ بڑھنے دیا، اور میدان سے ہٹنے کا قصد کر لیا،

دشمن کا خاتمہ کرنے کے لیے یہ موقع بہت اچھا تھا، تیمور نے فوراً اپنا نوکر امیر حسین کے پاس اس پیغام سے بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنی صفین درست کر کے آگے بڑھے،

امیر حسین نے بگڑ کر قاصد سے کہا۔ "کیا مین نامرد ہون کہ میری ہی فوج کے سامنے مجھے آگے بڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے" اتنا کہکر امیر حسین نے نوکر کے منھ پر ایک طمانچہ مارا، اسکے

سوا تیمور کے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا،

وقت نکلا جاتا تھا، تیمور نے غصہ کو ضبط کیا اور اپنی فوج کے دو افسرون کو جو امیر حسین کے قرابتدار تھے پھر امیر حسین کے پاس بھیج کر کہلایا کہ الیاس خواجہ لڑائی ہارنے کو ہے، اس وقت ہمارا فرض ہے کہ مل کر اس پر حملہ کرین،

امیر حسین نے ان دونون افسرون سے بھی سخت کلامی کی اور کہا "کیا مین لڑائی سے بھاگ گیا ہون کہ مجھے حملے کے لیے آگے بلایا جاتا ہے، (مگر من گریختہ ام کہ مرا پیش میخواہند[1]) سپاہ کی ترتیب کے لیے مجھے وقت کی ضرورت ہے"

افسرون نے جواب دیا، "یہ درست ہے لیکن حضور غور فرمائین کہ تیمور اس وقت دشمن کی اس فوج سے لڑ رہا ہے جو دشمن نے آخری نوبت مین مقابلہ کرنے کے لیے مخصوص کر رکھی تھی"

امیر حسین نے یا تو دفعۃً غصہ بھڑک اٹھنے کی وجہ سے ایسا جواب دیا تھا، یا فی الحقیقت اس وقت آگے بڑھنا اس کی قدرت مین نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ تاریکی بڑھنے سے پہلے تیمور کو اپنی جگہ سے ہٹنا پڑا، ہٹکر ایک میدان مین اس نے اپنے خیمے نصب کیے اور اب طبیعت پر افسردگی ایسی غالب ہوئی کہ امیر حسین نے ملاقات کے لیے بار بار قاصد بھیجے مگر تیمور نے نہ قاصدون کی بات سنی اور نہ امیر حسین سے ملنے گیا[2]، اور دل مین ٹھان لی کہ پھر کبھی لشکر کی سالاری مین امیر حسین کا شریک بنکر لڑائی پر نہ جائیگا،

دوسرے دن مینھ پھر برسا، تیمور ابھی تک غصے مین تھا، آگے بڑھکر الیاس خواجہ سے لڑائی چھیڑ دی، مغلون کے متفرق دستون نے ملکر ایسا سخت حملہ کیا کہ تیمور کو پسپا ہونا پڑا، اور

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۵، [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۶،

اب ہوا اور بارش کے طوفان مین کیچڑ اور دلدل کی زمین پر جبکہ ندیان نالے خوب چڑھے ہوئے تھے راستہ طے کرنے کا خیال اور ان نقصانون کا جو اس لڑائی مین پہنچے تھے بار بار یاد آ نا تیمور کے لیے سخت باعث رنج و ملال تھا،

اس رنج اور غصّے مین سردی سے ہاتھ پاؤن شل گھوڑے پر سوار بالکل خاموش چلا جاتا
۶۵ تھا، امراے برلاس کچھ فاصلے سے پیچھے پیچھے گھوڑون پر سوار ہمراہ تھے، تیمور کو اس وقت پوری شکست ہوئی تھی، امیر حسین کی اس حرکت کو کہ اس نے عین وقت پر مدد دینے سے پہلو تہی کیا تھا، تیمور کبھی نہین بھولا،

امیر حسین نے اپنے فوجی افسرون کو بہت سی تدبیرین بتا کر کہ اب اس ملک سے نکلکر دونون کو ہندوستان چلنا چاہیے تیمور کے پاس بھیجا، مگر تیمور نے رنج اور غصّے کی حالت مین امیر حسین کی ایک بات بھی نہ سنی اور جواب کہلا بھیجا کہ "تم چاہے ہندوستان سدھارو چاہے جہنم کے ساتوین طبقے مین جاؤ مجھے اس سے کچھ بحث نہین"

اب تیمور سمرقند کی طرف چلا، وہان پہنچا تو دیکھا کہ شہر والون نے مغلون کے خوف سے قلعہ بند ہونے کا پورا سامان کیا ہے، سمرقند سے تیمور شہر سبز کو روانہ ہوا اس خیال سے کہ جبتک مغل سمرقند کے محاصرے مین مصروف رہین وہ وطن جا کر اپنے لیے ایک نیا لشکر فراہم کرلے،

شہر سبز پہنچا تو معلوم ہوا کہ الجائی خاتون آغا کسی مرض مین دفعۃً مبتلا ہو کر گذر گئی ہے اور سپید کفن پہنا کر گھر کے باغ مین ایک جگہ اسے دفن کر دیا گیا ہے[1]،

[1] و در آن وقت کہ صاحبقران بعزم جمع سپاہ از دولت خانہ روان شد مہد علیا الجائی خاتون آغا بعارضہ مزاجے داشت، و درین مدت مفارقت جان نازنینش بموافقت آنحضرت از خانہ تن غیبت نمودہ بود، وبجوار رحمت آمرزگار پیوستہ، بیت

جائے آنست کہ حوران بہشت از دیدہ ۔۔۔ بر سر او ہمہ با دام سیاہ اندا زند
چون بہ بینند تن نازکش اندر تابوت ۔۔۔ سنبل زلف بہ برندو براہ اندا زند

(ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۱۱۹)

۶۶

دسوان باب

دو امیر

اُلجائی خاتون آغا کے مرنے سے جو تعلق پانچ برس سے تیمور اور امیر حسین مین چلا آتا تھا وہ منقطع ہو گیا[1]، امیر حسین نے اپنی بہن کیساتھ ایسا برتاؤ کیا تھا جس سے کینہ اور بغض ظاہر ہوتا تھا، اور ایک بار نہین بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہی ثابت ہو چکا تھا، تیمور کے دل مین ہمیشہ اس بات کا رنج رہا اور اب تو بیوی کے مرنے سے وہ اور بھی غمگین ہو گیا، اپنے چھوٹے بچے جہانگیر اور قوم برلاس کے لوگون کو ساتھ لیکر جنوب کی طرف چلا اور آمو دریا عبور کر کے اُسی مقام پر ٹھہرا جہان ایک سال پہلے موسم گرما مین الجائی کیساتھ قیام کیا تھا،

اُلجائی کے انتقال کی خبر سنکر مولانا زین الدین نے تعزیت نامہ اس مضمون پر ختم کیا "اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون" ہر انسان کے لیے موت کا وقت اور مقام معین ہے،

لیکن تیمور ان لوگون مین نہ تھا جو تقدیر کے قائل ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہین، ملاؤن کا جوش و خروش اس کے دل مین کچھ گرمی پیدا نہ کرتا تھا، بظاہر اس کی خاموشی ایک سچے مسلمان کے سکونِ قلب پر دلالت کرتی تھی جو تقدیر کا لکھا سامنے آنے کو باور کرتا ہے،

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۲۰،

اور شریعت نبوی پر چلنے کو موجب بخشش سمجھتا ہی، مگر باطن مین تیمور کے دل مین بہت سے سوال ایسے پیدا ہوتے تھے جنکا تشفی بخش جواب وہ خود نہ دیسکتا تھا، بہت سی وحشیانہ خواہشین بھی اس کے دل مین پیدا ہوتی تھین جو درحقیقت بزرگون کا ترکہ تھین [۱]،

پانچون وقت کی نماز پڑھتا مسجد مین نہایت مودب بیٹھکر بہت غور سے خطبے اور وعظ سنتا اور رات کو گھنٹون شطرنج بھی کھیلتا، سوارون اور ہاتھیون کی شکل کے چھوٹے چھوٹے مہرے بساط کے خانون پر رکھے اکثر تنہا بیٹھا انھین چلا کرتا، جب کسی مخالف سے کھیلتا تو ہمیشہ بازی جیت لیتا، اور یہ اس وجہ سے نہین کہ مخالف مصلحۃً تیمور سے ہار جاتا ہو، شطرنج کھیلنے مین وہ فی الحقیقت بڑا استاد تھا،

اس کھیل پر زیادہ غور کرنے کے لیے ایک بساط دو چند خانون اور مہرون کی بڑے شوق سے تیار کرائی تھی، اس پر نئے نئے نقشے پیدا کر کے حل کیا کرتا تھا، اور پانچ برس کا معصوم بچہ
جہانگیر قالین پر باپ کے پاس بیٹھا آنکھین پھاڑے کبھی ان چمکتے ہوئے مہرون کو کھلونا سمجھکر ٦٧
دیکھتا اور کبھی باپ کے منھ کو تکتا جو مہرون کی نقل وحرکت مین بالکل محو ہوتا،

تیمور انھین شغلون مین تھا کہ ایک دن بہت سے ملا اور مشائخ [۲] اسلام کے چشم وچراغ دین متین کے ناظر ومعتمد سمرقند سے دوڑے ہوئے تیمور کے پاس آئے اور یہ واقعہ سنایا،

"خداے پاک نے ظلم وتعدی کا بار مومنون کے کندھون سے اٹھا دیا، واجب التنظیم ارباب ہمت وشریعت بخارا سے سمرقند مین آئے اور شہر کے لوگون کو ہدایت فرمائی کہ جبتک

---

[۱] معلوم نہین کہ مصنف کتاب کو یورپ کے اس عام خیال کی کس حد تک پابندی کرنی پڑی ہے کہ ایک مسلمان جتنا کم مسلمان ہوتا ہی اچھا مسلمان ہوتا ہے، یورپین ناظرین کتاب کو کسی ایشیائی کے ساتھ ہمدردی پیدا کرانے کا یہ بہت پرانا نسخہ ہے (مترجم)، [۲] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۹،

اعدائے مومنین کے مقابلہ کی قوت دونون امیرون مین نہ پیدا ہو جائے اہل شہر کو چاہیے کہ ظالمون کے خلاف ہتیار اٹھائے رکھین، اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ گو اس وقت عدوے ملعون سمرقند کے مضافات مین قدم جما چکا تھا مگر شہر کے لوگون نے باوجودیکہ دونون امیر وہان موجود نہ تھے شہر پناہ اور کوچون کی ایسی حفاظت کی کہ دشمنان خدا کو شہر کے مضافات سے ہٹنا پڑا:

"پھر خدا کے حکم سے جتہ کے گھوڑون مین وبا پھیلی اور ہر چار سوارون مین تین کے گھوڑے مر گئے، نوبت یہان تک آئی کہ ان کے قاصدون کو بھی سواری نہ مل سکی، اسی حال مین ہمارے ملک سے انھین نکلنا پڑا اور ان مین اکثر اس طرح نکلے کہ پشت پر خالی ترکش اور اسباب کی گٹھریان تھین اور کندھون پر تلوارین، یقیناً اس سے پہلے دنیا مین کسی نے جتہ مغلون کے لشکر کو پیادہ کوچ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا"۱

ملاؤن کے بعد تیمور کے فوجی افسر آئے جو بچشم خود تمام واقعات دیکھ چکے تھے، انھون نے بھی اس بیان کی تصدیق کی کہ سمرقند کے باشندون نے شہر کی حفاظت یہان تک کی کہ جتہ کا لشکر وہان سے کوچ کر گیا، اور ان کے گھوڑون مین وبا ایسی سخت پھیلی کہ جن تاتاری رسالون نے ان کا تعاقب کرنا چاہا وہ بھی ان مقامات سے جہان وبا کا زور تھا بچتے ہوئے مغلون کے پیچھے چلے،

یہ امیر حسین کی خوش قسمتی تھی کہ جتہ کا لشکر سمرقند سے چلا گیا، ورنہ امیر حسین کو سمرقند واپس آنے کا موقع نہ ملتا، چنانچہ جب شہر مین داخل ہوا تو بڑی دھوم دھام ہوئی، شہر والون کو اپنے اوپر بڑا ناز تھا کہ انھون نے جتہ کے زبردست لشکر کو اپنے شہر سے دفع کر دیا، چھتون کی منڈیرون

---

۱ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۱۰،

اور بالاخانون سے خوبصورت قالین لٹکائے گئے مسجدون مین لوگون کا ہجوم ہوا، اور ہر باغ کے دروازے پر امیر حسین کے داخل ہوتے ہی نوبت اور نقارے بجنے لگے،

امیر حسین اور تیمور اب واقعی ہندوستان کی حدود سے لیکر بحر خوارزم تک جس قدر ملک پڑتے تھے ان سب کے فرمانروا ہوگئے، اس ملک رانی مین از روے انصاف ورواج قدیم تیمور کا حق امیر حسین کے حق کے مساوی تھا، تیمور تمام فوجون کا واقعی سپہ سالار تھا اور تیمور کے ٦٨
ہمراہی درجہ مین امیر حسین کے ہمراہیون کے برابر تھے، لیکن امیر حسین امیر قزغن "شاہ ساز" کا پوتا اور ایک والی ملک کا فرزند تھا، اس نے چنگیز خان کی اولاد سے ایک شہزادے کا انتخاب کرکے اس کو سریر خانی پر بٹھایا، اس خان مین (جسکا نام کابل شاہ اوغلن پسر دورچی تھا) سواے اس کے کوئی خوبی نہ تھی کہ چنگیز خانی تھا، جملہ آداب و مراتب چنگیزی ادا کرنے کے بعد اس خان کو اس کے محل مین تخت نشین کیا گیا، مگر حکومت و فرمانروائی امیر حسین نے اپنے دادا قزغن کی جگہ شروع کی،

حالات کی صورت کچھ ایسی پیدا ہوئی کہ تیمور درجہ مین امیر حسین سے کم ہوگیا، امیر حسین ملک کا مالیہ تحصیل کرتا، مقدمات مین تجویزین سناتا، رعایا مین زمینین تقسیم کرتا، تیمور کو ان چیزون سے بحث نہ تھی، صرف ایک بات پر البتہ اسے اصرار رہا اور وہ یہ تھی کہ شہر سبز کے علاقہ پر دریا تک بلا شرکت غیرے اس کا قبضہ و تسلط رہے،

"جہان تک دریا ہے وہان تک کل ملک میرا ہے"۔ یہ جملہ تیمور نے قطعاً فیصلہ کرکے زبان سے نکالا تھا،

تیمور نے اپنے درجے اور مرتبے کو قائم رکھا، طبیعت کا فیاض تھا، مطالبات اور زیادہ

ستانی کے جھگڑون مین نہ پڑتا تھا، جب امیر حسین نے قوم برلاس کے ہر متنفس پر بھاری محصول لگایا تو تیمور نے اتنا عذر ضرور پیش کیا کہ آخری لڑائی مین برلاس کا بہت مال تلف ہو چکا ہے، مگر محصول کی جس قدر رقم برلاس کے ذمہ نکالی گئی تھی وہ اپنی جیب سے ادا کر دی، الجائی مرحومہ کا زیور، کانون کے بندے، موتیون کے ہار جو دلھن بننے کے وقت اس نے پہنے تھے سب امیر حسین کو دیدیئے، امیر حسین نے زیور پہچانا بھی مگر اس کے لینے سے انکار نہ کیا،[1]

اخیر نزاع جو تیمور اور امیر حسین مین ہوا اس کا باعث چند مفسد امرا، اور ان امرا، کے زیردست لوگ تھے، امیر حسین کا چنگیز خان کی اولاد سے کابل شاہ اوغلن پسر دورجی کو تخت خانی پر بٹھانا ایسا فعل تھا جس سے مغول جتہ کو تاتاریون پر فوج کشی کرنے کا ایک بہانہ اور مل گیا، علاوہ ازین امیر حسین نے تاتاری امیرون کی قوت توڑنی چاہی، اس سے اور بھی نئے نئے دشمن پیدا ہو گئے، جس وقت تیمور سے دوستی کا خاتمہ ہوا جس کا فوری باعث معلوم نہین کہ کون تھا تو نتیجہ سوائے خانہ جنگی اور ملکی سازشون کے اور کیا ہو سکتا تھا، اس خانہ جنگی کے زمانہ مین باہر سے جتہ مغلون کی بار بار فوجکشی نے اور بھی آفتین نازل کین، غرض چھ برس تک تاتاریون کے ملک فوجون کی چھاؤنیان بنے رہے،

کشمکش کے ان تاریک لیل و نہار مین تیمور اس طرح نقل و حرکت مین رہا جیسے لڑائی کی روح جسم کی قید سے آزاد ہو کر سرگردان پھرتی ہو، خطرون سے مطلق بے پروائی، اپنی حفاظت کی طرف سے قطعی غفلت، جود و سخا، کشادہ دستی، یہ باتین تیمور مین وہ تھین جن کے باور کرنے مین

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۱۳،

غلطی کا احتمال نہین ہو سکتا، راتون کو جب مسافر قافلون مین آگ روشن کر کے الاؤ کے گرد بیٹھتے تو امیر تیمور کے قصے دُہراتے، اور کہتے کہ "حقیقت مین تیمور اسم با مسمی ہے، لوہا اس مین موجود ہے اور لوہا بھی وہ جو کبھی مڑنا نہین جانتا"

شاید قرشی پر قبضہ کرنے کا قصہ بازارون اور لشکرون مین سب سے زیادہ مشہور اور دلچسپ ٧٦
ثابت ہوا ہو،

قرشی[1] خراسان کے مشہور لثام پوش پیغمبر مقنع نامی کا شہر تھا، مقنع کو مرے ہوئے ایک زمانہ گذرا تھا، یہ ایک مذہبی آدمی تھا جس نے ایک کنوئین کی تہ سے ایسی راتون مین جبکہ آسمان پر چاند نہ تھا چاند نکال کر ہزارہا لوگون مین حیرت اور مذہبی تعصب پیدا کر دیا تھا، لوگون نے اس کا نام "ماہ ساز" یا "ماہ سازندہ" رکھا تھا، لیکن تاریخ اس کو "ماہ ساز" اتنا نہین جانتی جتنا "فتنہ ساز" مانتی ہے،

قرشی مین تیمور نے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا اور اس قلعے پر اس کو ناز بھی تھا، اس زمانہ مین امیر حسین کی فوجین قرشی کے قلعے پر قبضہ رکھتی تھین[2]، اور تیمور کے لوگ جانتے تھے کہ شہر پر حملہ کرنا اس وقت بے سود ہوگا کیونکہ مقابلہ کے لیے وہان ساز و سامان بہت وافر تھا، اور ہر طرح پر شہر کو مضبوطی و استحکام حاصل تھا، (امیر حسین کی طرف سے) امیر موسیٰ تین چار ہزار سپاہ کے ساتھ شہر پر مستولی تھا، یہ وہی امیر موسیٰ ہے جس نے پل سنگین پر بیلجک کا مقابلہ کر کے اُسے پل اترنے نہین دیا تھا، موسیٰ بڑا تجربہ کار سپاہی تھا، شراب اور لذیذ کھانون کا بڑا شوقین تھا، بے احتیاط بہت تھا لیکن نازک وقت مین پورے طور سے بھروسے کا آدمی تھا،

---

[1] قرشی کا پہلا نام نخشب (اور نسف بھی) تھا، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی انگریزی صفحہ ٤٧٠،

[2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ١٢٦، اور آگے کے [illegible] ٢

تیمور کے پاس اس وقت سب ملا کر تقریباً دو سو چالیس سوار تھے، ان مین امیر جاکو اور موید ارلات جو موسیٰ کا شریک بنکر پل سنگین پر دشمن سے لڑا تھا اور امیر داؤد بھی تھا، امیر داؤد بڑا بہادر اور بے جگر آدمی تھا، لیکن جب تیمور نے ان امیرون سے کہا کہ وہ قرشی کو فتح کر کے اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو انھین اس بات کا کچھ یقین نہ آیا اور انھون نے عرض کیا کہ "موسم بہت گرم ہے ایسے موسم مین ایسی مہم کا ارادہ کرنا مناسب نہین، اس کے علاوہ ہمارے اہل و عیال ساتھ ہین ان کی حفاظت کا خیال بھی لازمی ہے"۔

تیمور نے جھنجھلا کر کہا، "بڑے کم عقل ہو، کیا مین نے قسم کھا کر تم سے تمھارے اہل و عیال کی حفاظت کا وعدہ نہین کیا ہے"۔

امیرون مین سے ایک شخص نے کہا "لیکن ہمارے اہل و عیال سب باہر ہین کسی چار دیواری کے اندر محفوظ نہین ہین"۔

تیمور نے ہنسکر کہا "چار دیواری چاہتے ہو تو چار دیواری تو شہر قرشی کے گرد بھی موجود ہے، ذرا غور تو کرو، قرشی پر قبضہ ہو جانا کیسی چیز ہو گی"۔

امرار نے غور کیا لیکن حالات کچھ ایسے نظر آئے کہ امیر داؤد خاموش رہا اور امیر جاکو نے گردن ہلا کر کہا "اے امیر، ہمین پہلے قوت تو کافی حاصل کر لینی چاہیے، ایک کام جلدی کا اور بے سوچا سمجھا ہوتا ہے اور ایک کام احتیاط اور غور کرنے کے بعد کا ہوتا ہے، موسیٰ اتنی لڑائیون مین لڑ چکا ہے کہ اس کو ایک اونٹ پر بیٹھی ہوئی عورت کی طرح دھوکا نہین دیا جا سکتا"۔

تیمور نے آواز تیز کر کے کہا "اچھا تو پھر عورتین جہان ملین انھی سے جا کر سبق پڑھو، مین اپنے ساتھ صرف انھی آدمیون کو رکھون گا | جنھون نے پل سنگین پر دشمن کا مقابلہ کیا تھا یعنی موید ارلات

اور ایلچی بہادر میرے ساتھ رہین گے، کیا اور بھی کوئی ساتھ دینے کو تیار ہے؟"

بہت سے لوگ بول اٹھے کہ "ہم نے آپ کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور جتہ مغلون کو ایسا بھگایا تھا کہ وہ اپنے گھوڑون کی کاٹھیان تک پیچھے چھوڑ کر بھاگے تھے"۔

تیمور نے کہا "مگر اس سے کیا ہوتا ہے، اب تو تم وہان جاؤ جہان تمھارے بال بچے ہین، بازارون اور گلیون مین بیٹھکر جو کچھ گذر چکا ہے اس پر شیخیان بگھارو، مین تو باقی آدمیون کیساتھ قرشی کی طرف کوچ کرتا ہون"۔

لوگ سمجھ گئے کہ اگر ہم نے ساتھ نہ دیا تو بھی تیمور وہی کریگا جو اس کی زبان سے نکلا ہے، اب یہ لوگ علیحدہ ہو کر آپس مین مشورہ کرنے لگے، سب جانتے تھے کہ تیمور جب کبھی کسی بات کا ارادہ کرلیتا ہے تو پھر کوئی بشر اسکو اس کے ارادے سے نہین پھیر سکتا، حکم دیکر حکم کو بدلنا تیمور کو نہ آتا تھا، اس کے اسی اصرار اور ارادے کی پختگی سے بعض وقت بکثرت جانین ضائع اور مصیبتین برپا ہو جاتی تھین جن سے بصورت دیگر محفوظ رہنا بالکل ممکن تھا، غرض یہی اصرار تھا جس کی وجہ سے تیمور کا حکم بھی حکم قضا کی طرح نہ ٹل سکتا تھا،

جس وقت امرا مشورہ کرکے تیمور کے سامنے آئے تو جاکو برلاس کے ایک ہاتھ مین قرآن تھا اور دوسرے مین شمشیر، اس صورت سے جاکو نے عرض کیا "ہم نے کتاب اللہ پر قسم کھائی ہے کہ ہر حال مین آپ کا ساتھ دینگے اور یہ ہے وہ مصحف پاک جسپر ہم نے حلف لیا ہے، اور یہ ہے وہ شمشیر کہ اگر حکم کے خلاف ہم سے کوئی بات ہو تو اسی سے ہماری گردن اڑا دی جائے"۔

امرا سب کے سب تیمور کے پاس بیٹھ گئے اور امیر موسیٰ کو قرشی سے بے دخل کرنے کی

تدبیرین سوچنے لگے،

تیمور کچھ دیر تک ان کی باتین سنتا رہا، پھر ہنسکر کہنے لگا "تم کیسے بے عقل ہو، اگر امیر موسیٰ کو اور اسکی تین ہزار فوج کو تم نے قرشی سے باہر نکال بھی دیا تو پھر اس سے ہو گا کیا، ہماری سپاہ کی تعداد ہی کیا ہے، ایک جماعت ستّر کی ہے اور دوسری تقریباً ایک سو چالیس کی"

امیر داؤد یہ دیکھکر کہ سب چپ ہین کہنے لگا "تو پھر اس صورت مین یہ بہتر ہو گا کہ قرشی پر شبخون مارین اور امیر موسیٰ کو اس کے خوابگاہ مین اچانک گرفتار کر لین، اس طرح اس کو اپنا قیدی بنانا ممکن ہے"

تیمور اس پر ہنسا اور کہنے لگا "بہت خوب کہا، واقعی یہی مناسب بھی ہے، لیکن اس کے بعد جو تین ہزار باقی رہین گے ان کے خوابگاہ مین بھی آپ ہی تشریف لیجائیگا"،

داؤد نے معذرت کے طور پر کہا "خدا کی قدرت مین سب کچھ ہے، موسیٰ کو معلوم ہے کہ ہم یہان ہین اور جب تک ہم یہان ہین وہ قرشی سے کیون قدم باہر نکالنے لگا، اس کے آقا امیر حسین کا حکم ہے کہ قرشی کو اپنے قبضے مین رکھے، اور موسیٰ اس حکم کی پابندی کے سوا اور کچھ نکریگا"

اب تیمور دل ہی دل مین باتین کرنے لگا مگر اس طرح کہ اسکی آواز سنائی دیتی تھی، "اگر مین امیر موسیٰ کو دریا کے قریب کے میدانون مین مدعو کرون کہ یہان آکر شراب سے اپنی تشنگی بجھائے اور شہر کی گرمی چھوڑ کر یہان خنکی کا لطف اٹھائے تو کیا میرے کہنے سے وہ چلا آئے گا" ۱،

امیر داؤد ہنسا، کیونکہ گرمی کا موسم تھا اور وہ بھی بیچ کا زمانہ، جب کھلے میدانون مین کہ

ل ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۱۳۰،

جہان چاہین خیمے نصب کرین گرمی کے مارے یہ حال تھا کہ قبائین اتار دینے پر بھی پسینے مین ڈوبے رہتے تھے تو قرشی مین جس کے گرد فصیل تھی خدا جانے گرمی کی کیا کیفیت ہوگی، قرشی کا قلعہ زمستان مین رہنے کا مقام تھا، گرمی مین قیام کے لیے نہ تھا، امیر موسٰی کا حال سب جانتے تھے کہ شراب اور جلسون کا بیحد شوقین ہے، امیر داؤد تیمور کا خیال سنکر بولا "کبھی نہین، شہر سے نکلنا اُسے پسند ضرور ہوگا مگر نکلے گا نہین"۔

تیمور بولا "اگر یہی بات ہے تو پھر مین اُسے نہ بلاؤنگا"۔

اس کے بعد تیمور نے کسی سے بات نہ کی اور ایسا معلوم ہوا کہ قرشی کا قصد فسخ کردیا ہے، کیونکہ جنوب کی طرف ملک معزالدین والی ہرات کے پاس اپنا قاصد پیام وسلام کیساتھ روانہ کرچکا تھا، اور اب خراسان کی سڑک سے وہ ہرات کی طرف اپنے ہمراہیون کے ساتھ چلا، اور ریگستان کے کنارے ایک میدان مین جہان کی مٹی زرد تھی اور دھوپ بہت سخت تھی خیمے نصب کردیئے، یہ مقام چاہ اسحاق کے نام سے مشہور تھا،

یہان یہ قاعدہ جاری کیا کہ جس قدر قافلے شمال کے جانے والے وہان سے گذرین انکو اس وقت تک آگے نہ جانے دیا جائے جب تک کہ ہرات کو بھیجا ہوا قاصد واپس نہ آجائے، یہ قاعدہ ایک ماہ تک جاری رہا، قاصد حسب توقع واپس آیا، ملکِ ہرات نے خط کا جواب اور تحائف تیمور کی خدمت مین بھیجے اور اُسے ہرات بلایا، اس زمانے مین چاہ اسحاق پر مسافرون کا بڑا ہجوم ہوگیا، اب قاصد جو خبر لایا تھا اس کا علم سب کو ہوگیا،

دوسرے دن تیمور نے جن قافلون کو روک رکھا تھا ان کو آگے جانے کی اجازت دیدی اور خود بھی کوچ کی تیاری کی، قافلون مین جو سوداگر تھے انھون نے تیمور سے درخواست کی کہ

کچھ سپاہی ان کے ساتھ کر دیئے جائین تاکہ تیمور کے اور لوگون سے جو راستے مین ملین انھین پناہ ملتی رہے، لیکن تیمور نے جواب دیا کہ اس کے ساتھ والون مین ایک متنفس بھی قرشی جانے والی سڑک پر نہین ہے، اس کے بعد تیمور اپنے دو سو چالیس ہمراہیون کو لیے تیزی کیساتھ جنوب کی طرف چلا اور قافلے والے جنھین آزاد کیا تھا دریائے آمو عبور کر کے قرشی پہنچنے کے لیے شمال کی طرف روانہ ہوئے،

جب یہ قافلے قرشی پہنچے تو امیر موسیٰ نے ان سے تیمور کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ تیمور نے ملک معز الدین والی ہرات کی پناہ مین رہنے کے لیے ہرات کی طرف کوچ کیا ہے، یہ خبر سنکر
۷۲ امیر موسیٰ قرشی سے نکل کر اُن سرسبز ٹھنڈے میدانون مین چلا گیا، جہان تیمور اسے بلانا چاہتا تھا، اور یہان جیسا کہ ایک مورخ نے لکھا ہے[۱]، موسیٰ نے بساط عیش پھیلا کر خم صہبائے سرمستی کی مہرین توڑ دین، لیکن موسیٰ نے چلنے سے پہلے اپنے لڑکے (محمد بیگ) کو کئی سو سپاہ کے ساتھ قرشی مین شہر کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیا تھا،

تیمور نے چاہ اسحاق سے چلکر دوسری منزل پر ایک ہفتے یا اس سے زیادہ قیام کیا تاکہ جن قافلون کو رہا کیا تھا وہ قرشی پہنچ جائین، اس کے بعد وہ آمو کی طرف ایک ہی مسلسل کوچ مین بغیر کہین قیام کئے آیا، دریا کے کنارے قیام نہین کیا بلکہ آتے ہی پانی مین گھوڑا ڈال دیا، گھوڑا تیرتا ہوا دوسرے کنارے پہنچا اور چالیس سوار جو ساتھ تھے انھون نے کشتیون مین بیٹھکر دریا

(حاشیہ صفحہ ۹۹) [۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ پر یہ اور آگے کے حالات ملین گے مگر مصنف نے ان کو اپنے طور پر بیان کیا ہے، (مترجم) [۱] کسی مورخ کی تحریر تو ملی نہین البتہ تزوک تیموری مین صفحہ ۵۱ و ۵۲ پر بیان ہوا ہے کہ جب تاجرون سے امیر موسیٰ کو خبر پہنچی کہ تیمور خراسان چلا گیا ہے، تو موسیٰ اور امیر حسین کے لشکر کے لوگ خوش ہوئے، "رحل اقامت انداختہ بساط عیش و عشرت بگسترانیدند" (مترجم)

عبور کیا،

دریا پار ہو کر باقی ہمراہیون کو لانے کے لیے کشتیان واپس کین، اور جب یہ لوگ بھی کشتیون مین کنارے آ لگے تو جو پہلے آ چکے تھے وہ ان پر خوب ہنسے، یہان سڑک سے اوجھل کسی مقام پر سب نے ایک رات بسر کی، اور صبح ہوتے ہی تیمور نے تقریبًا بیس آدمیون کو اس غرض سے روانہ کیا کہ جس قدر مسافر قرشی جاتے ملین انھین روک لیا جائے، جب شام ہوئی تو یہ لوگ پھر گھوڑون پر سوار ہوئے اور رات بھر کھلے میدانون مین کوچ کر کے شہر قرشی کے قریب ایک کنوین پر جا اترے، اور یہان دن بھر ایک مقام پر جہان املیون اور اسفنتین کے گھنے درخت بکثرت تھے، چھپے بیٹھے رہے، امیر موسی کے لوگ جو اس کوئین پر آئے ان کو قید کر لیا، اور اب تیمور نے وہان آ کر اپنے آدمیون کو اور ان قیدیون کو حکم دیا کہ رسیون کے یا کسی اور چیز کے نردبان تیار کرین، جب شام ہوئی اور اندھیرا ہو گیا تو تیمور اور اس کے ہمراہی گھوڑون پر سوار ہوئے، نردبان ساتھ لیے لیکن قیدیون کو وہین چھوڑ کر ان پر پہرا بٹھا دیا،

جاکو برلاس نے عرض کیا کہ ہم یہان بہت جلد پہنچے ہین اور ابھی ہمارے ساتھی بھی سب نہین آئے ہین، یہ مہم سخت ہے، بہتر ہے کہ اب ہم آہستہ چلین اور تمام خطرون سے اپنے تئین بچائے رکھین،

تیمور نے کہا "اچھا، ہمراہیون کو اپنے ساتھ آہستہ قدم لاؤ، مین آگے جا کر قرشی کی شہر پناہ کو دیکھ کر نردبان لگانے کے لیے کوئی اچھا مقام دیکھتا ہون"

تیمور اب صرف دو سوارون کو ساتھ لیے گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا یہان تک کہ شہر پناہ کے برج کچھ کچھ نظر آنے لگے، تیمور اور اس کے دونون ہمراہی گھوڑون سے اتر پڑے، ایک آدمی گھوڑون

کی حفاظت پر رہا لیکن عبداللہ نے جو خانہ زاد تھا تیمور کا ساتھ نہ چھوڑا، دونون آگے بڑھے یہانتک کہ خندق کا پانی چمکتا نظر آیا، تیمور کچھ دیر تک غور سے سنتا رہا مگر کوئی آواز کسی طرف سے نہ آئی،

اب خندق کے کنارے چلنا شروع کیا، چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے جہان خندق کے اوپر
اوپر ایک ترناؤ (پختہ نہر) سے قلعہ مین پانی پہنچتا تھا، اس ترناؤ مین گھٹنون گھٹنون پانی تھا، تیمور
اچھل کر اس نہر کی منڈیر پر چڑھ گیا | عبداللہ بھی اوپر پہنچا، دونون اس نہر سے گذرتے ہوئے ٧٣
فصیل کے نیچے پہنچے اور قلعہ کے دروازے کی سمت مین نہر کی منڈیر پر سے زمین پر کود پڑے، تیمور یہان سے رستہ نکالتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے آیا، جس کا پھاٹک لکڑی کا تھا، کچھ دیر دروازے کو کان لگا کر سنا، پھر دروازے پر ایک ہاتھ مارا، یہ نہین معلوم کہ یہ عجیب حرکت کیون کی تھی، بہر کیف معلوم ہوا کہ دروازے کو اندر کے رخ چونے اور مٹی سے اتنا لیپا ہے کہ وہان ایک دیوار سی بنگئی ہے کسی نے اندر سے کچھ جواب نہ دیا،

اب پھر فصیل کے نیچے نیچے دبے پاؤن چلنا شروع کیا یہانتک کہ ایک جگہ دیوار اوپر سے ٹوٹی ہوئی نظر آئی، یہان سے چڑھ کر دوسری طرف کود جانا آسان تھا، تیمور نے عبداللہ کو یہ جگہ دکھائی اور کہا کہ اسے اچھی طرح پہچان لے تا کہ پھر بھی اس جگہ کو بتا سکے، جب تک عبداللہ نے یہ مقام اچھی طرح پہچان نہ لیا تیمور اپنے گھوڑے تک واپس نہ گیا، شہر پناہ سے باہر ہمراہی سوار انتظار کر رہے تھے، تینتالیس آدمیون کو گھوڑون کی حفاظت پر مقرر کر کے تقریباً سو سوارون کو دھاوے کے لیے تیار کیا،

تیمور اپنے سوارون سے رخصت ہو کر پھر اسی ٹوٹی دیوار کی تلاش مین چلا، عبداللہ نے سوارون کے دستون کو ایک ایک کر کے ترناؤ کے رستے جو خندق کے اوپر تھی گذر کر فصیل کے

نیچے پہنچا دیا، یہان آکر ان لوگون نے دیکھا کہ تیمور دیوار کے اوپر چڑھا بیٹھا ہے، سوار جب قریب پہنچے تو حکم دیا کہ دیوار پر چڑھکر دوسری طرف اتر جاؤ اور جس قدر دربان ونگہبان ملین انھین قابو مین لے آؤ، اب صبح ہونے کو تھی، دربان سب غافل سو رہے تھے، تھوڑی سی لڑائی بھی ہوئی مگر اس عرصے مین تیمور نے اپنے کل سوارون کو جمع کر لیا تھا، سورج نکلتے ہی تیمور نے ان سب کو برغو بجانے کا حکم دیا،

برغو کی آواز سنتے ہی قرشی کے باشندے اپنے بسترون سے چونک کر اُٹھے[۱] گھر کی چھتون پر چڑھکر دیکھنے لگے کہ یہ کیا ماجرا ہے، تیمور کی سپاہ کا اندازہ کہ وہ کس قدر ہے کسی کو نہ تھا اور داخلہ بالکل اچانک ہوا تھا، امیر موسیٰ کے افسرون کو سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ غنیم کی اطاعت قبول کرین، فوراً تیمور کی خدمت مین حاضر ہوئے، تیمور نے ان سے گفتگو کی تو وہ ساتھ دینے کو آمادہ ہوگئے، موسیٰ کے لڑکے محمد بیگ نے مقابلہ پر آکر اپنے محل کو بچانے کی کسی قدر کوشش کی، لیکن جب تیمور کے سپاہیون نے دیوار پر چڑھکر اندر آگ ڈالنی شروع کی تو محمد بیگ گلے مین تلوار ڈالے اطاعت قبول کرنے حاضر ہوا،

تیمور نے محمد بیگ پسر امیر موسیٰ کی دلیری کی تعریف کی مگر اُسے قرشی مین نظر بند کر دیا، موسیٰ کے باقی اہل خاندان کو موسیٰ کے پاس شاداب میدانون مین بھیجدیا،

امیر جاکو نے اس واقعہ کے بعد ایک موقع پر کہا کہ "ہمارے امیر کی خوش نصیبی سے قرشی ۷۴
فتح ہوگیا اور اس فتح سے ہماری شان وشوکت زیادہ ہوگئی"

بعد کو یہ بات عجائبات سے معلوم ہوتی تھی کہ امیر حسین کی ہزارہا سپاہ کے مقابلے مین قرشی

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۳۲، تزک تیمور کے صفحات ۵۰ تا ۷۴ بھی ملاحظہ ہون (مترجم)

پر تیمور نے اپنا قبضہ کس طرح قائم رکھا، فتح ان لوگون کے نزدیک خدا کا ایک انعام تھی اور یہی کیفیت شکست کی تھی کہ وہ خدا کا ایک عذاب تھی، اور یہ باتین وہ تھین جن کی ہدایت مولانا زین الدین اور انکے ارادتمند لوگون کو بار بار کرتے رہے تھے،

لیکن امرا تاتار ناقابل اصلاح طور پر گمراہ تھے، کبھی وہ گھنٹون تک ایک میلے کچیلے ملا کے سامنے نہایت مودب اور خاموش بیٹھے رہتے تھے، ملا بڑے جوش و خروش سے ان کو نصیحتین کرتا اور جنت کی نعمتون کا ذکر ان کے سامنے کرتا، کبھی یہی تاتاری ملاؤن کی توہین اور استہزا کرتے، کسی نے کہا ہے کہ "دو پادریون کو ملا کر ایک مرد بنتا ہے، اگر صرف ایک پادری کو لیجیے، تو وہ عورت کے برابر ہوتا ہے"

واہمہ کی صورتین ان تاتاریون کو پریشان کر دیتی تھین، کبھی کسی برے خواب کو برا شگون سمجھکر ایسے خوف زدہ ہوتے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کسی طرف کافور ہو جاتے، کبھی لڑائی مین جہان موت ناگزیر ہوتی سرون سے خود اتار کر پھینک دیتے اور موت کی طرف بڑھنے کے لیے شور مچاتے تاکہ لوگون کو ان کی شجاعت اور مردانگی پر رشک آنے لگے، وہ اپنی ذاتی عزت کے لیے جان دیدیتے تھے، ندامت و خجالت کی تکلیف کو سخت سے سخت عذاب سے بھی بدتر جانتے تھے، عربون کی طرح ان کا بھی یہی قول تھا "جو نفع عزت کھو کر ملے وہ ہیچ ہے"۔

۷۵

گیارھوان باب

بامِ دنیا[1] پر تیمور کا پہنچنا

کئی برس کے زمانۂ کارزار مین جب کہ کسی بات کو قرار نہ تھا لوگون کی نظرین تیمور کی طرف متوجہ ہوتی گئین، اس کی شجاعت و مردانگی پر خاص و عام اس کی تعریف و توصیف مین دل سے مصروف رہنے لگے، اس کی شکست و فرار، فتح و ظفر کے قصّے زبان زد خلائق ہو گئے حتی کہ جو امرا، اور سردار میدان جنگ مین اس کے مخالف ہو کر لڑے تھے وہ بھی امیر تیمور گورگان کے واقعات سننے کے ہمیشہ مشتاق رہتے تھے، صرف ذاتی شجاعت و شہامت ہی اس کی وہ صفات محکم تھین جو عامۃ الناس کے بیقرار اور مضطرب خیالات مین سمائی رہتی تھین،

چنانچہ امیر حسین کے بعض ہوا خواہ اس سے بیزار اور ناخوش ہو کر تیمور کے پاس چلے آئے، منگلی بوغا جو قدیم خانہ بدوش سردارون مین سے نسل مغل کا ایک عالی سردار تھا، امیر حسین سے بغیر کچھ کہے سنے یا اُسے اطلاع کئے گھوڑے پر سوار آیا اور مرکب سے اتر امرائے تیمور کے حلقے مین بے تکلف جا بیٹھا، یہی منگلی بوغا ایک زمانے مین تیمور کے شدید مخالفون مین تھا، ایک مرتبہ چھ ہزار

---

[1] کوہ پامیر سے مراد ہے جس کی بلند شاخین بدخشان مین آئی ہوئی ہین، مولانا عبد الولی صدیقی اپنی تالیف "وقائع قسلط وسیابر آسیا" کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہین، "ذکر ہندوکوش میانۂ امو دریا و کابل و سلسلہ کوہ قریب قندز تا آمو دریا و سلسلہ دیگر کہ آن را پامیر گویند و قرغزان آن را بسبب بلندی آن بام دنیا نامند بہ تفصیل می کند"

سپاہ ملنے کی شرط پر تیمور کو گرفتار کرنے کا بیڑا اٹھا چکا تھا، مگر اب وہ یہ کہتا تھا کہ

"امیر تیمور کا مین نے نمک کھایا ہے، اب مین کسی اور کا منہ تکنے والا نہین"

حقیقت یہ ہے کہ تیمور کی بے خوف وخطر سرداری اور پیشوائی اور اس کے امراء اور سردارون کی خیر خواہی اور وفاداری یہی دو چیزین تھین اور ان سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہ تھی جن پر اُس وسیع سلطنت کی جسے تاریخ مین "سلطنت تیمور" کہا جاتا ہے بنیاد قائم ہوئی،

اس زمانہ سے چند سال بعد یہ کام منگلی بوغا ہی کا تھا کہ محض اپنی ہوشیاری اور ذہانت سے امیر تیمور کے لیے ایک لڑائی جیت لی، تاتاریون کا ایک گروہ جو اور تاتاری گروہون سے بالکل علحدہ آباد تھا ترکمانان سفید میش کے سردار قرا یوسف سے اس زمانہ مین برسر جنگ تھا، تیمور کی سپاہ کو ترکمانون نے ہر طرف سے دبایا اور یہ سپاہ سمجھی کہ اب لڑائی سر کرنی ممکن نہین، اس حالت مین منگلی بوغا فوج کے اور سردارون سے علحدہ ہو کر زمین پر کوئی چیز ڈھونڈھنے لگا، یہ چیز اُسے جلد مل گئی مگر وہ کیا تھی، ایک سر منڈے لمبی داڑھی والے ترکمان کا کٹا ہوا سر تھا،

اس کٹے ہوئے سر کو منگلی بوغا نے اپنے نیزے کے پھل پر اٹھا لیا اور مرکب کو مہمیز کر کے

٧٦ تاتاریون کے ہراول مین چلاتا ہوا آیا کہ قرا یوسف مارا گیا، تاتاریون کے دل بڑھے اور ترکمان جو قریب تھے بیدل ہوئے اور اب کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ترکمان میدان سے بھاگے، اور اس فرار مین عجیب بات یہ تھی کہ قرا یوسف زندہ وسلامت مگر دل مین پیچ وتاب کھاتا ان کے ساتھ موجود تھا،

ان ہوشیار اور بہادر تاتاری سردارون نے کئی بار اپنے آقا تیمور کی جان بھی بچائی تھی، اور ایسی حالت مین کہ جان جانے مین کچھ باقی نہ رہا تھا، چنانچہ ایلچی بہادر کا ایک قصہ اسی قسم کا مشہور ہے، یہ تاتاری سردار بھی نپولین کے سردار مرات کی طرح اپنی ٹوپی مین پر لگاتا تھا، اور

موزے زرین پہنتا تھا، ایلچی بہادر یا تو اپنی شاندار وجاہت اور خوش پوش ہونے کی وجہ سے یا شجاعت اور دلیری کے باعث اکثر بادشاہون کے دربارون مین سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا، شاہی دربارون مین تو ایلچی بہادر کا لباس پر تکلف ہوتا ہی تھا مگر میدان جنگ مین بھی پردار کلاہ اور طلاکار موزے نہ چھوٹتے تھے،

اس خاص موقع پر تیمور جتہ مغلون کی ایک یورش کو دفع کر کے واپس آیا تھا، اور کوہ فار (پامیر) کے بلند سلسلون مین جہان سے آمو دریا نکلا ہے شاہان بدخشان کی فوجون کو تلاش کرتا پھرتا تھا جو اس کے مقابلے کو بدخشان سے نکل چکی تھین،

تیمور کی خبر پاتے ہی بدخشان کے بادشاہون نے مصلحۃً اپنی فوجین پیچھے ہٹائین، اور ایک ایسے مقام مین آے جہان درخت نام کو نہ تھا، ہر جگہ برف بکثرت تھی، اور پہاڑون مین کالے کالے چٹان صدیون کے طوفان خوردہ بالکل فرسودہ نظر آرہے تھے، اور نشیبون مین برف اور یخ کے بڑے بڑے ٹکڑے پہاڑون مین نیچے کی طرف ایسے آہستہ آہستہ کھسکتے معلوم ہوتے تھے جیسے زمین پر ادھ موا سانپ چلتا ہو، اور اب یہان شاہان بدخشان کی فوجین اور تیمور کا لشکر پہاڑون کی بلند چوٹیون کے گرد آنکھ مچولی کھیلنے لگا، فوجون کا یہ حال تھا کہ کبھی ایک ایک ہزار فٹ کی بلندی سے ڈھلانون کو طے کرتی ہوئی نیچے آتی تھین اور کبھی برف کے طوفان فرو ہونے کے انتظار مین پہاڑون کے گوشون مین بھیڑون کی طرح سکڑ کر بیٹھ جاتی تھین،

اسی حال مین تیمور کے پاس ایک قاصد خبر لایا کہ اسکی فوج ہراول کو شکست ہو گئی ہے اور بدخشانی سپاہی بقیۃ السیف کو دستگیر کئے ایک دوسرے درۂ کوہ کی طرف کوچ کر رہے ہین[1]،

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحات ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲،

تاتاریون کے فوجی ضابطون مین ایک بڑا سخت قاعدہ یہ تھا کہ کوئی سردار اپنی ماتحت سپاہ کو خطرے کی حالت مین چھوڑ کر تا حدِ امکان اس سے علٰحدہ نہین ہو سکتا تھا، مگر اس وقت ان گرفتار ساتھیون کو دشمن کی قید سے آزاد کرنے کی کوئی تدبیر تیمور کے سردارون کو نظر نہ آئی تھی، سردارون کی اس بے بسی کی حالت کو دیکھکر تیمور کو جذبہ آیا، فوراً سوارون کو حکم دیا کہ گھوڑون پر سوار ہو جائین، اور ایک قاصد کو رہبر بنا کر اپنے ساتھ اس غرض سے لیا کہ وہ پہاڑون مین اوپر اوپر کے راستون سے اس درۂ کوہ کا پتہ بتاتا چلے جس کی طرف بدخشانی بلندی سے اتر کر نیچے جا رہے تھے ''راستہ تمام یخ بستہ تھا، قدم قدم پر یہ نوبت تھی کہ کسی نہ کسی سوار کا گھوڑا بلندی سے پھسل کر غارِ فنا مین جا گرتا تھا، فوج ان راستون مین آہستہ چلی مگر تیمور درے کی طرف اس تیزی سے بڑھا کہ جب وہان پہنچا اور درے پر قبضہ کرنا چاہا تو صرف تیرہ سوار اس کے ساتھ تھے، باقی سب پیچھے رہ گئے تھے، ان تیرہ مین ایلچی بہادر بھی تھا، اس تنگ درے مین تیمور ایک اونچے پہاڑ پر جا کھڑا ہوا اور بدخشانیون کی فوج جو سامنے پڑتی تھی اس سے تیرون کی لڑائی شروع کر دی،

بدخشانیون کے مقدمۃ الجیش مین اس وقت صرف پچاس سپاہی تھے لیکن ان کے پیچھے دو سو بدخشانی اور تھے جو جلد آکر ان مین ملنے والے تھے، اب یہ جمعیت بھی درے مین آتی نظر آئی، ایلچی بہادر اپنے دستہ فوج کو ساتھ لیے ایک طرف چلا اور سپاہیون کا دفعتہً ساتھ چھوڑ کر ان دو سو بدخشانیون کے سامنے آگیا جو آگے والے پچاس بدخشانیون کے پیچھے آ رہے تھے، ایلچی بہادر کو قاقم کا پوستین پہنے اور اُس پر زری کا کمربند لگائے اور ریچھ کے بالون کی ٹوپی سر پر رکھے دیکھا تو بدخشانی چلتے چلتے ٹھہر گئے، زانو پر قسر بان مین کمان اور نیام مین تلوار تھی اور یہ نیام ہاتھی دانت کا تھا اور اس پر سونے کا کام تھا، اس صورت سے ایلچی بہادر گھوڑے پر سوار ایک دفعہ ہی للکارا،

"بڑے پتاوں کے پوتو۔ راسین کھینچو اور دیکھو وہ پہاڑ پر امیر تیمور گورگان کھڑا ہے"۔ ایلچی بہادر یہ کہکر بدخشانیون کی طرف ایسا بے تکلف چلا گویا کہ لڑائی کا خیال تک دل مین نہ تھا، اور پھر اشارہ سے سب کو تیمور کی طرف متوجہ کیا جو مغفر کے اوپر تاج لگائے گھوڑے پر سوار پہاڑ پر کھڑا تھا، اور اس کے چارون طرف تیر اڑتے اور چمکتے نظر آرہے تھے،

ایلچی بہادر نے بہت ہی اطمینان کے ساتھ بدخشانیون سے کہا کہ "دیکھو اگر تم مارے گئے تو تمھارے اہل وعیال تمھین بڑا بیوقوف سمجھینگے، اور پھر یہان مرنے سے تمھین حاصل ہی کیا ہوگا، کیا تمھین اتنا نہین سوجھتا کہ امان دینے اور جان بخشی کے لیے تیمور گورگان سامنے موجود ہے صلح کر لینے مین تمھارا نفع ہو، امیر کے جس قدر لوگ تم نے قید کیے ہین ان سب کو جمع کرو اور پھر انھین تیمور کے سامنے حاضر کر کے اسکی خوشنودی حاصل کرو"،

اس طرح ایلچی بہادر نے بدخشانیون کو خوب ڈانٹا ڈپٹا، اور اپنا مطلب بھی ہاتھ سے نہ دیا، بدخشانی اس کی باتین سنکر بڑے شش وپنج مین ہوئے مگر آخر کار گھوڑون سے اتر پڑے اور ایلچی بہادر کے قریب آکر اسے سلام کیا، اور دل مین یقین کر لیا کہ جب یہ شخص بغیر کسی ساتھی کے اسطرح بے باک ہو کر ہمارے سامنے آیا ہے تو ضرور ہے کہ قریب ہی کہین تاتاریون کی کوئی بہت بڑی جمعیت موجود ہوگی، ایلچی بہادر بھی اب گھوڑے سے اتر پڑا، مورخ اس موقع پر لکھتا ہے کہ "ایلچی بوغا پیادہ درمیان ایشان دوید وچند تاجیک راسیلے برگردن زد" بدخشانیون نے اب تیر اندازی بھی بند کی، اور جن تاتاریون کو قید کر لیا تھا ان کو ایلچی بہادر کے سامنے لائے، ایلچی بہادر نے قیدیون کو بغور دیکھکر بدخشانیون سے جھڑک کر کہا "کیا تم ان لوگون کو بغیر ان کی تلوارون کے مویشیون ۷۸
کی طرح تیمور کی حضور مین پیش کروگے، جس وقت تم نے انھین قید کیا تھا اس وقت تو ان سب

کے پاس تلوارین موجود تھین ،

یہ سنکر بدخشانی اور بھی گھبرائے، بالائے کوہ امیر تیمور گورگان کی صورت قائم تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ امیر انھین کے انتظار مین وہان کھڑا ہے، درے سے امن و عافیت کے ساتھ دوسری طرف نکلنے کی راہ مسدود ہے، آخر کار بدخشانیون نے وہی کیا جسکی صلاح ایلچی بہادر نے دی تھی یعنی تاتاری قیدیون کے جس قدر ہتیار ضبط کئے تھے وہ ان کو واپس کر دیئے، غرض چھ سو تاتاریون کو جنھین بدخشانیون نے اسیر کر لیا تھا ایلچی بہادر اپنے ساتھ لیے تیمور کے سامنے حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ بدخشانی رکاب بوسی کے لیے حاضر ہین،

تیمور فوراً پہاڑ سے اترا اور بدخشانیون نے جو اس وقت عداوت و خصومت کو بھول کر خوف سے بدحواس تھے اپنے قرآنون پر ہاتھ رکھکر آیندہ صلح رکھنے کی قسمین کھائین، تیمور اور ایلچی بہادر نے ان سے اتنی دیر تک باتین کین کہ تاتاریون کی فوج جو پیچھے آ رہی تھی اُن تک پہنچگئی،

اب سفیر روشن ضمیر ایلچی بہادر نے بدخشانیون سے کہا کہ " یہ جگہ قیام کرنے کے لایق نہین ہے، برف کے سوا یہان نہ کھانے کو کچھ ہے نہ سونے کو "

بدخشانی سردارون نے کہا کہ " قرب و جوار کے قریون مین چلنا مناسب ہوگا " غرض تاتاری اور بدخشانی " بام دنیا " سے اتر کر نیچے میدانون مین آئے "

ایلچی بہادر کے اس قصے کو محض ایک تعلی و تفاخر کی داستان سمجھنا چاہیے، مگر اسکو پڑھکر نپولین کے مارشل مورات کا قصہ یاد آتا ہے، آسٹریا والون سے وائنا مین لڑائی چھڑی ہوئی تھی، مارشل مورات وائنا کے پُل پر پہنچا اور وہان کھڑے ہو کر آسٹریا والون کی طرف رومال ہلایا اور جب فرانس کے سپاہی پل کے نیچے سے جہان سرنگین لگائی تھین آتش گیر چیزین ہٹانے

لگے تو مورات آسٹریا والون کی توپ پر جا بیٹھا،

اس کے بعد ایک سال یا اس کے قریب گذرا تھا کہ ایلچی بہادر گھوڑے پر بیٹھا دریا عبور کرنا چاہتا تھا کہ ڈوب کر مرگیا[1]۔

تاتاری امراء خوب سمجھتے تھے کہ تیمور کی اس قیامت خیز رہبری مین وہ زیادہ دن زندہ نہین رہ سکتے، لیکن تیمور ان کے ساتھ خود بھی خطرون مین پڑتا تھا، جس قدر زخم ان کے زخمون پر تھے اتنے ہی اس کے جسم پر تھے، تیمور کی معیت مین جو وقت ان امیرون کا گذرتا تھا وہ بڑی عزت اور خوشدلی کا زمانہ ہوتا تھا، لڑائی پر یہ لوگ بھی اسی طرح خوش خوش گاتے ہوئے جاتے تھے جیسے یورپ مین وائکنگ کے خونخوار بہادر پرانے وقتون مین جایا کرتے تھے،

ایک مرتبہ تیمور نے ان سردارون سے کہا "لڑنے والون کے لیے یہ زمانہ رقص کرنیکا ہے، رقص کی زمین لڑائی کا میدان ہے | اور نغمہ وسرود نعرۂ جنگ اور چکاچک شمشیر ہین اور ۷۹
شراب جو انڈیلی جاتی ہے وہ دشمنون کا بہتا خون ہے"۔

چھ برس اسی جنگ وجدال مین گذرنے کے بعد تاتاری امرا مین سے اکثر نے تیمور کی اطاعت قبول کرلی، شروع مین تیمور کو لوگ "قزاق" کہا کرتے تھے گویا وہ ایک ایسا آوارہ گرد سپاہی تھا جسے ایک شبانہ روز سے زیادہ کہین قیام نہ تھا، یہ "قزاق" وہی لفظ ہے جسے ہماری زبان مین کیسوک کہتے ہین، کیسوک کا لفظ اب تک بحیرۂ خزر کے شمالی میدانی زمینون کے رہنے والون کے لیے بولا جاتا ہے، اب تیمور خدائے جنگ کی شان اختیار کرکے ایک لشکر جرار کا امیر اور سپہ سالار بنگیا، جس وقت امیر موسیٰ کے لوگ یعنی جلائر تیمور کے مطیع ہوگئے

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۰،

تو تیمور کی تمام آرزوئین پوری ہو گئین، جلائر مین مغلون کا میل تھا، اور وہ ایک کثیر اور زبردست لشکر ایسا جمع کر سکتے تھے جیسے کہ انگلستان کا وہ لشکر تھا جس نے ایک پشت سے بھی کم زمانہ ہوا تھا کریسی اور پوٹیرز کی لڑائیان فتح کی تھین، تیمور کے سب سے بڑے فرزند جہانگیر کی مان (الجائی خاتون آغا) بھی قوم جلائر ہی سے تھی،

جب ایک ایسے لشکر بے شمار کو تیمور جیسا سردار ملا تو امیر حسین کی قوت اس طرح زائل ہو گئی جیسے موسم بہار مین بارش سے قبل برف پگھل کر غائب ہو جاتی ہے، امیر حسین دریائے آمو سے جنوب کی طرف بھگا دیا گیا، یہان بھی پہاڑون مین اس کا تعاقب کیا گیا، اور آخر کار تیمور کی فوج نے بلخ مین جا کر اسے گھیر لیا، اور اس شہر پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا، امیر حسین نے شہر کے کھنڈرون مین روپوش ہو کر تیمور کو پیغام بھیجا کہ وہ ملک چھوڑ کر مکہ معظمہ جانے کی اجازت چاہتا ہے (درخواست ہمین است کہ مرا راہ دہی تا بیرون روم و بجانب کعبہ معظمہ توجہ نمایم[1])

اس کے بعد امیر حسین پر جو کچھ گذرا اس کے بیان مین اختلاف ہے، بعض مورخون نے لکھا ہے کہ تیمور نے امیر حسین سے اس کی جان بخشی کا وعدہ اس شرط سے کیا تھا کہ وہ اس کے سامنے حاضر ہو جائے، امیر حسین نے حاضری کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن جب وقت آیا تو وعدہ ایفا نہ کیا اور مسجد کے ایک مینار کی برجی مین جا چھپا، یہان یا تو مسجد کے مؤذن نے یا ایک آدمی نے اُسے پہچان لیا، اس آدمی کا گھوڑا کھو یا گیا تھا اور اس وقت مینار پر چڑھکر دیکھتا تھا کہ نیچے کہین اوس کا پتہ چل جائے[2]،

امیر حسین کس طرح مرا اس کی نسبت بھی بیانات مین اختلاف ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ

---

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۲۰۲، [2] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۲۰۳،

تاتاری امرا، اس کے بارے مین مشورہ کرنے بیٹھے، تیمور بھی اس مجلس مین شریک تھا، مگر وہ یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ مین امیر حسین کی دوستی کا اقرار کر چکا ہون، میرے ہاتھ سے اُسے کوئی گزند نہین پہنچ سکتا[1]، دوسرا بیان یہ ہے کہ موید ارلات اور ایک اور سردار تیمور پر بغیر اپنا ارادہ ظاہر کئے مجلس سے اٹھے اور امیر حسین کے پاس آئے، اور اس سے کہا کہ ہم تمھین بھاگ جانے کا موقع دیتے ہین، لیکن جب امیر حسین باہر
نکلا تو ان سردارون نے اسے قتل کر دیا، ۸۰

واقعہ یہ ہے کہ تیمور نے اس بات کا موقع دیا کہ اس کا حریف مقابل قتل کر دیا جائے، مورخ لکھتا ہے کہ امیر حسین کے مرنے کا وقت اور مقام معین ہو چکا تھا، اپنے مقدر سے انسان بچ نہین سکتا[2]،

---

[1] مقابلہ کرو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۰۲،

[2] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۰۳،

بارھوان باب ۸۱

مولٰنا زین الدین گیا فرماتے ہین،

تیمور بلخ مین قصداً رہ پڑا، بلخ کی گرم وادی مین جہان نیشکر ندیون کے خشک گذرگاہون مین پیدا ہوتا تھا. خراسان کے چلے ہوئے قافلے ہندوستان کی سرحدون کے قریب سے گذرتے ہوئے قیام کیا کرتے تھے، اور کوہستانون کے فرمانروا شکار کی راہون سے اتر کر یہان پہنچتے تھے، یہ وادی قدیم ترین واقعات کی یاد دلاتی تھی گویا اسکی ہوا مین صدیون کی گرد معلق تھی،

یہان مٹی اور بھربھرے پتھرون کے طبقے کے نیچے ایک آتشکدے کے آثار دبے پڑے تھے جسے کبھی اگلے وقتون مین آتش پرستون نے بنایا تھا، قدمون کے نیچے گوتم بدھا کے اس سنگین بت کے ٹکڑے جابجا پھیلے تھے جو کبھی ایک عالیشان بت خانہ کی زینت تھا، اس کے سامنے بڑے بڑے جاتری جوگیا کپڑے پہنے نہایت ادب سے حاضر رہا کرتے تھے، ایک زمانے مین لوگون نے اس شہر کو شہرون کی مان کہا تھا، اسکندر مقدونی کو اس کا نام باکتریہ دریافت ہوا تھا، اور جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہین اس وقت یہ شہر قبۃ الاسلام کے نام سے مشہور تھا، چنگیز خان کے لشکر آئے اور اسے غارت کرکے ایک وسیع ویرانہ بنا کر چلتے ہوئے، مگر اب اس کے گرد مسجدین، مزار، مقبرے تعمیر ہوگئے تھے بلکہ یہ سمجھئے کہ شہر شہر نہ رہا تھا گورستان ہوگیا تھا، بعد کو تیمور

نے اُسے از سرِ نو تعمیر کیا،

اس وقت تیمور اس مقام پر تھا جہان امیر حسین کفن پہنے منھ قبلے کی طرف کئے اپنے مدفن مین آسودہ تھا، حسین کے مرجانے پر ضروری ہوا کہ تاتاری اپنے لیے ایک نیا خان منتخب کرین، قانون چنگیز خانی بھی یہی کہتا تھا، اور اس انتخاب مین بڑی شرط یہ تھی کہ جس شخص کو خانی کے لیے منتخب کیا جائے وہ "ترا" یعنی چنگیز خان کی اولاد سے ہو،

اس کام کے لیے ایک قورلتائی[1] منعقد ہوئی جسمین تمام قبیلون اور قومون کے رئیس ہندوستان کے پہاڑی درّون سے لیکر شمال کی مسطح زمینون کے ملوک الطوائف تک شرکت کے لیے فوراً حاضر ہوئے، اس مجلس مین بڑی مقدس صورتون کے اہل دستار، ایران کے شہزادے بخارا کے اہل علم جو بڑی بڑی تعلیم گاہون کے رئیس، دین کے خادم اور مناظرے و مجادلے کے
ماہر تھے جمع ہوئے، ان مین ائمۂ وقت اور فقہا بھی تھے اور انھی مین مولانا زین الدین ابوبکر تہا (یبت) ۸۲
پاکیزہ سپید لباس پہنے سر پر بزرگ عمامہ رکھے موجود تھے، ضعیفی نے بصارت کمزور کردی تھی، پھر بھی چہرے سے ذہانت و ذکاوت ظاہر تھی، ان کے مصاحبون مین سے خواجہ بہاء الدین جو ماوراء النہر مین بڑے درویش کامل مانے جاتے تھے ہمراہ تھے، غرض جب ارباب رزم اور اعاظم اسلام مجلس مین آ لئے اور انتخاب خاقان کے مسئلہ پر بحث ہونے لگی تو تیمور مجلس سے باہر اپنے بچے جہانگیر سے کھیلتا رہا،

بعض امرا تیمور کو خاقان منتخب کرنے پر معترض ہوئے، بدخشانیون کی طرف سے ایک مقرر

---

[1] ظفر نامہ جلد اول مین صفحہ ۲۰۰ سے ۲۱۲ تک تیمور کے جلوس تخت نشینی کے حالات بیان ہوئے ہین انھی کی تلخیص مصنف نے اپنے طور پر کی ہے (مترجم)

نے کہا کہ اب ہمین چاہیئے کہ برادرانہ طریقے سے ملکون کو باہم تقسیم کرلین، ہر امیر اپنے اپنے ملک پر بہ اختیارات کامل حکومت کرے اگر دشمن حملہ کرے تو سب ملکر اس کے مقابلہ مین آئین،

تیمور کے تجربہ کار امرا نے اس خیال کی غلطی ظاہر کی اور کہا کہ "بھائی بھائی تو سب ہین لیکن ایک بڑے بھائی کی بھی ضرورت ہے اگر تم نے ملک تقسیم کرلیے اور حکومتین علٰحدہ علٰحدہ قائم کین تو جتہ مغل لشکر کشی کرکے تمھین قطعی مغلوب کرلین گے"،

امرا مین جو زیادہ صاحب اقتدار[1] تھے انھون نے قدیم دستور کی پابندی رکھنی چاہی اور کہا کہ ہم مین سے کسی شخص کا بادشاہ ہونا ہمارے قانون کے خلاف ہے، ہمارا فرض عین یہ ہے کہ چنگیز خان کی اولاد مین سے کسی کو خاقان تسلیم کرین اور تیمور ایسے مقرر کردہ خاقان کا نائب تصور کیا جائے،

اس پر سادات مین سے ایک صاحب جنکا نام ابوالبرکات[2] تھا، کھڑے ہوئے اور علماے دین کے خیال کا اظہار صاف صاف طور پر اس طرح کیا،

"یہ امر شریعت نبوی کے خلاف ہوگا کہ مسلمان تمھارے بندے بنین کیونکہ تم کفار کا طریقہ رکھتے ہو، چنگیز خان ایک صحرائی تھا جس نے جبر اور تلوار سے مسلمانون کو مغلوب کیا تھا، لیکن اب تیمور کی تلوار بھی چنگیز خان کی تلوار سے کم نہین ہے"،

خواجہ ابوالبرکات نے ان جنگجو تاتاریون کے سامنے ایسی پرزور تقریر کی کہ پہلے تو وہ چپ رہے

---

[1] یہ جلائر اور سلدوز قبیلون کے سردار تھے جو پرانی وضع اور طریقہ کے تاتاری تھے، اور یہ لوگ چنگیز خانی قانون کے پابند تھے، چنگیز کو مرے ہوئے اس وقت ۱۴۰ برس ہوئے تھے، اور اس کی موت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اس مجلس مین امراے تاتار نے اپنی مرضی اور خوشی سے ایک قدیم دستور اور قانون کو ترک کیا (مصنف)

[2] ظفرنامہ مین ایک شخص سید برکت کے نام سے بیان ہوئے ہین اور ان کا ذکر ان رئیسون اور سردارون کے ساتھ ہوا ہے جو تیمور کی تخت نشینی کے وقت موجود تھے، جلد اوّل صفحہ ۲۱۰،

مگر پھر ان بزرگ کے اثر بیان سے ان مین ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا،

خواجہ نے فرمایا کہ "تم امیر حسین سے بھاگتے پھرے اور صحرا مین روپوش ہوئے جب تک تیمور امیر حسین کے مقابلے کو نہ اٹھا تم چھپے رہے، باہر نہ نکلے، تیمور نے دشمن کو زیر کرنے کے لیے تم سے مدد نہین مانگی تھی اور نہ اب اس کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اب تک مین نے تم کو محض تاتاری سمجھکر خطاب کیا تھا لیکن مین جانتا ہون کہ تم مسلمان بھی ہو، مین آل رسول ہون اور دیگر ۸۳
سادات عظام اور ہادیان دین سے متفق الرائے ہو کر تیمور گورگان کو ماوراءالنہر اور نہ صرف ماوراءالنہر بلکہ تمام توران کے ملکون کا فرمانروا تسلیم کرتا ہون۔"

غرض ارباب شریعت نے اس طرح اپنا خیال ظاہر کیا، نہ صرف اس وجہ سے کہ تیمور مسلمان تھا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ صرف تیمور ایسا شخص تھا جو بدنظمی دور کر کے ملک مین امن و امان قائم کریگا اور بلاد شمال کے جنگ آور قبائل سے جو اسلام کے دشمن تھے مسلمانون کو محفوظ رکھیگا، فرمانروائی پر تیمور کے انتخاب کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، کہ تمام اہل رزم کیا پیدل اور کیا سوار اس بات پر مصر تھے کہ تیمور ہی اُن کا فرمانروا ہو دوسرا نہ ہو،

دوسرے دن تمام اعیان دولت اور امرائے قبائل ایک بڑے شامیانے کے نیچے جمع ہو کر تیمور کا انتظار کرنے لگے، جس وقت تیمور شامیانے مین داخل ہوا سب سرو قد کھڑے ہوئے اور پھر تعظیم کے لیے جھکے اور تیمور کا بازو پکڑ کر سپید مسند کے قریب لے گئے اور یہان اس کو اپنا بادشاہ اور امیر مانکر سریر حکومت پر اسے بٹھایا، یہ طریقہ پرانے قبائل مغل کا تھا، غرض اسطرح تمام مغفر پوش تاتاریون نے تیمور کی اطاعت قبول کر لی،

علما و مشائخ نے تیمور کی بیعت لینے مین جو ہمارے ہان رسم تاجپوشی کا مترادف ہے بڑا اہتمام

کیا، مولانا زین الدین مصحف پاک ہاتھ پر رکھے ایک ایک امیر کے سامنے گئے اور کتاب اللہ پر ان سے حلف لیا کہ سوائے تیمور کے وہ کسی اور بادشاہ کی اطاعت نہ کرینگے، آج کل کے لوگ ایسے حلف لینے کو محض ایک رسم سمجھینگے کیونکہ تیمور پہلے ہی سے سب کا سردار اور امیر ہو چکا تھا، لیکن تاتاریون کے لیے اس رسم کے معنی بہت کچھ تھے،

اس زمانہ سے تیمور محض ایک سوار اور سپاہی کی حیثیت بدل کر امیر تیمور گورگان ہو گیا، تاتاری اس کے نمک خوار ہو گئے، اس کی اطاعت اور وفاداری کو اپنی عزت کا موجب اور اس کی بدخواہی کو اپنے حق مین قابل شرم اور اپنی اولاد کے حق مین رسوائی اور آفت کا مقدمہ سمجھنے لگے، تیمور انکے نزاعات کا فیصلہ کرنے والا اور ان کی مال وجائداد کا محافظ تھا، اگر وہ ان باتون پر قائم نہ رہا تو پھر تاتاری امراء کو اختیار تھا کہ ایک قورلتائی منعقد کرکے تیمور کی جگہ دوسرا امیر منتخب کرلین،

مسند کے قریب غالیچہ پر کھڑے ہو کر شیخ وقت زین الدین ابوبکر نے تیمور سے خطاب کیا، "خدا کا حکم یہی ہے کہ آپ ملک فتح کرین، آپ کی قوت کو ترقی رہے اور آپ کے ذریعہ سے اسلام کا بول بالا ہو"،

سپید نمدے کے فرش پر آبنوس کا ایک نیچا سا تخت بچھا تھا، جو شخص اس تخت پر بیٹھا تھا وہ سادات اور علماے بخارا کی اس بحث پر تبسم کر رہا تھا کہ امیر کے داہنی طرف امیر کے قریب کس کو بیٹھنے کا حق حاصل ہے، تیمور کی صورت پر نرمی کی کوئی شان نہ تھی، سر پر بال تھے اور مسلح تھا، ۵۴
فولاد کی چمکتی زرہ پہنے تھا، شانون پر فولاد کی تختیان باہر کو نکلی ہوئی تھین، سر پر سیاہ مغفر اور اس کا جھلم کانون اور گردن تک آیا ہوا تھا، مغفر زرنگار تھا،

جس قدر مال و دولت پاس تھا، اصیل گھوڑے، زرین خلعت، ہتھیار اور قیمتی ظروف امراء

دولت کو انعام مین تقسیم کر دیئے، اور جب رات ہوئی تو ان کے خیمون مین لذیذ کھانون اور میوون کی کشتیان بھر بھر کر بھیجین، سادات جو بکثرت امیر کے خیمے مین اظہار موانست و وفاداری کی غرض سے موجود تھے تیمور کی اس سخاوت اور دریا دلی پر معترض ہوئے،

تیمور نے انھین جواب دیا کہ "اگر مین حقیقت مین بادشاہ ہون تو سب کی دولت میری دولت ہے اور اگر مین بادشاہ نہین تو پھر جو کچھ میرے پاس ہے اس کے رکھنے سے کیا حاصل"

دوسرے دن تیمور نے وزیرون اور سردارون اور دیوان کے رکنون کا تقرر کیا جن لوگون کو اس موقع پر منصب اور عہدے دیئے ان مین ایسے لوگ بھی تھے جنسے ہم واقف ہو چکے ہین، امیر داؤد کو ضبط و داروغگی سمرقند کے علاوہ منصب دیوان یعنی مجلس شوری کی افسری بخشی[۱]، قبیلہ برلاس کے امیر جاکو کو جسکا سر برف پیری سے اب سپید ہو چلا تھا، لشکر کی امارت اور بادشاہ کے سامنے نقارہ پر چوب لگانے کی خدمت عطا کی اور تواچی گری کا منصب بھی عنایت کیا[۲]،

افسران فوج مین دو نام ایسے لوگون کے بھی بیان ہوئے ہین جو تاتاری نہ تھے، ان مین ایک مغل ختائی بہادر اور دوسرا عرب شیخ علی بہادر تھا[۳]،

ایک بات شروع ہی سے ظاہر ہو چلی تھی، تیمور کسی درباری کو منھ لگانا نہ جانتا تھا، مولٰنا زین الدین کے علاوہ اور بہت سے بزرگ ایسے تھے جنکو تیمور کے سامنے جانے کی ہر وقت اجازت تھی، لیکن ان کا اثر تیمور کی طبیعت پر اور درباریون کے اثر سے زیادہ نہ تھا، حکومت کی باگین ہمیشہ اپنے ہاتھ مین رکھین، دوسرون کی رائے ہمیشہ سنی، لیکن ان کو اپنے اوپر حکومت کرنیکا

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۱۶ [۲] ایضاً ایضاً [۳] ایضاً ایضاً،

موقع کبھی نہین دیا، طبیعت کی یہ ثابت قدمی ایک ایشیائی بادشاہ مین عدیم المثال تھی، بالخصوص تیمور مین کیونکہ اپنے بخت کے معاملات مین اب تک وہ بہت بے پرواہ تھا،

مخالف اور دشمن کا قلع قمع کرنے مین بہت عجلت کرتا تھا، بلخ سے ابھی دربار رخصت نہوا تھا کہ امیر حسین کے ساتھیون پر حملہ کیا، اسیرون کو یا تو پابہ زنجیر کیا یا فوراً قتل کردیا، ان کے مکانات جلادیئے یا گروا دیئے، اوران کے قلعون کا نام ونشان تک نہ رکھا، جتہ مغلون پر تیمور کی نظر برابر لگی تھی، اور اب ہر سال ایک مہم شمال کے پہاڑون کی طرف اس حکم سے روانہ ہونے لگی کہ دشمن کے مقابلہ مین تلوار و آتش سے کام لینے مین ہرگز کمی نہ کیجائے، تیمور کو یقین تھا کہ اپنی حدود سلطنت کی حفاظت کے لیے بہترین تدبیر یہی ہے کہ دشمن پر حملہ پہلے اپنی طرف سے کیا جائے، کیونکہ جتہ مغل جب خود حملہ کرتے تھے تو وہ نہایت شدید ہوتا تھا مگر جب دوسرا ان پر حملہ کرتا تھا تو اپنے تئین بچانے مین وہ زیادہ ہوشیار نہ تھے، 85

غرض جتہ کا جب اُسی دوا سے علاج کیا گیا جس دوا سے وہ دوسرون کا علاج کرتے تھے تو انھون نے شمال کی وادیون مین رہنا چھوڑ دیا، اوران وادیون سے بھی زیادہ شمال کی طرف ان درون مین جارہے جو حصار المالیق کے قریب تھے، ابھی تیمور نے مغلون کا تعاقب المالیق تک نہین کیا تھا، سیر دریا اور ہندوستان کے درمیان جس قدر ملک تھے تیمور کے قبضے مین آکر ان کی حالت نے ایک نئی شکل اختیار کی، اور سرکش و خود رائے تاتاریون مین ایک نئے ضابطے اور آئین کی پابندی کا خیال پیدا کیا گیا، تیموری امراء مین سے دو شخص شمال کی جانب جتہ مغلون کی گوشمالی کے لیے روانہ کئے گئے، موقع پر پہنچکر جب انھون نے دیکھا کہ مغلون کے چراگاہ خالی پڑے ہین تو یہ سمجھکر کہ جس کام کے لیے آئے تھے وہ ختم ہوا دریا کی طرف واپس چلے

دل مین بہت خوش کہ اس مفت کی فتح کی خوشی مین خوب جلسے اڑین گے جارہے تھے کہ سیر دریا کے کنارے آئے، دریا اترنے لگے تو سوارون کا ایک رسالہ بالکل اسی وضع و قطع کا جیسے اپنا رسالہ تھا ادھر ہی کو آتا نظر آیا، جب یہ لوگ قریب آئے تو ان سے پوچھا کہ تم کہان جاتے ہو،

سوارون نے جواب دیا "جو مغل تم کو نہین ملے انھی کی تلاش مین ہم بھی جارہے ہین"

اس جواب پر پہلے تو ان دونون امیرون کو بہت غصہ آیا مگر پھر کچھ سوچ سمجھکر چپ ہوگئے اور دربار مین حاضر ہونے کی بجائے اس نو وارد فوج کیساتھ ہوگئے، پہاڑون مین جاڑا بسر کرنے کے بعد پورا ایک سال گذرنے پر یہ دونون فوجین سمرقند واپس آئین، اور اپنے ساتھ جتہ مغلون کے مویشی اور دشمنون کے سر اور یہ خوشخبری لائین کہ جتہ مغلون کے بہت سے گاؤن انھون نے برباد کردیئے ہین،

تیمور نے دونون فوجون کے سردارون کی تعریف کی، جن امیرون کو تلاش مین ناکامی ہوئی تھی ان کی نسبت ایک حرف بھی شکایت کا زبان پر نہ لایا، اگر ان کو کچھ برا بھلا کہتا تو اس مین وہ اپنی آبروریزی سمجھتے اور اپنی اپنی فوجین لیکر اس سے علٰحدہ ہوجاتے اور جنگ وجدل کا ایک ہنگامہ برپا کردیتے،

باقی سردار ایسے نکلے جنکو شکایتین پیدا ہوئین اور خود حکومت کرنے کے شوق مین تیمور سے علٰحدہ ہوکر اپنے اپنے علاقون کو چلے گئے، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آدھ مہینے کے بعد ہی تیمور کی فوجین ان کے قلعون کے سامنے پہنچکر اتر پڑین اور جہان یہ سردار چھپے تھے ان کو وہان سے نکال کر تیمور کے سامنے لے آئین، تیمور نے ان گرفتار سردارون کو انعام اور خلعت دیئے ایک سردار جو ایک لڑائی سے بھاگ گیا تھا وہ بھی ڈھونڈ کر گرفتار کیا گیا، اور اُسے سزا یہ دیگئی

کہ ہتھیار اتروا کر گدھے پر دم کی طرف منہ کر کے اسے بٹھایا اور کئی دن تک اسی حال مین سمرقند کے گلی کوچون مین اُسے گشت کرایا اور لوگون کی ہنسیان اور طعنے اُسے سننے پڑے،

کیخسرو ختلان کا شہزادہ جو ایران کے ایک بڑے نامی خاندان کا رکن تھا عین لڑائی مین کہ دشمن سامنے تھا تیمور کو چھوڑ کر خیوہ کے صحرا مین چلدیا، تاتاریون نے جو لڑائی سے ہٹنا نہ جانتے تھے لڑائی بدستور جاری رکھی، اسی لڑائی مین ایلچی بہادر اپنی جان سے گیا اور وہ اسطرح کہ گھوڑے پر سوار شیخ علی بہادر اور ختامی بہادر کے ساتھ دریا تیر کر پار جانا چاہتا تھا، اور لوگ تو سلامت نکل گئے یہ ڈوب کر مر گیا، تاتاری برابر لڑتے رہے یہانتک کہ لڑائی جیت لی کیخسرو ختلانی تلاش کے بعد گرفتار ہوا، امراء کی ایک مجلس کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا اور بلا تاخیر قتل کر دیا گیا[۱]،

جب نئے امراء امیر تیمور کی اطاعت قبول کرتے تھے تو پرانے امراء ان سے کہتے تھے کہ "ہمارے امیر کی اطاعت کرنی تمھارے حق مین بہت اچھی ہے، جو لوگ اس بات کے قائل نہین وہ جھوٹے ہین"۔

نوواردون مین جو اطاعت کے لیے آئے ان مین امرائے جتہ کے فرزند بھی تھے، تیمور کے مقابلہ مین انھین تاب مقاومت نہ تھی، ان مین ایک بیان پسر بیکجک تھا جسے یاد تھا کہ اس کے باپ کی جان بخشی اسی شخص نے کی تھی جو اس وقت امیر ہے، دوسرا امیر ختائی بہادر تھا، یہ خطا کا مشہور سردار تھا، نہایت خشک اور آتش مزاج، چمڑے کی قبا پہنتا تھا اور شانون تک گھوڑے کی پوری ایال کے بال بکھرے رہتے تھے، کسی عجیب طریقہ سے اسکی دوستی شیخ علی بہادر

[۱] مقابلہ کرو ظفرنامہ کی عبارت سے جلد اول صفحہ ۲۴۳۔

سے ہوگئی، شیخ علی بہادر خود بھی نہایت سخت مزاج آدمی تھا،

ایک موقع پر یہ دونون سردار فوج ہراول مین شریک تھے، یہ فوج جتہ مغلون کی تلاش مین نکلی تھی، آخرکار ایک دریا کے دوسری طرف مغلون کی ایک جمعیت مقیم نظر آئی[1]، یہ دونون بہادر مع اپنی فوج کے دریا کے اسی کنارے ایسے مقام پر جو مغلون سے زیادہ قریب تھا اتر پڑے، چندروز اسی حال مین گذرے پھر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیئے، ختائی بہادر کی نظر احتیاط پر تھی، اُس نے ایسی تدبیرین بہت سی بتائین کہ دریا بھی عبور کرلین اور مغلون سے لڑائی بھی نہ ہو،

شیخ علی بہادر پہلے تو چپ سنا کیا کیونکہ اس معاملہ پر خود کچھ غور کیا نہ تھا ختائی بہادر اس کے خاموش رہنے سے یہ سمجھا کہ شیخ نے اسکی تدبیرین پسند کرلی ہین یا یہ ہوا کہ شیخ علی بہادر کے چپ رہنے سے ختائی بہادر اس سے بدظن ہوگیا کیونکہ ختائی نسل کا مغل تھا،

آخرکار ختائی نے شیخ سے پوچھا "تمہاری کیا رائے ہے"؟

شیخ علی بہادر بے پروائی سے بولا "واللہ، مغل ایسی ہی چالون کیساتھ لڑا کرتے ہین جیسی کہ تم بتاتے ہو"؟

اتنا سنتے ہی میدانون کے اس لڑنے والے بہادر کا چہرہ سرخ ہوگیا، جہان بیٹھا تھا وہان سے فورًا اٹھا اور کہنے لگا "اچھا تو پھر دیکھ لینا کہ مغل کیسا لڑتا ہے"؟

شیخ علی بہادر گھبرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا، ختائی نے فورًا اپنا گھوڑا منگوایا، کاٹھی لگا کر سوار ہوا اور گھوڑا دریا مین ڈالدیا، دریا اترتے ہی جتہ مغلون مین آیا، مغلون کو تعجب ہوا ختائی

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۲۲۸،

نے پہنچتے ہی پہلے جو دو آدمی سامنے آئے ان کی گردن اڑا دی، پھر جو دیکھا تو یہ دیکھا کہ چارون طرف سے مغلون مین گھرا کھڑا ہے،

شیخ علی بہادر کو پہلے تو تعجب ہی ہوا تھا اب وہ بالکل حیرت زدہ ہو گیا، فوراً اُٹھا، آدمیون کو گھوڑا لانے کا حکم دیا، گھوڑے پر سوار ہوتے ہی دریا مین چلا، ہاتھ مین ننگی تلوار تھی، آتے ہی مغلون کے حلقے کو جو انھون نے ختائی کے گرد باندھ لیا تھا توڑتا ہوا ختائی کے قریب پہنچ گیا، اور ختائی سے چلا کر کہا،

"تم دیوانے تھے جو اپنا گھوڑا یہان لائے، بس واپس چلو"

ختائی بہادر نے کہا "واپس جاؤ تم"

شیخ علی بہادر بولا "لاحول ولا قوۃ" اور اتنا کہتے ہی ختائی بہادر کے قریب دشمن سے لڑنے کو تیار ہو گیا، اب جتہ مغلون نے ان دونون کو اور بھی گھیر لیا، مگر ختائی اور شیخ کے سوار اتنے مین موقع پر دوڑ آئے اور اپنے سردارون کو مغلون کے حلقے مین سے نکال کر دوسری طرف لے گئے،

اس ورزش و تگ و دو کے بعد دونون سردار کچھ ٹھنڈے ہوئے اور پھر پاس پاس بیٹھکر جو کچھ گفتگو ہوئی آپس مین اتفاقِ رائے ظاہر کرنے لگے،

۸۸

تیرھوان باب

والی خوارزم حسین صوفی اور یوسف صوفی

ایسے ہی سخت اور جابر لوگ تھے جن کو قابو مین لاکر راہ راست پر لانا تیمور کا کام تھا، اس کام مین عقل اور مضبوط ارادے کی ضرورت تھی، لوگ تیمور کی تعریف کیا کرتے تھے کہ وہ بڑا مردم شناس ہے، عدل گستر ہے اور انعام دینے مین بہت فیاض ہے، اسی زمانہ مین متصل ریاستون کے امیرون نے صحرا پار سے اپنے اپنے سفیر تیمور کے سلام کو یا اس کے حالات سے آگاہ ہونے کے لیے بھیج رکھے تھے، لوگ منتظر تھے کہ دیکھئے تیمور ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے،

یہ ہمسایہ امیر بڑی قوت اور قدرت کے فرمانروا تھے، جس زمانہ مین تاتاریون مین بدنظمی پھیلی تھی تو انھون نے یورشین کر کے خوب ان کا مال لوٹا تھا، ان امیرون مین ایک والی خوارزم (حسین) صوفی تھا، اس کی حکومت مین خیوہ، اور گنج اور کوہ یورال کے علاقے شامل تھے، صوفی نسل جلائر سے تھا، اور ایک طور پر خانان جتہ کا تابع تھا، (حسین) صوفی کو تیمور کا حال اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ ایک آوارہ گرد ہے جو ایک زمانہ مین دشت قزل قم مین ترکمانون سے اپنی جان بچانے کو لڑا تھا، اور گنج (ولایت خوارزم کا دارالحکومت) دریائے آمو کے دہانے پر تجارت کا بہت بڑا مقام تھا، اسکی فصیلین بہت بلند تھین اور والی خوارزم (حسین) صوفی بھی غرور

اور نخوت مین کچھ کم نہ تھا،

صوفی نے تیمور کو بیش بہا تحائف بھیجے، تیمور نے ان سے بھی زیادہ قیمتی تحائف اس کے سفیرون کو دیئے، اور ان کی زبانی کہلا بھیجا کہ صوفی کی لڑکی خان زادہ جس کے حسن کا بہت شہرہ تھا اس کو تیمور کے فرزند اکبر جہانگیر کے عقد نکاح مین دیا جائے، بظاہر یہ پیغام محض دوستانہ تھا مگر اس کے معنی فی الحقیقت یہ تھے کہ تیمور صوفی کو اپنا زیر دست سمجھ رہا ہے اور جو اختیارات خان جغتہ کو صوفی پر حاصل تھے ان پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ چنگیز خانی قلمرو کی پرانی سرحدون پر بھی (جسمین ولایت خوارزم شامل تھی) تصرف کرنے کی نیت رکھتا ہے[1]،

[1] ظفرنامہ مین جس طرح ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہان لکھنا مناسب ہوگا (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۳۲ وصفحات آیندہ) خوارزم پر اس وقت حسین صوفی تصرف رکھتا تھا، تیمور کو اس کا خیال ہوا اور اس نے اپنے ایک سردار علقہ تواچی کو اس پیغام سے حسین صوفی کے پاس بھیجا کہ "ولایت خوارزم کا تعلق الوس جغتائی (پسر چنگیز خان) سے رہا ہے، پانچ چھ برس سے چونکہ یہ ملک بغیر کسی والی اور حاکم کے رہا اس بنا پر تم نے اس پر تصرف کر لیا، اگر دوستی رکھنی منظور ہے تو خوارزم اور اس کے جملہ توابع کو ہمارے گماشتون کے سپرد کرو"، حسین صوفی نے یہ پیغام سنکر جواب دیا کہ "من این ولایت را بہ تیغ مسخر کردہ ام ہم تیغ از من توان بستد"۔

علقہ تواچی نے یہ جواب تیمور کو آسنایا، تیمور نے خوارزم پر فوجکشی کا قصد کیا، لیکن اہل دربار مین ایک بزرگ مولنا جلال الدین تھے، انھون نے تیمور سے کہا کہ محض ایک سفیر کے بیان پر ہزار ہا مخلوق کا خون کرنا مناسب نہین، مین خوارزم جا کر حسین صوفی کو سمجھاتا ہون کہ وہ آپ کی حفاظت مین آنا قبول کرے، تیمور نے یہ بات منظور کی، لیکن جب مولنا جلال الدین حسین صوفی کے پاس پہنچے اور اسے سمجھانا چاہا تو اس نے مولانا کو قید کر دیا، قید کی خبر سنکر تیمور کو صبر نہ رہا اور خوارزم پر حملہ کر دیا، پہلے خیوہ پر قبضہ کیا پھر کات پر، حسین صوفی نے قلعہ اور گنج مین پناہ لی، یہان اگرچاہا کہ تیمور سے مصالحت کر لے لیکن کیخسرو ختلانی نے جو تیمور سے پہلے ہی باغی ہو چکا تھا صوفی کو لکھا کہ تیمور کی اطاعت قبول نہ کرے، حسین صوفی مقابلہ پر آمادہ رہا، تیمور کے سپاہیون نے بہت سے خوارزمیون کو ہلاک کیا، اس غم مین حسین صوفی قلعہ اور گنج مین بیمار ہو کر مر گیا، اس کے بعد اس کا بھائی یوسف صوفی خوارزم کا والی ہوا، اس نے تیمور سے مصالحت

صوفی نے اس کا یہ جواب دیا کہ "مین نے خوارزم کو تلوار سے فتح کیا ہے اور تلوار ہی کے ذریعہ سے وہ مجھ سے لیا جاسکتا ہے"۔

تیمور یہ جواب سنکر خوارزم کے قصد سے صحرا کی طرف کوچ کرنے کو تیار ہو جاتا لیکن مشائخ مین سے ایک نے عرض کیا کہ لشکر کشی ابھی ملتوی کیجائے، وہ خود والی خوارزم کو جاکر سمجھاتے ہین کہ وہ تاتاریون سے حفاظت کا معاہدہ کرلے، لیکن جب یہ بزرگ (حسین) صوفی کے دربار مین پہنچے تو صوفی نے انھین قید کر دیا، اب تیمور کو لشکر کشی سے روکنے والی کوئی چیز نہ رہی،

۸۹

فوراً امرائے تاتار کو اپنے علم کے نیچے جمع کر کے خوارزم پر چڑھائی کی، اور اس مہم مین بھی وہی رستہ اختیار کیا جو بادیہ گردی کی حالت مین ایک مرتبہ پہلے اختیار کیا تھا، اس فوجکشی مین کیخسرو ختلانی نے تیمور کا ساتھ چھوڑ دیا، تیمور نے خیوہ پر حملہ کیا، شہر پناہ کو توڑنے مین قلعہ شکن آلات استعمال نہین کیے، شہر کی خندق کو خس وخاشاک سے پاٹ کر نردبان نصب کئے اور ان کے ذریعہ سے سپاہی فصیلون پر چڑھے،

مورخ لکھتا ہے کہ شیخ علی بہادر پہلا شخص تھا جس نے اوپر چڑھکر فصیل کی منڈیر پر اپنا ہاتھ رکھا، اس کے پیچھے ایک سردار تھا جسے شیخ کی اس جرأت پر رشک ہوا اور اس نے شیخ کا پاؤن پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا، شیخ خندق مین گر گیا، اب یہ سردار خود دیوار پر چڑھا[ل]، اور یہان خیوہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶) کرلی، مگر پھر ختلانی کے بہکانے سے مخالفت پر آمادہ ہوا، مگر اس حرکت پر نادم ہو کر تیمور سے صلح چاہی، تیمور نے اس شرط پر صلح کی کہ یوسف صوفی اپنے بھائی آق صوفی کی بیٹی سے جس کا نام سوین بیگ عرف خانزادہ تھا جہانگیر پسر تیمور کی شادی کرنی منظور کرے، یوسف صوفی نے یہ بات منظور کی اور خانزادہ بنت اق صوفی جہانگیر کی عروس بنکر سمرقند بھیجی گئی، اس کے بعد یوسف نے پھر تیمور سے سرکشی اختیار کی (مترجم)

ل یہ کل واقعہ ظفرنامہ کی جلد اول صفحہ ۲۲۰ و ۲۳۰ پر شہر کات کی فتح کے متعلق مصنف کے بیان سے کسی قدر مختلف طور

سپاہیوں کا اتنی دیر تک مقابلہ کیا کہ پیچھے جس قدر سپاہی فصیل پر چڑھ رہے تھے ان کے پاؤں دیوار پر اچھی طرح جم جائیں، اس زبردست حملہ سے خیوہ[1] پر تیمور کا قبضہ ہوگیا، (حسین) صوفی نے خیوہ چھوڑ کر اورگنج میں پناہ لی، تیمور اورگنج کی طرف بڑھا، یہاں قلعہ شکن آلات کی ضرورت ہوئی، چنانچہ پتھر پھینکنے کے بڑے بڑے عرادے اور منجنیق بنانے شروع کردیئے، یہ آلات تیار ہو ہی رہے تھے کہ صوفی کے پاس سے ایک پیغام اس مضمون کا آیا،

"سپاہ کی جانیں بکثرت تلف کرنے سے کیا حاصل، بہتر ہو کہ ہم تم دونوں تنہا لڑ کر اس لڑائی کا فیصلہ کرلیں، جس کا ہاتھ تلوار پر سے گذرتی ہوئی خون کی دھار سے پہلے رنگین ہوجائے وہی فاتح تصور کیا جائے:"

سفیر نے اس لڑائی کے لیے وقت اور مقام بھی بتایا، یہ مقام شہر کے بڑے دروازے کے سامنے کا ہموار میدان تھا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷) پر بیان ہوا ہے، مصنف کے بیان سے گمان ہوسکتا ہے کہ اس کا تعلق خیوہ کی فتح سے ہے، ظفرنامہ میں لکھا ہے کہ تیمور مع لشکر کے خیوہ فتح کرنے کے بعد جب کات کے قلعہ پر پہنچا تو "فرمان داد تا لشکریان ہیمۂ و خاشاک جمع آوردہ خندق را بہ ینباشتند و خود بنفس مبارک بکنار خندق آمد و کوچہ ملک را اشارت فرمود تا بخندق درآید و چون اُو از علیہٖ ہم نتوانست کہ بآن کار اقدام نماید خمار ی یساول را اشارت فرمود و او بے توقف بخندق درآمد، .... و مبشر و تا خواجہ نیز از عقب او برفتند، لشکریان چون این صورت مشاہدہ نمودند روان بخندق درآمدہ رو بفصیل نہادند، اول شیخ علی بہادر دست در دیوار فصیل زدہ خواست کہ برآید، مبشر پائے او را بگرفت تا او نیز برآید و نتوانست و ہر دو بخاک ریز افتادند، شیخ علی دگر بارہ متوجہ شد و بفصیل برآمد و یکے از آن جانب نیزہ بدست او زد، جہان پہلوان نیزہ را بگرفت و بشکست و تیغ بر سر او راند و سپاہ تیمور از ہر طرف راہ کردہ بحصار درآمدند، و کلان تران ایشان را بگرفتند" کات کا شہر خیوہ سے شمال مشرق میں تقریباً ۴۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور کات سے اورگنج سمت مغرب میں غالباً اس سے دو چند فاصلہ رکھتا ہے، (دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، نقشہ نمبر ۹ (ولایت خوارزم) (مترجم)

[1] خیوہ پہلے فتح ہوچکا تھا، یہاں خیوہ کی جگہ کات ہونا چاہیئے یا خیوہ سے مطلب ولایت خوارزم لیا جائے (مترجم)،

تیمور کے جس قدر امرا اتنے قریب تھے کہ سفیر کا پیغام سُن سکتے تھے انھون نے فوراً اعتراض کیا، بیان پسر بیلجک نے آواز سے کہا "اے امیر، لڑنا ہمارا کام ہے، آپ کا مقام تخت سلطنت اور چتر حکومت ہے[1]، یہ کسی طرح مناسب نہین کہ حضور اپنے مقام سے علیحدہ ہون"۔

ہر امیر نے تیمور سے التجا کی کہ اپنی جگہ اُسے لڑنے کی اجازت دے، تیمور نے جواب دیا کہ حاکم خوارزم نے مجھ سے لڑنے کو کہا ہے نہ کہ میرے کسی امیر سے، اب تیمور سفیر سے متوجہ ہو کر بولا کہ "اچھا، ہم ٹھیک وقت پر شہر کے دروازے کے سامنے تنہا آجائینگے"،

مقررہ وقت جب آیا تو اہل دربار بڑی پریشان نظری سے ادھر ادھر دیکھنے لگے، تیمور نے خفتان پہنا، اسلحہ بردار نے حاضر ہو کر بائین بازو پر سپر اونچی کر کے لگائی اور کمر مین تلوار باندھی، سیاہ رنگ کا زرنگار مغفر جو ہمیشہ استعمال مین رہتا تھا تیمور نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سر پر رکھا، مغفر مین جھلم آویزان تھا، اس سے گردن اور شانے ڈھک گئے، اور اب تیمور لنگ کرتا ہوا گھوڑے کے قریب آکر ایک جست مین اس پر سوار ہو گیا، ہر ادا سے ظاہر تھا کہ بے انتہا خوش ہے،

۹۰ سوار ہو کر چلا تھا کہ پیرانہ سال امیر سیف الدین نے مرکب کی راسین پکڑ لین اور عرض کیا کہ امیر کو ایک معمولی آدمی کی طرح کسی سے دست بدست لڑنا زیبا نہین، تیمور منھ سے کچھ نہ بولا، نیام سے تلوار نکالی اور اس کے چپٹے رخ سے اس پرانے نمک خوار و وفادار کو مارنا چاہا، امیر سیف الدین تلوار کی ضرب سے بچنے کے لیے راسین چھوڑ پیچھے ہٹ گئے،

---

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۱-۲جہان امیر بیان سلدوز نے تیمور کو دریا مین گھوڑا ڈالنے سے منع کیا ہے وہان یہ شعر لکھا ہے،

کزین پس ہمہ نوبت ماست رزم ‏ ‏ ‏ ‏ ترا جائے تخت است وہنگام بزم

(مترجم)

تیمور اپنے لشکرگاہ اور اس مقام سے باہر آکر جہان محاصرے کے لیے عرادے اور منجنیق تیار کیے جاتے تھے اور جہان اس وقت لشکر والون کا ایک بڑا مجمع تھا میدان سے گذرتا ہوا ورگنج کے بند دروازے کے سامنے آیا،

دروازے کے اوپر برجون مین صوفی کے سپاہی کھڑے تھے تیمور نے للکار کر ان سے کہا، اُپنے مالک کو اطلاع کرو، تیمور انتظار کر رہا ہے"[1]

تیمور کی یہ دلیری ایک مجنونانہ مگر قابل تعریف حرکت تھی، گو وہ اس وقت ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہو چکا تھا مگر ایک حریف مقابل سے خود تیغ آزما ہونے کا شوق کم نہ ہوا تھا، اس شوق اور اپنے ارادے کی پیروی مین ایسی باتون کا مطلق لحاظ نہ تھا جن سے مضر نتائج پیدا ہونے کا احتمال تھا، تیمور ایک سنہرے گھوڑے پر سوار تھا جس کا نام "گورا شہزادہ" (خنگ اوغلن) مشہور تھا، اس وقت وہ دشمن کے صدہا تیراندازون کی زد مین تنہا کھڑا تھا، نہایت بیقراری سے صوفی کے انتظار مین تھا، اور لوگ اس وقت تیمور کو اس کی اصلی شان مین دیکھ رہے تھے، عظمت و دلیری کے ظہور مین عقل کا قصور بھی جھلک رہا تھا،

یوسف صوفی باہر نہ نکلا، آخرکار تیمور نے بلند آواز سے کہا "جس شخص نے اپنے قول کا پاس نہین کیا اسے اپنی جان بھی دینی ہوگی"[1]

اتنا کہکر تیمور نے گھوڑے کی باگ پھیری اور آہستہ قدم لشکرگاہ کو واپس آنے لگا[2]، اس وقت وہ کسی قدر شرمندہ اور غصہ مین تھا، لیکن جب اس کے سردارون اور امیرون اور سپا

---

[1] تیمور کے الفاظ یہ تھے "ہر کہ بقول خود وفا نہ نماید اوراہ مرگ بہ از زندگانی، ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۹۸ (مترجم)
[2] ظفرنامہ جلد اول کے صفحات ۲۹۴-۲۹۶ مین یوسف صوفی اور تیمور کے تنہا لڑنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے (مترجم)

نے جن کی نظرین پہلے ہی سے اس کی طرف لگی تھین آقا کو واپس آتے دیکھا تو خوشی کے نعرون سے زمین و آسمان سر پر اٹھالیا، نقارے اور سنج زور زور سے بجنے لگے، قرنا اور برغو کی آوازین ایسی بلند ہوئین کہ گھوڑے ہنہنانے اور بے قابو ہو کر جراغ پا ہونے لگے، اہل لشکر کا جوشِ مسرت سب پر ظاہر تھا،

تیمور کا یہ کہنا کہ جس نے اپنے قول کی پابندی نہین کی اُسے جان بھی دینی ہو گی صحیح نکلا، یوسف صوفی تھوڑے دن بعد بیمار ہو کر مر گیا، اس کے مرتے ہی اور گنج کے لوگون نے اپنا شہر تیمور کے حوالے کر دیا، اور اس بات پر بھی رضامند ہو گئے، کہ شہزادی خانزادہ کو شہزادہ جہانگیر کی عروس بنا کر تیمور کے پاس بھیجدین[1]، چنانچہ ایسا ہی کیا، اور پھر خوارزم اور اس کے دار الحکومت اورگنج کو ایک علیحدہ ولایت قائم کر کے اس کا کل انتظام تیمور کے فرزند رشید جہانگیر کے سپرد کر دیا گیا، اور اس طرح جس قلمرو پر ایک زمانے مین امیر قزغن حکومت رکھتا تھا اسکی شمالی اور مغربی ٩١
حدود آگے بڑھ گئین اور مغربی قبائل جلائر اپنے مشرقی جلائر بھائیون سے جو ماوراء النہر مین رہتے تھے مل گئے،

اب زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ تیمور پہلے سے بھی زیادہ لشکر لے کر دریائے آمو عبور کر کے جنوب کی طرف چلا، غرض یہ تھی کہ بادشاہِ ہرات سے ملاقات کرے، خوارزم کے علاوہ ہرات دوسری ریاست تھی جو ماوراء النہر سے متصل تھی، راستے مین دربند آہنین پڑتا تھا، اس خوفناک گونجتے اور گرجتے درے مین سے تقریباً پچاس ہزار سوارون کے رسالے اور سامان کی صدہا

---

[1] ظفر نامہ کے صفحات ۲۴۴-۵۲ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف صوفی کے مرنے سے قبل خانزادہ جہانگیر سے عقد کرنے کے لیے خوارزم سے سمرقند روانہ کر دی گئی تھی، چنانچہ یوسف صوفی سے جب اخیر لڑائی ہوئی ہے تو تیمور نے لکھا تھا کہ اس تعلق ہونے کے بعد بھی تم نے بغاوت اختیار کی، دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۹۱،

گاڑیان سنگ سرخ کے دو طرفہ پہاڑون مین سے جو دیوارون کی طرح سیدھے کھڑے تھے، دھمکتی اور شور کرتی گذرین،

چند سیاسی امور اس لشکر کشی کا باعث ہوئے تھے، اور ان کی ابتدا بڑی مصلحت اور ہوشیاری سے کی گئی تھی، واقعہ یہ تھا کہ ایک سال قورلتائی کے موقع پر تیمور نے بادشاہ ہرات ملک غیاث الدین کو سمرقند مین مدعو کیا تھا، غیاث الدین نوجوان آدمی تھا اور معز الدین بادشاہ ہرات کا فرزند تھا جس نے ایک زمانہ مین امیر قزغن کے پاس پناہ لی تھی، اس دعوت کے معنی یہ تھے کہ اگر ملک غیاث الدین قورلتائی مین شریک ہو گیا تو پھر وہ تیمور کے زیر دستون مین شمار ہونے لگیگا،

بادشاہ ہرات نے اس دعوت پر بہت خوشی ظاہر کی اور جواب دیا کہ اگر امیر سیف الدین اس کے استقبال کے لیے ہرات تک بھیجا جائے تو بہت خوشی سے وہ سمرقند مین حاضر ہوگا، تیمور نے یہ جواب سنکر اپنے سب سے بڑے وزیر سیف الدین کو ملک ہرات کے استقبال کے لیے روانہ کیا، لیکن اس واجب التعظیم وزیر نے ہرات سے واپس آکر تیمور کو اطلاع کی کہ بادشاہ ہرات تحائف جمع کرنے کے حیلے حوالے کرتا رہا در اصل اسکی مرضی سمرقند حاضر ہونے کی نہین ہے، بلکہ اس وقت وہ ہرات کے گرد ایک نئی فصیل تیار کرا رہا ہے،

تیمور نے یہ سنکر ملک غیاث الدین کے پاس سفیر بھیجا، غیاث الدین نے اس سفیر کو روک رکھا، واپس نہ جانے دیا، اپنی دانست مین یہ اس نے بڑی ہوشیاری کی تھی، مگر انجام یہ ہوا کہ تاتاریون کے عَلَم بلند ہوگئے اور اہل معفر کا لشکر جنوب کی طرف کوچ کرنے لگا، رستے مین آمو دریا آتا تھا، اس پر کشتیون کا پل باندھا گیا، سارا لشکر اس خیال سے خوش تھا کہ اب اپنے ملک سے

باہر بھی معرکہ آرائی کا موقع ملنے والا ہے، لشکریون نے اپنے گھوڑون کو ان چراگاہون مین چرایا جو موسم بہار کے لیے مخصوص تھے، اور پہاڑی درون سے گذر کر کسی قدر پھیر کھا کر قلعہ فوشنج کے سامنے آئے اور فوراً اس قلعے کا محاصرہ کر لیا، فوشنج ہرات کا بڑا مضبوط قلعہ تھا اس مین غیاث الدین نے اپنی فوج بٹھا رکھی تھی، تیمور کو صبر کہان تھا فوجون کے پہنچتے ہی حصار پر حملہ کر دیا، بھری خندق کو لکڑی کے تختون سے پاٹ کر تاتاری قلعے کی دیوار کے نیچے آئے، اوپر سے تیر برستے ہی رہے مگر انھون نے دیوارون پر نردبان لگا دیے،

سپاہیون کی ہمت بڑھانے کے لیے تیمور سر سے خود اتارے بغیر زرہ کے ان مین آیا، اس حال مین دشمن کے تیرون سے دو مرتبہ گھائل ہوا، فوج کا جو حصہ قلعہ پر حملہ کرتا تھا وہ شیخ
92 علی بہادر اور مبارک کی سرکردگی مین تھا، یہ مبارک[1] وہی شخص ہے جس نے اورگنج کی فصیل پر چڑھتے وقت شیخ علی بہادر کا پاؤن پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا تھا، ان سردارون کیساتھ ایلچی بہادر کا فرزند بھی تھا، ان تینون سردارون مین پرانی رقابت چلی آتی تھی، طبل و دہل کے شور مین تاتاری بکثرت قلعے کی دیوارون کے نیچے جمع ہو گئے، ان مین کچھ لوگون نے خندق کے گرد گشت لگایا، ایک جگہ پر تلاش سے یا از خود قلعہ مین نہر کے جانے کا رستہ نظر آیا، یہ دیکھتے ہی تاتاری نہر مین کود پڑے اور پانی مین چھپکے مارتے، چھینٹے اڑاتے تلوارین علم کئے قلعہ مین داخل ہوئے، اب فوشنج[2] مین خونریزی کا بازار گرم ہوا، ملک غیاث الدین کی کل فوج جو قلعے مین پہلے سے مقیم تھی قتل کر دی گئی، شہر کے رہنے والے شہر چھوڑ کر بھاگے،

[1] ظفرنامہ مین اس کا نام مبشر بیان ہوا ہے، دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۳۷ - ۲۳۸،
[2] فوشنج کی فتح ظفرنامہ جلد اول کے صفحات ۳۱۳، ۳۱۵ مین اور قلعہ ہرات کی فتح کے حالات صفحات ۳۱۵ - ۳۲۳ مین بیان ہوئے ہین،

فوشنج کی شکست سے اہلِ ہرات پر غم کا بادل چھاگیا، تیموری لشکر نے جب ملک ہرات کی سپاہ کو جو مقابلہ پر آئی تھی مار کر پیچھے ہٹا دیا تو قسمت سے ناچار ہو کر غیاث الدین نے تیمور سے امان چاہی، خود ہی تیمور کی خدمت مین حاضر ہوا، تیمور اس کے ساتھ عزت سے پیش آیا مگر اُسے سمرقند روانہ کر دیا، نئی شہر پناہ جو غیاث الدین نے شہر ہرات کے گرد بنوائی تھی اسے گروا دیا، اور رقم سربہا وصول کر کے اہل شہر کو آزاد کیا، شہر کے دروازے جو لوہے کے کواڑ لگے تھے اور شاہانِ ہرات کا کل خزانہ سونا چاندی یاقوت و جواہر، جلوس شاہی کا سامان، زرنگار تخت وغیرہ وغیرہ ہرات سے اٹھا کر شہر سبز پہنچا دیئے گئے،

ہرات پر قبضہ ہو جانے سے تیمور کی روزافزون سلطنت مین بڑا اضافہ ہوا، ہرات بہت بڑا شہر تھا، اس کا دور نو ہزار قدم کا تھا، آبادی ڈھائی لاکھ تھی، فاتحون کی یادداشتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شہر مین کئی سو مدرسے تھے، تین ہزار حمام اور تقریبًا دس ہزار دکانین تھین، (اس زمانہ مین لنڈن اور پیرس مین ساٹھ ساٹھ ہزار سے زیادہ باشندے نہ تھے، پیرس مین مدرسے تھے لیکن حمامون کا ذکر تاریخ مین کہین نہین پڑھا)۔

ہرات مین جس چیز کو دیکھکر تاتاریون کو سب سے زیادہ حیرت ہوئی وہ چکیان تھین جو بجائے پانی کے ہوا سے چلتی تھین،

مورخ لکھتا ہے کہ اس فتح کے بعد تیمور کی سلطنت اس قدر مضبوط و مستحکم ہو گئی کہ بجز عیش وعشرت کے کوئی دوسرا اس کا دشمن نہ ہو سکتا تھا، تیمور کی یہ چھوٹی چھوٹی لڑائیان مثلاً مغول جتہ کو بار بار مار کر پیچھے ہٹانا یا یوسف صوفی والی خوارزم یا بادشاہ ہرات ملک غیاث الدین کو ہزیمت دینی گھر کی لڑائیان تھین جنمین شجاعت اور سیاسی فراست کے جوہر دکھائے گئے تھے،

لیکن معرکۂ جنگ مین ان کمالات کا اظہار جو فوجون کو نقل وحرکت دینے مین ہوا کرتا ہے، مطلق نہین ہوا تھا، ان معرکون مین تیمور نے صرف اتنا ثابت کر دیا تھا کہ وہ قوم تاتار کا ایک غیر معمولی رہبر اور سردار ہے اور قرب وجوار کی ریاستون کو جو کسی وقت مین اس کے حق مین خطرے کا باعث ہو جاتین جلد تسخیر کر کے اپنے قبضے مین لے آیا ہے، اگر یہ واقعہ ہے کہ امیر حسین سے بھاگ کر وہ کسی زمانہ مین بجائے قرشی جانے کے بادشاہ ہرات کی پناہ ڈھونڈنی چاہتا تھا تو سمجھنا چاہیئے کہ ابتدا مین تیمور قوت کے اعتبار سے ملک ہرات سے کم تھا،

۹۳ لیکن تیمور ایک ایسا سردار اور پیشوا پیدا ہوا تھا جسمین ایک فاتح کی عقل تھی اور جو اس وقت اپنی پوری قوت کیساتھ دنیا مین ظاہر ہوا تھا، جس وقت ۱۳۶۹ء ۷۶۸ھ مین وہ بلخ مین تخت نشین ہوا ہے تو اس کی عمر ۳۴ برس کی تھی اور اس کی قلمرو سے باہر ہر طرف جنگ وپیکار کے شعلے بھڑک رہے تھے، چودھوین صدی عیسوی (آٹھوین صدی ہجری) کی ابتدا مین طاعون کی وبا ایشیا سے یورپ مین پہنچ چکی تھی، ہر طرف بدامنی پھیلی تھی، اور شاہی خاندان سلطنتون سے معزول اور برطرف ہو رہے تھے، تجارت کے کاروان قدیم رستے چھوڑ کر نئے رستون پر چلنے لگے تھے، اور رعایا کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے اپنے شہر چھوڑ کر مسلح لشکر گاہون مین آباد ہوتی جاتی تھی، کھیتیان برباد پڑی تھین، سپاہی گھوڑون پر سوار ہرے بھرے کھیتون مین پھرا کرتے تھے، اور چارون طرف کی ظلمت مین تباہی کے شعلے اونچے اٹھتے نظر آرہے تھے،

جن وسیع ملکون مین یہ حالات درپیش تھے وہان تیمور کا پہنچنا یقینی تھا،

٩٧

چودھوان باب

سمرقند

اب تیمور کو سمرقند جانا ضروری ہوا، شہر سبز گو ماوراء النہر مین سب سے زیادہ خوشنما مقام تھا، لیکن جس وقت سے تیمور ایک وسیع سلطنت کا مالک ہوا سمرقند جسے اقطاعِ شمال کا دروازہ سمجھا جاتا تھا دارالسلطنت قرار پایا، اور یہ سلطنت سمرقند کے اطراف مین کم و بیش پانچ سو میل تک پھیلی ہوئی تھی،

سمرقند مین دربار منتقل کرنے سے پہلے امیر تیمور نے اپنے وطن یعنی شہر سبز کو عمدہ عمدہ عمارات سے مزین کیا، اپنے باپ امیر طراغائی کی قبر پر ایک چھوٹا سا مقبرہ بنوایا، باپ دادا کے وقت کے کچّی اینٹون کے پرانے محل کو جسمین الجائی خاتون آغا کا حسن تیمور کی زندگی کی حلاوت رہ چکا تھا گرا دیا اور اس کی جگہ ایک عالیشان قصر بنوایا جس مین متعدد صحن تھے اور دروازہ بہت رفیع الشان تھا، اس قصر کی تعمیر سپید رنگ کی اینٹون سے کی گئی تھی اور اس رنگ کے باعث تاتاریون مین وہ آق سرائے (سپید محل)[1] مشہور ہوا، جب کبھی کشور کشائی کی غرض سے لشکر ساتھ لیے دنیا مین گشت لگانے سے مہلت ملتی تو زمستان کا زمانہ اسی آق سرائے مین بسر کرتا، شہر سبز کے دھوپ

---

(۱) دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۳۰۰

کھلے میدانون اور تخت سلیمان کی چوٹی کو دیکھکر جس کی برف کہر کے غبار مین چمکا کرتی تھی تیمور کی بصارت کو ہمیشہ ایک قسم کی راحت محسوس ہوا کرتی تھی،

سمرقند کی گذشتہ روایات نے تیمور کا دل اپنی طرف کھینچ رکھا تھا، بخارا کو دارالسلطنت بنانا پسند نہ کیا، سمرقند سے یہ شہر چھوٹا تھا مگر مدرسے، خانقاہین، کتب خانے اس مین بکثرت تھے، بخارا وہی مقام تھا جہان صدہا برس پہلے سکندر مقدونی نے مغلوب الغضب ہو کر اپنے وفادار و جان نثار خادم کلائیتوس کو قتل کر دیا تھا، اور یہی وہ شہر تھا جہان ڈیڑھ سو برس پہلے چنگیز خان نے اپنی فوجین مقیم کی تھین،

ابن بطوطہ جس نے یورپ کے مشہور سیاح مارکوپولو سے بھی زیادہ دنیا کے سیر و سفر مین عمر بسر کی تھی سمرقند کی نسبت لکھتا ہے کہ "وہ دنیا کے بزرگ اور بارونق شہرون مین ایک شہر ہے اور ایک دریا کے کنارے واقع ہے جسے نہر القصارین (دھوبیون کا دریا) کہتے ہین[1]، اس کے کنارے پن چکیان بکثرت ہین، دریا سے بہت سی نہرین نکالی ہین جو باغون کو شاداب کرتی ہین، نماز عصر کے بعد دریا کے کنارے لوگ سیر و تفریح کے لیے جمع ہوتے تھے، یہان بالاخانون اور مکانون مین مہتابیان ایسی بنی تھین جہان بیٹھکر لوگ چارون طرف کی سیر کرتے تھے، میوہ فروشون کی دکانین بھی بکثرت تھین؛ اس شہر مین بڑے بڑے محل اور یادگار عمارتین اہل سمرقند کی ۹۸
ہمت اور حمیت کی دلیل اب تک موجود ہین، لیکن ان کا بڑا حصہ شکستہ ہے اور شہر کا ایک حصہ

[1] سمرقند دریاے صغد کے جنوبی کنارے سے قریب واقع تھا، مگر اس کے مضافات بالکل ہی دریا کے کنارے تھے، اس دریا سے کئی نہرین نکلی تھین جن سے شہر کے باغات سیراب کئے جاتے تھے انھی نہرون مین سے ایک کا نام نہر القصارین تھا، ابن بطوطہ نے اسی نہر کو سمرقند کا دریا سمجھ لیا، مگر فی الواقع سمرقند دریاے صغد پر واقع تھا، ۶۱۶ھ ۱۲۱۹ء مین چنگیز خان کے مغلون نے اس شہر کو تقریباً منہدم کر دیا تھا، ابن بطوطہ نے اسے آٹھوین صدی ہجری مین دیکھا، اس وقت شہر کھنڈر پڑا تھا، نام باقی تھا، تیمور کے زمانہ مین یہ شہر پھر آباد اور پر رونق ہو گیا، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۴۶۵ - (مترجم)

بالکل منہدم ہو چکا ہے، شہر پناہ، شہر کے دروازے اور شہر کے باہر باغات بھی نہین ہین،،

تیمور نے سمرقند کو تقریباً اسی تباہ حال مین پایا، اس کے گرد باغ اور شہتوت کے درخت موجود تھے، پہاڑون کی بود و باش مین آفتاب سے گرم رہ کر اور صحت آور باد شمال سے تازگی حاصل کر کے سمرقند کے لوگ خوش اور تندرست رہتے تھے، یہان کی زرخیز زمین مین چار فصلین پیدا ہوا کرتی تھین، نہرون مین پاک صاف پانی بہتا تھا، دریا کا بند باندھکر ایک جھیل سطح زمین سے اونچی بنائی تھی، یہان سے سیسے کے نلون کے ذریعہ ہر گھر مین پانی پہنچتا تھا، زیادہ محنت و مشقت کی اہل سمرقند کو ضرورت نہ تھی، قرمزی کپڑا جسے ہم کرموازی کہتے ہین اور جس نے سرخ رنگ اور ایک کپڑے کے لیے ہماری زبان مین ایک لفظ پیدا کر دیا ہے، یہان خوب بُنا جاتا تھا، کارگاہون کی کھٹ کھٹ اور پانی کے گھنٹون سے جو اہل سمرقند کی صنعت کا نمونہ تھے پانی کے قطرون کے گرنے کی آواز ہر وقت سنائی دیتی تھی، کاغذ جو تمام دنیا مین بہترین سمجھا جاتا تھا وہ بھی یہین کی ساخت ہوتا تھا، مشرق اور مغرب کی تجارت کا مال اسی شہر کے دروازون سے گذرتا تھا، شہر مین کسی محراب کے سایہ مین نجومی بھی بیٹھا ہوتا جس کی باتین اور خبرین خالی از لطف نہ ہوتین، کہین سدھے ہوئے بجرے کا ناچ دیکھنے مین بھی کچھ کم لطف نہ آتا، شہر کے کھنڈر تو پھر کھنڈر ہی تھے، مگر لوگ کہتے تھے کہ "خدا نے جو کچھ کیا اچھا کیا"۔

اہل شہر امیر تیمور گورگان کی خدمت مین حاضر ہو جانے کو اپنے حق مین بہتری سمجھکر حاضر ہو گئے، اور امیر کو "شیر نیستان" "کشورکشا" اور "گورگان" (قسمت کا یاور) کہنے لگے، اسکی شان و شوکت کو دیکھکر اُن کی ہمتین بڑھین، لباس اور پوشاک کے وہ بڑے مبصر تھے، اور انھین یاد تھا کہ دس برس ہوئے بھی شخص ان مین اس طرح سے گذرا تھا جیسے روشنی مین سے پرچھائین

گذر جاتی ہو، اہل سمرقند کو یہ بھی یاد تھا کہ انھون نے سرحد کے مغلون کو جب انھون نے یورش کی تو کس طرح پسپا کیا تھا، گو یہ سچ ہے کہ ان کی کمک پر ایک وبا بھی تھی جو دشمن مین پھیل گئی تھی، حریر پہننے والے امراء اور سردار، زین ساز، کوزہ گر، گھوڑون کے سوداگر اور بردہ فروش سب خوش تھے کہ تیمور نے ان پر سے محصول معاف کر دیئے، لیکن اس کے ساتھ تیمور نے ان لوگون سے پوری مشقت بھی لی،

شہر پناہ جہان جہان سے ٹوٹ گئی تھی تیمور نے اپنے سامنے اُن کی مرمت کرائی، چوڑی چوڑی سڑکین شہر کے دروازون سے لیکر وسط شہر کے بازار (راس الطاق) تک تیار کرائین، سڑکون کا فرش پتھر کی سلین لگا کر سنگین کرا دیا، شہر کے جنوب مین ایک پہاڑی تھی جس پر ادنیٰ قسم کے مکانات بنے ہوئے تھے، امیر کے حکم سے جس پر عمل کرنا ناگزیر تھا یہ مکانات توڑ دیئے گئے اور پہاڑی بالکل صاف کر دی گئی، اس صاف جگہ پر ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی گئی،

شہر سے دریا تک جہان تیمور کا لشکر ٹھہرا کرتا تھا سڑکین بنوا دین اور باغون کے گرد دیوارین ۹۹
تعمیر کرائین، جابجا پانی کے پختہ تالاب تیار کرائے، دور کے نیلگون پہاڑون سے سنگ خارا کاٹ کر بیلون کے ٹھیلون پر لادے گئے، اور پھر ان ٹھیلون کو سمرقند پہنچایا گیا، ہرات اور ارگنج کے کاریگر فوجی رسالون کی حراست مین دار السلطنت مین لاکر آباد کئے گئے، غیر ملکون کے سفیرون کی سواریان سڑکون پر جن کے دو طرفہ سر درختیان تھین نکلتی نظر آیا کرتین اور شہر کی سرائین مسافرون سے بھری رہتین،

شہر کا رنگ بھی بدل گیا، تاتاری فیروزی رنگ کو جو آسمان کے گنبد، گہرے پانی اور بلند سے بلند پہاڑی سلسلون کا ہوتا ہے، بہت پسند کرتے تھے، تیمور نے ہرات مین نیلے رنگ کا

روغنی کام عمارتون پر دیکھا تھا، اور اب سمرقند مین بجائے خاکی رنگ کے عمارتون کے در و دیوار برج و گنبد سب فیروزی رنگ مین جھلکنے لگے، اس لاجوردی زمین پر سپید و سنہری تحریرین اور نقش و نگار عجیب بہار دیتے تھے،

اسی لاجوردی و نیلے رنگ کی وجہ سے سمرقند کو گوک کند یعنی نیلا شہر کہنے لگے،

سمرقند کے لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ امیر تیمور اور امیرون کی طرح نہین ہے، "پنجہ تیمور" ضرب المثل ہو گیا، جس سے مراد پنجۂ فولاد تھا، جس وقت تیمور اپنے مرکب خنگ اوغلن پر جو بڑے چوڑے چکلے ہاڑ اور چمکتے رنگ کا جانور تھا سوار ہوتا تو لوگ اُسے دیکھتے ہی رستہ چھوڑ دیتے، امیر کے جلو مین وزراے روشن ضمیر اور امرا ے باوقار ہوتے جنکو مختلف ولایات کی حکومت سپرد تھی، اور گرد راہ مین قرمزی اور روپہلی رنگ چمکتے نظر آنے لگتے، تیمور جس وقت مسجد کے دروازے سے برآمد ہو کر محراب مین قیام کرتا اور ملا اور مشائخ لمبے لمبے جبے پہنے ہوئے اس کی تعریف کرتے اور فقیر اُسے اَن داتا کہکر صدا لگاتے تو بہت کم لوگون کو اس کے سامنے آنے کی جرأت ہوتی، کیونکہ یہ دراز قامت فرمانروا انھی لوگون کی فریاد سنتا تھا جنھون نے لڑائیون مین اس کی خدمت کی تھی، اگر شہر کے دو آدمی ایک دوسرے کو کسی جرم سے متہم کرتے تو تیمور بہت جلد قول فیصل سنا دیتا، اور دونون مین سے ایک کا سر جلاد اشارہ پاتے ہی اڑا دیتا،

شہزادی خانزادہ کا اور گنج سے سمرقند آنا شہر کے لوگون کو مدتون یاد رہا، اس دن شاہزادی کی منزلون مین قالینون کا فرش تھا، بیت

بہر منزلے مجلسے ساختند　　　بہشتے نو آئین بہ پرداختند

تیمور کے لشکرگاہ کی زمین پر زربفت بچھا تھا، ع ہمہ پشت زمین شد روے دیبا،

۱۰ شہزادی خانزادہ اُشترِ سپید پر شغدف مین بیٹھی چہرہ پر نقاب ڈالے نظر آئی، سواری کے گردشہ سوارون کے دستے تھے، جلو مین گھوڑون اور اونٹون کی قطارین تھین، جنپر دلہن کا جہیز رکھا تھا، تیمور کے امراے عظام اور تواچیان جو عروس کے استقبال کے لیے پہلے ہی روانہ ہوئے تھے اس وقت اپنے پھریرے اور پرچم اڑاتے ہوئے سواری کے ساتھ تھے،

اور اب غروب آفتاب کے بعد جبکہ خشک ہوا کے جھونکے خیمہ وخرگاہ کو ہلا ڈالتے تھے، اکاکیا کے درختون مین جنمین گلِ ابریشم کھلے ہوئے تھے، زر و قندیلین روشن کی گئین، صندل اور عود کا دھوان سراپردے کی اونچی چوبون کے گرد بل کھا کر اٹھنے لگا، تیمور مہمانون مین آیا، غلامون نے اہلِ دستار پر زر و گوہر نثار کئے،

مورخ لکھتا ہے کہ ہر جگہ شادی وفرح غالب تھا، رنج کا کہین گذر نہ تھا، "نام ونشان غم چنان گم شد کہ بادۂ غم گسار بیکار ماند" سراپردۂ شاہی کی چھت گیری آسمانی رنگ کی تھی اور اس مین جواہرات کے ستارے ٹکے تھے، عروس کی خلوت گاہ پر زربفت کا پردہ پڑا تھا، اور دلہن کی سیج کوہ قاف کی ملکہ کی سیج سے بھی زیادہ حسن وجمال رکھتی تھی،

شہزادی خانزادہ جس قدر جہیز[1] لے کر اپنے نوشہ جہانگیر کے گھر آئی تھی وہ مہمانون کو دکھایا گیا تیمور نے ایک دوسرے شامیانے کو ان تحائف سے بھر دیا جو اپنے فرزند کی طرف سے عروس کو دیے

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۴۰،

چہ از تاج پرمایہ و تخت زر — چہ از یارہ و طوق و زرین کمر
بسے زیور از گوہر شاہوار — بسے خاتم و یارہ و گوشوار
بسے درج و صندوق باقفل زر — پر از لعل و یاقوت و در و گہر
ز پوشیدنی و ز گستردنی — ز ہر جنس کان بود آوردنی
کت و خیمہ و خرگہ و گندلان — ز ہر گونہ چندان کہ صد کاروان

تھے، ان مین کمر بند طلائی، سیم وزر، یاقوت والماس، مشک وعنبر، خزوحریر، دیبا و زربفت تھا اور ولایت خطا کے بنے ہوئے ریشمین لباس تھے جن پر زری کا کام تھا، اور ان چیزون کے ساتھ عمدہ گھوڑے اور حسین باندیان بھی تھین[1]، مورخ ان چیزون کے بیان اور تعریف مین کچھ دیر تک مصروف رہا ہے، اور لکھتا ہے کہ شادی کے دنون مین ہر روز ایسی ہی بیش بہا چیزون کا ایک پورا خزانہ خالی کر دیا جاتا تھا، بیت

بدین گونہ چندے بہ بزم شہی ... ہمی کرد ہر روز گنجے تہی

کیا عجب ہے کہ جس وقت تیمور نے اپنے لخت جگر جہانگیر کو نوشہ اور شہزادی خوارزم کو عروس بنے دیکھا ہوگا تو اس کو اپنی وہ رات یاد آئی ہوگی جب کہ الجائی خاتون لشکر گاہ مین دلہن بنکر آئی تھی اور اس کے آتے ہی نقارے اور شادیانے بجنے لگے تھے اور جسوقت الجائی ریگستان مین پیادہ پا تیمور کے ساتھ چل رہی تھی تو ہنس ہنس کر کہتی تھی کہ "اب اس سے زیادہ اور کیا لکھا پورا ہوگا کہ پیدل چلنا پڑ رہا ہے"

مگر خانزادہ کی تقدیر کچھ اور ہی تھی، وہ ایک فاتح کے فرزند اکبر کی پہلی بیوی تھی، جہانگیر اپنا دربار خیل وحشم علٰحدہ رکھتا تھا، خانزادہ کے حسن وجمال پر اُسے ناز تھا، یہی باتین تھین کہ ایکمرتبہ شہزادی خانزادہ نے امیر تیمور کو کسی قدر برہم کر دیا،

---

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۲۴۶،

زدینار و یاقوت و مشک و عبیر ... ز دیبائے زربفت و خز و حریر
ز چینی نسیج و خطائی پرند ... گذشتہ ز اندازۂ چون و چند
ز روز یور و گوہر شاہوار ... وزان گونہ چیزے کہ آید بکار
بسے جامہائے گرانمایہ نیز ... پرستندۂ و اسپ و ہرگونہ چیز

لیکن خانزادہ نے فوراً عرض کیا، "اے امیر فاتح وہ ہے جو بادشاہ اور فقیر دونون کا قصور معاف کردے، اگر کسی سے خطا ہوئی ہو تو عفو تقصیر کرے، کیونکہ جب دشمن خواستگار معافی ہو تو پھر اس کو دشمن نہین تصور کرنا چاہیے، ایک فاتح جب کوئی چیز کسی کو بخشتا ہے تو اس کے معاوضے کا وہ متوقع نہین ہوتا، وہ کسی ایک شخص کی دوستی پر حصر نہین کرتا، اور نہ اس کا غضب صرف ۱۰ ایک ہی دشمن پر نازل ہوتا ہے، کیونکہ سب اس سے ادنی ہوتے ہین اور اس کو سب پر قدرت حاصل ہوتی ہے"،

تیمور نے کہا "ہان، میرے خدمت مین بڑے بڑے عظیم الاقتدار امرا، ایل والوس حاضر رہتے ہین، لیکن ایک گدائے بے نوا کے الفاظ نے مجھے اس وقت متردد کردیا ہے"۔

خانزادہ کی ذہانت و فراست سے تیمور خوش ہوتا تھا، گو وہ یہ جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہتی ہے اپنے عزیزون اور رشتہ دارون کی سفارش مین کہتی ہے، جب جہانگیر کے گھر مین خانزادہ کے بطن سے پہلا بیٹا پیدا ہوا تو تیمور کو اس خبر سے بے انتہا مسرت ہوئی،

تیمور نے خود اپنی پہلی بیوی کے مرنے کے بعد سرائے ملک خانم (دلشاد آغا) سے نکاح کیا تھا، سرائے ملک خانم کا پہلا شوہر امیر حسین پسر قزغن تھا، پرانے مغلون مین یہ دستور تھا، کہ خاندان شاہی کی مستورات اگر ان کے شوہر لڑائی مین مارے جاتے تھے تو وہ نئے بادشاہ کے محل مین داخل کرلیجاتی تھین، دلشاد آغا نسل چنگیز خان سے تھی،

سرائے خانم (دلشاد آغا) تیمور کی بیوی اور ملکہ تھی، خیمہ و خرگاہ مین گھر کی مالک وہی تھی، جس وقت تیمور لڑائی کے میدان مین ہوتا اور سرائے خانم ساتھ ہوتی تو سرداران جنگ اسکی تعظیم و تکریم کا فرض ادا کرتے رہتے، شرفائے تاتار کی اور عورتون کی طرح ملکہ سرائے خانم بھی کثیر الاولاد

ثابت ہوئی، اکثر شکار مین تیمور کے ساتھ رہتی تھی، شوہر کی بڑی وفادار بیوی تھی، پوتے پوتیان نواسے نواسیان سب اس عفیفہ کے گرد جمع ہو کر دولت گورگانی کا دم بھرتے تھے،

تیمور سمرقند مین بہت کم نظر آتا تھا، سرحدون سے قاصد یا شتر سوار اس کی خبرین لایا کرتے یا کسی شہر کی فتح کے بعد وہان کا مال غنیمت جب گاڑیون مین بھرا ہوا شہر مین آتا تو لوگون کو معلوم ہوتا کہ امیر کہان اور کس حال مین ہے، ماوراء النہر مین اب بالکل امن ہو گیا تھا، تیمور ہر سال سمرقند سے مغرب کی سمت مین خراسان کی سڑک سے نیشاپور اور مشہد کی زیارت گاہون سے ہوتا ہوا بحر خزر کو جایا کرتا تھا، اہل سمرقند نے سنا کہ قوم سربداری کو جس نے مدت سے تاخت و تاراج کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا تیمور نے نیست و نابود کر دیا،

بلاد شمال کی طرف مراجعت کرنے کے حالات لوگون کو بہت کم دریافت ہوتے تھے، لیکن ایک مرتبہ وہ جتہ مغلون کے دار الریاست تک بلکہ اس سے بھی آگے پہنچ گیا تھا، سمرقند کی کاروان سراؤن مین قصے بیان ہوا کرتے تھے کہ دشت گوبی کی ریگ روان مین تیمور گورگان کا کس طرح گذر ہوا، قمر الدین نے جو جتہ کا آخری خان تھا تیمور سے لڑنے کی جرأت کی، مگر شکست کھائی، اس کا گھوڑا پکڑ لیا گیا، اور وہ خود میدان سے تن تنہا فرار ہوا[1]،

تیمور نے اپنے فرزند جہانگیر کو لکھا کہ "پہلے تو ہم نے آگ کے شرارون کو بجھایا تھا، مگر اب آگ ہی کو بالکل سرد کر دیا"

جس وقت تیمور ولایت خطا والی سڑک سے جو طول مین ایک ہزار میل تھی سمرقند پہنچا ہے،

---

[1] اس واقعہ کے حالات کے لیے دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۲۶۸،

توشہر کے لوگ شہر کے باہر والے باغون سے بھی آگے بڑھکر استقبال کو حاضر ہوئے، مگر یہ سب لوگ سیاہ پوش اور بالکل خاموش تھے،

امیر سیف الدین جو امرا مین سب سے زیادہ عزت رکھتے تھے چند افسرون کے ساتھ تیمور کی طرف بڑھے، ان سبھون نے سرون پر خاک ڈال رکھی تھی، تیمور نے جب ان کو آتے دیکھا تو گھوڑے کی راسین کھینچین، امیر سیف الدین گھوڑے سے اترے کچھ دور پیدل چلے اور قریب آکر امیر تیمور کی رکاب پکڑ لی، اوپر نہ دیکھا،

تیمور نے کہا "کہتے کیون نہین، ڈرتے کیون ہو"

امیر سیف الدین نے عرض کیا "ڈرتا نہین، مگر ہیہات، عالم جوانی مین کہ ابھی قوی پوری توانائی کو نہ پہنچے تھے حضور کے لخت جگر نے سفر آخرت اختیار کیا"

شہزادہ جہانگیر کی بیماری کا حال امیر تیمور کو کسی نے نہین لکھا تھا، تیمور کی واپسی سے کچھ دن پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا، سیف الدین نے جو شہزادہ کے اتالیق تھے اتنی ہمت کی کہ باپ کو بیٹے کے مرنے کی خبر دی،

تیمور نے سیف الدین سے کہا "جاؤ، اپنے مرکب پر سوار ہو" جب بڈھے سیف الدین گھوڑے پر سوار ہو لیے تو تیمور نے جلو کے سوارون کو آہستہ قدم چلنے کا حکم دیا، اب تمام فوج کو جو تیمور کے ساتھ تھی جہانگیر کی موت کا حال معلوم ہو گیا، فوج آخر کار سمرقند مین داخل ہوئی،

اسی شب کو جہانگیر کے قرنا اور نقارے جو زندگی مین اسکی آمد کی خبر دیا کرتے تھے تیمور کے سامنے لاکر توڑ دیئے گئے تاکہ پھر کوئی ان کو نہ بجا سکے، تھوڑی دیر تک تیمور نے لب بند کر کے اس تکلیف کو ضبط کیا، اپنی چیزون مین جہانگیر سے زیادہ کسی سے اس کو الفت نہ تھی،

پندرھوان باب

سیراوردہ

اب جو کچھ گذرا اس کے سمجھنے کے لیے سو برس پہلے کے واقعات اور قوبلائی پسر تولی پسر چنگیز خان کی طرف یا یہ سمجھنے کہ قوبلائی خان کے زمانے مین جو سلطنتین مغلون کی تھین ان کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے،

چنگیز خان کی فتوحات اس قدر جلد اور وسیع پیمانہ پر ہوئی تھین کہ کل بلاد و امصار مفتوحہ پر کسی شخص واحد کا بڑی مدت تک حکمران رہنا نہایت مشکل تھا، چنگیز خان کا پوتا قوبلائی خان گو اب تک خاقان کا درجہ رکھتا تھا اور چنگیز خان کی جسقدر اولاد اس وقت فرمانروائی کر رہی تھی، ان کا سر خاندان اور افسر بالا تھا، لیکن اپنی ذات سے وہ صرف ولایت خطا[1] کا فرمانروا تھا، یعنی اپنے پایہ تخت خان بالغ (پیکنگ) مین بیٹھکر دشت گوبی کے بلاد اور کوریا کے ملک اور چین خاص پر حکمرانی کرتا تھا، باقی تمام مغلی ممالک مین چنگیز خان کے اور پوتے صاحب حکومت تھے مگر ہمیشہ آپس مین لڑتے رہتے تھے،

ان کی لڑائیان گھر کی لڑائیان تھین، مگر بڑی وحشت ناک اور نا مختتم جن کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا

---

[1] ولایت خطا سے مراد ملک چین کا معتد بہ شمالی اور وسطی حصہ ہے، (مترجم)

تھا، باوجود اس کے مغلون کی سلطنتین ابھی تک صحیح و سلامت تھین سفیرون کی آمد و رفت، کاروانون

کے راستون سے مال تجارت کا گذرنا بدستور جاری تھا، شمالی سڑک جو یورپ مین روما سے موسکو

(مسکو) اور موسکو سے وسیع میدانون مین گذرتی ہوئی المالغ[1] اور المالغ سے دشت گوبی کو طے

کرتی ہوئی خان بالغ (پیکنگ چین) تک آئی تھی مسافرون اور قافلون کے لیے کھلی ہوئی تھی؛

اسی طرح دار الخلافت بغداد سے خان بالغ (پیکنگ) تک سڑک جاری تھی، چنانچہ قوبلائی خان

کی وفات کے ایک پشت بعد ایک اولو العزم عرب (افریقہ کے گوشہ شمال مغرب کے شہر طنجہ کا رہنے

والا) ابن بطوطہ نامی سیر و سفر کو اٹھا اور اس نے یورپ کے مشہور سیاح مارکو پولو سے بھی زیادہ دنیا

کی سیاحت کی، ۷۴۱ھ ۱۳۴۰ء مین انھی سڑکون سے راستہ طے کرتے ہوئے پاپائے رومہ بنیڈکٹ

دوازدہم کے ایلچی ولایت خطا پہنچکر خاقان کے دربار مین حاضر ہوئے تھے، المالغ خاقان جتہ (یعنی

اولاد چغتائی پسر چنگیز) کا پایہ تخت تھا، یہان عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لیے ایک پرانا مشن مدت

سے موجود تھا، جو یورپ کے ذہن سے تقریبًا محو ہو چکا تھا،

لیکن اب مغلی سلطنتون کے سلسلہ کی ایک کڑی (باشندگان خطا کی سخاوت کی وجہ سے)

غائب ہو چکی تھی، جنوب مغرب مین ایک عرصہ سے ایل خانیون کی سلطنت ایروشلم سے ہندوستان

تک قائم چلی آتی تھی، ۷۰۵ھ ۱۳۰۵ء تک ان ایلخانی بادشاہون کے دربار مین ایڈورڈ اول بادشاہ

انگلستان اور جیمس ثانی بادشاہ ارغون (اسپین) اور قسطنطنیہ کے یونانی قیصر اور بادشاہ

آرمینیہ کے ایلچی سفر کی صعوبتین اٹھا کر حاضر ہوتے رہے تاکہ مغلون کے بادشاہ خان اعظم ۱۰۴

[1] المالغ یا المالیغ یا المالیق سلطنت چین مین مغولستان کے شمالی مغربی سرحد کے قریب ایک بڑا شہر مغلون کا بسایا ہوا تھا، اس کے کھنڈر شہر کلجہ کے قریب جو اس سرحد سے نزدیک دریائے ایلہ پر واقع ہے دریافت ہوئے ہین، دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی صفحہ ۴۸۷،

کی خوشنودی کو اپنے حق مین برقرار رکھین،

یہی زمانہ تھا کہ عیش وعشرت کی بلاے بد اور ایرانی ریاستون کے حاکمون کی سازشون، عرب اور ملوک مصر اور اہل فارس کے حملون اور یورشون نے دولت ایل خانی کو معرض زوال مین ڈالا اور بدعملی پھیل گئی، اسی زمانہ مین خطا کے مغل خاقان سے باشندگان چین نے سرکشی کی اور خاقان نے اپنے مغل قبیلون کو چین سے نکال کر دشت گوبی کی طرف جو ان کا اصلی وطن تھا ہٹا دیا، ان مغل خاقانون کو جو چین پر ملک رانی کرتے تھے چین کے تمدن نے ناکارہ کر دیا تھا، فتح وظفر کا راز جس سے وہ پہلے خوب آگاہ تھے اب انھین یاد نہ رہا تھا، اپنے حال پر انھین حیرت بھی ہوتی تھی اور غصہ بھی آتا تھا، بہرکیف چینیون نے انھین ہٹاتے ہٹاتے دیوار چین کی پشت تک پہنچا دیا، پھر بھی قبائل مغل گاہے گاہے چین پر یورشین کرتے رہے، مگر فاتح کی حیثیت سے بڑی شاہراہون سے گذرتے ہوے پھر وہ کبھی نظر نہ آئے،

مغلون کی سلطنتون مین سب سے چھوٹی سلطنت جتہ مغلون کی تھی جتہ کے نام سے چغتائی پسر چنگیز خان کی اولاد پکاری جاتی تھی، امیر قزغن شاہ ساز نے جتہ سے ان کی سلطنت کا جنوبی حصہ چھین لیا تھا، ۷۷۷ھ ۱۳۷۵ء مین امیر تیمور نے ان کو ان پہاڑون سے جو ان کے دارالحکومت المالیق کے گرد تھے اور جس پر ان کا قبضہ تھا نکال باہر کیا،

تیمور جس وقت اقطاع شمال کی طرف بڑھا تو اس نے پہاڑی سلسلون ہی کو جو سد راہ تھے عبور نہین کیا بلکہ ان سرزمینون پر بھی وہ ایک دیو مہیب کی طرح اس طرح پاکشادہ کھڑا ہو گیا کہ شمال کی شاہراہین (جنھون نے یورپ اور ایشیا کو طے کیا تھا) اس کے قدمون کے نیچے سے گذرتی نظر آنے لگین اور بلا قصد وعلم ان وحشی قومون کے گھر تک پہنچ گیا جو ارض جنوب مین تاخت وتاراج کے لیے یورشین

کیا کرتی تھین، یہ قومین سیتھین، آلان، ہونی، ترک اور مغل تھین جو ایشیا کے میدانون اور صحراؤن مین آوارہ گرد رہتی تھین، انھی قومون سے تیمور کے آباو اجداد تھے اور انھی کی اولاد یعنی اپنے بھائی برادرون کو تیمور اپنے قابو مین لایا، یا یہ سمجھئے کہ ایک صاحب تمدن نے ایسے عزیزون کو جو تمدن نہ رکھتے تھے صحرا کی طرف بھگا دیا،

۷۷۲ھ (۱۳۷۰ع) سے ۷۸۲ھ (۱۳۸۰ع) کے دہ سالہ زمانہ مین قدیم (چنگیز خانی) سلطنت مغلیہ کا تین چوتھائی حصہ نقشے پر سے مٹ گیا، بڑی بڑی راہین جنکا گذر ملکون ملکون مین سے ہوا تھا بند ہوگئین، لیکن مغلون کی سلطنت کا سب سے اہم اور مضبوط حصہ سلامت رہا، یہ حصہ تیمور کی قلمرو کے شمال اور مشرق مین تھا اور اس کا نام سلطنت سیراوردہ تھا،

سلطنت سیراوردہ[1] کی ابتدا جوجی خان سے ہوئی جو چنگیز خان کا سب سے بڑا فرزند تھا۔ سیراوردہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ باتو خان پسر جوجی خان کے سراپردہ کا گنبد زری کا تھا، (سیر تاتاری زبان مین

---

[1] سیر آوردہ مین ذیل کے قبیلے شامل تھے،

(۱) (ایشیا) قبائل جو دریائے سیحون (سیر دریا) کے شمال مین پرانی سلطنت قراختائی مین آباد تھے (یہ سلطنت چنگیز خان نے فتح کرکے اپنے سب سے بڑے فرزند جوجی کو تفویض کی تھی، جوجی کا انتقال باپ کی زندگی مین ہوگیا تو اسکا فرزند اوردہ خان ان قبیلون کا خان ہوا)

(۲) (یورپ) قبائل جنکو باتو پسر جوجی نے یورپ مین فوجکشی کرکے اپنی حدود سلطنت کو بڑھانے کے وقت اپنا تابع کیا، نیز وہ قبیلے جنکو ترکی خانات قپچاق سے تعلق تھا،

(۳) (یورپ) قبائل جو باتو پسر جوجی کی حدود حکومت سے بھی شمال مین آباد تھے یہی دریاے ولگہ (رود اتل) کے بالائی اقطاع یعنی بلغاریہ عظمیٰ کے قبیلے تھے اور انکو تکہ تمور پسر جوجی نے اپنا مطیع بنایا تھا (ان اقطاع کا موقع یورپین روس کے مشرقی اور وسطی اضلاع تھے)

سونے کو کہتے ہین اور اوردہ یا اردو کے معنی خیمے یا سراپردے کے ہین) سیراوردہ کے قبیلے خوب
پھُولے پھلے کیونکہ مغربی ایشیا اور روس کے وسیع میدان خانہ بدوش قومون کی ضرورتون کیلئے
بہت اچھے تھے | قبائل سیراوردہ کی نسل اور ان کے مواشی بڑھتے گئے اور ڈیڑہ سو برس تک ١٠٥
انھون نے یورپ کا ناطقہ بند رکھا،

تیمور کی ولادت کے وقت سلطنتِ سیراوردہ کی قوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، کھلے میدانون
مین زندگی بسر کرنے کی عادت اور قتل وغارت کا مزہ پڑا ہوا تھا، ان چیزون نے لڑائیون کے
لیے قبائل سیراوردہ کو خوب مضبوط ومستعد بنائے رکھا بلکہ جارحانہ حیثیت سے بھی بڑھ کر جابر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ١٤٩) (٤) (یورپ ایشیا) قبائل جو اوردہ پسر جوجی کی حدود سلطنت سے شمال مین اس ملک مین
بستے تھے جسے آجکل قرغیز قزاق کا ملک کہتے ہین ان اقطاع مین شیبان پسر جوجی حکومت رکھتا تھا،

(٥) (ایشیا) قبائل جو دریائے یورال (یایق یا جایک) اور دریائے ییمبہ کی درمیانی زمینون مین آباد تھے، ان
قبائل کا قدیم نام ایچی نیک تھا جو بعد کو نوغائی ہوگیا، ان کا فرمانروا تیول پسر جوجی تھا،

دوسرے الفاظ مین سیراوردہ سے مراد قبائل قبچاق مغربی اور قبائل قبچاق مشرقی تھا، مغربی قبچاق کا مسکن وہ ملک تھے جو دریائے
نیپر اور دریائے ولگہ (اتل) سے سیراب ہوتے ہین، یہ ملک وسعت مین شرقاً غرباً دریائے یورال سے دریائے نیپر تک اور شمالاً
جنوباً بحر اسود اور بحر خزر سے لیکر یوگک تک پھیلا تھا۔ (ہوورتہ جلد ٢-٣٦-١٩٤) مشرقی قبچاق کا ملک دریائے
سیحون کے زیرین حصون سے لے کر کوہ کوچک تاغ تک تھا، اس قطعہ کے مغرب مین باتو خان کے قبائل
کوک اوردہ، شمال مین شیبان کے قبائل اوزبک، مشرق مین خانات چغتائیہ، جنوب مین دشت قزل قم
اور سلسلۂ کوہ اسکندر تھا، (ہوورتہ جلد ٢ صفحات ٢١٦-٢٦٢)

(اس کل نوٹ کے لیے ملاحظہ ہو لین پول کی کتاب اسلامی خاندانہائے شاہی صفحات ٢٢٢-٢٣١
خاندان باتو کے تحت مین جس قدر قبائل تھے جن کا نام اوپر لیا گیا ان سب کے لیے ایک عام لفظ
سیراوردہ بنا لیا گیا تھا، باتو خان کا پایہ تخت سرائے کا شہر تھا، جو دریائے ولگہ (اتل) کے دہانے سے شمال
مین تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر اسی دریا کی ایک شاخ کے کنارے جس کا نام ختبہ تھا واقع تھا، (مترجم)

اور سفاک ثابت کر دیا،

یہ خانہ بدوش قومین برف کے ملکون مین آوارہ گرو رہتی تھین، شمال کے میدانون سے جہان تیز و تند ہوائین چلا کرتی تھین ان کی عورتین اور بچے بند گاڑیون مین گذارا کرتے تھے، گاڑیون مین بَیل جُتے ہوتے تھے اور یہ گاڑیان ان کا گھر ہوتی تھین اور انھی گاڑیون کے شہر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے، باورچی خانہ بھی گاڑی ہی پر ہوتا تھا، اور خاکی نمدے کی گنبد دار مسجدین بھی گاڑیون ہی پر رکھی ہوتی تھین، کبھی کبھی یہ خانہ بدوش بالکل شمال مین جہان صحرا کے نہایت سبزا ونچے اونچے درختون کی قطارین گھاس اُگنے والی زمینون کی حد قائم کرتے ہین ایسے قلعون مین پناہ لیتے تھے جن کے در و دیوار برج اور آثار سب لکڑیون کے موٹے موٹے کُندون کے ہوتے تھے،

ان لوگون مین بہت سے نیم بت پرست تھے، لمبے لمبے بالون والے شامان جنگی مٹی مین چھوٹی چھوٹی لوہے کی مورتیان آویزان ہوتی تھین، مسجد کے ملاؤن کے پاس جا بیٹھتے تھے، کہین مسجد والی گاڑیان کھڑی ہوتین اور ان کے سامنے پلے ہوئے ریچھ زمین پر پڑے سوتے ہوتے، گھوڑون کے گلّے چراگاہون مین چھٹے چرا کرتے، مگر ان چراگاہون کو بھی قرار نہ تھا کبھی وہ یہان ہوتے کبھی وہان، گھوڑون کا شمار نہ تھا اور بھیڑون کا تو کچھ کہنا نہین، کتے جو بھیڑون کی رکھوالی کرتے تھے وہی ان کی گنتی بھی کر سکتے ہونگے،

ان قبائل مین جو لوگ صاحبِ حکومت تھے وہ مغل تھے، باقی ان ہی زمینون کے متوطن تھے جنھین ہمارے بزرگ "سایے اور آسیب کا ملک" کہا کرتے تھے، ان کے نام بھی قطب شمالی کی قومون کے نامون کی مثل تھے، مثلاً قبچاق (صحرائی)، کنگلی یا قنقلی (اونچی گاڑی) قرق

قیر غیز، مردوا، بلغار، آلان وغیرہ وغیرہ، انھی مین یورپ کے جلیسی اور جینوی بھی تھے جو پھیری والے تاجر بنکر یورپ مین پھرا کرتے ہین، علاوہ ان کے کچھ آرمینیہ کے لوگ اور بہت سے روسی بھی تھے، مگر سب سے بڑھی ہوئی تعداد ترک و تاتار کی تھی، بہرکیف آسانی اسی مین ہے کہ قومون اور قبیلون کے اس پورے مجموعے کو سیراوردہ کہین،

یہ قبائل تیمور کے تاتاریون کے بھائی بند تھے، ترچھی آنکھین، چھدری ڈاڑھیان، ہاتھ پاؤن اور چہرے کی رگین ابھری ہوئین، ارادے کے پکّے اور بلا کے جفاکش، قاقم اور ریشم کے دگلے پہننے والے لوگ تھے، ہتھیار بھی عمدہ قسم کے رکھتے تھے، اور اس زمانے کے روسیون کے مقابلے مین ان مین وحشت بھی کم تھی، کاریگر بھی اچھے تھے، روسیون کے لیے سکہ بناتے تھے تاکہ روسی خراج مین وہی سکّہ انکو واپس کرین، حساب کرنے کی کلین بھی بنا کر ان کے ہاتھ بیچتے تھے تاکہ جس وقت جبرًا ان سے روپیہ وصول کیا جائے تو انھی کلون پر حساب کر کے رقم ادا کرین، کاغذ بھی اچھا بنا کر روسیون کے ہاتھ فروخت کرتے تھے اور اسی کاغذ پر روسی شہزادون کے نام حکمنامے اور فرامین لکھکر جاری کرتے تھے،

خانانِ سیراوردہ اپنے تخت گاہ سرائے یا استراخان مین بیٹھے دور سے ملک روس پر ۱۰۶
حکومت کا ڈنکا بجاتے تھے، روس کے داعیان ریاست تحائف اور زرِ خراج لے کر انکی خدمت مین حاضر ہوا کرتے مگر قبائل سیراوردہ خود روس مین اس وقت وارد ہوتے جب کہ یہ والیانِ ملک خراج دینا بند کر دیتے، اور ان کے وارد ہونے کی غرض یہ ہوتی کہ روسیون کے شہر جلادین قتل و غارت کا بازار گرم کرین اور جو چیز پسند آئے خرجیون مین بھر کر چلتے بنین،

مشرقی یورپ کے سیاسی توازن کی میزان انھی مغلون کے ہاتھ مین تھی، اس کے کچھ مدت

بعد انھون نے پولستان کے وسطی حصون پر حملہ کر دیا، یہ حملہ ایک خان کی سرکردگی مین ہوا تھا جس نے قیصر قسطنطنیہ کی بیٹی سے شادی کی تھی، دارالحکومت سرائے مین تاجران وینس اور جینوا کے گماشتے حاضر ہوتے تھے، ان تاجرون نے سیرآوردہ کی قلمرو مین تجارت کی منڈیان جابجا قائم کر رکھی تھین، صرف موسکو کے والی ریاست ڈیمیتری نے خانِ سرائے کی قوت کو صدمہ پہنچایا، اس نے روس کے تمام والیانِ ریاست کو جمع اور ڈیڑھ لاکھ تلوار چلانے والون کو بھرتی کر کے ممائی کا مقابلہ کیا، اور دریائے دون کے کنارے اس فوج کو لا کر اس سے لڑا، ممائی کو شکست ہو گئی، روسیون کے لیے یہ دن بڑی خوشی کا تھا مگر یہ خوشی کا دن جلد ختم ہو گیا اور روسیون کو کہنا پڑا کہ "ہم نے تلوار اٹھائی لیکن اپنے باپ دادا سے بھی زیادہ مصیبتون مین گرفتار ہو گئے جنھون نے مغلون کی اطاعت قبول کی تھی"

اسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ قرم (کرائمیا) کا خان توقتمش اپنے عزیزون یعنی سیراوردہ سے بھاگ کر تیمور کے دربار مین پناہ لینے[1] آیا، یہان پہنچا ہی تھا کہ ایک سردار گھوڑے پر سوار تیمور کے پاس آیا، یہ سردار سیراوردہ کا ایلچی تھا،

ایلچی نے تیمور سے عرض کیا "اے امیر ارس خان بادشاہ مشرق و مغرب، سلطان سرائے و استرا خان و امیر کوک اوردہ و آق آوردہ و خانانِ صبیر نے آپ سے کہا ہے کہ توقتمش نے میرے فرزند کو مار ڈالا ہے اور وہ آپ کے پاس پناہ کے لیے چلا آیا ہے، توقتمش کو فوراً واپس کیجیے ورنہ مین آپ سے جنگ کرون گا اور اس جنگ کے لیے بہت جلد ایک میدان تجویز کیا جائے گا[2]"

تیمور کے لیے لڑائی سے بہتر کیا چیز تھی، سیراوردہ نے جن زمینون اور قبیلون پر اپنی حکومت کا

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۴، [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۷،

سکہ بٹھایا تھا، ان مین سے بعض کو تیمور تسخیر کرچکا تھا، اس لیے اور بھی ایک دن سیراور دہ سے مقابلہ ہوناضروری
تھا، توقتمش خاندانِ چنگیز خان سے تھا، یہ تیمور کی خوش قسمتی تھی کہ ایک چنگیز خانی شہزادہ اس کے دربار مین ۱۰۷
خود چلا آئے، اگر وہ عالی نسب نہ ہوتا تو بھی تیمور کسی حال مین ایسے شخص کو جس نے اس کے ہان پناہ
لی تھی دشمن کے حوالے نہ کرتا،

تیمور نے ایلچی کو جواب دیا "توقتمش نے میری پناہ ڈھونڈی ہے، مین تمھارے مقابلہ مین اوسکی
حمایت کرون گا، اُرس خان کے پاس جاؤ اور اس سے کہدو کہ لڑائی کی دھمکی مین نے سنی، مین لڑائی
کے لیے تیار ہون[1]

تیمور نے توقتمش کی ضیافت کی اور اس کو اپنا پسر کہا اور شمالی سرحد پر اس کو دو قلعے عنایت کیے،
فوج اور فوج کے افسر بھی مدد کے لیے دیئے، یہ دونون قلعے ایسے تھے جو تیمور نے سیراور دہ سے فتح
کئے تھے، ان مین ہر قسم کا اسباب روپیہ، ہتھیار، اونٹ اور گھوڑے کوس وعَلَم مہیا تھے[2]

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۰، تیمور نے کہا "توقتمش پناہ بمن آوردہ است من اورانچہ اہم داد، اما حکایت جنگ اسباب آن آمادہ ومہیا است

برو از من بگو پیشِ ارس خان | زباران مرغ آبی را مترسان
دلیرانِ مرا جنگ است پیشہ | کہ شیرانند دشتِ رزم بیشہ
نترسد مرد کار از بیشۂ خود | نہ شیر خشمناک از بیشۂ خود

[2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۵،

"آنحضرت (تیمور) مقدم اُو (توقتمش)، را عزیز وگرامی داشتہ مکارم اخلاق پادشاہانہ در باب ترحیب وتکریم او
ہیچ دقیقۂ نامرعی نگذاشت وبعد از اقامت رسم طوی چندان مال از زر وجواہر وخلعت وکمر واسلحہ وامتعہ واسپ وشتر و
خیمہ وخرگاہ وکوس وعَلَم وخیل وحشم وسایر اسباب حشمت وبزرگی باو واتباع او داد کہ وصفش نگنجد در بیان واورا از غایت
احترام واہتمام پسر خواند"

اس کل سامان کے پانے پر توقتمش نے قبائل سیراوردہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی، تیمور نے پھر ویسا ہی سامان جنگ اس کو دیا مگر توقتمش کو پھر ہزیمت ہوئی اور نوبت بہ اینجا رسید کہ تن تنہا امیر تیمور کے مرکب خنگ اوغلن پر سوار سیحون تیر کر دوسرے کنارے پہنچا اور چونکہ زخمی بہت تھا اس لیے ایک جھاڑی کے نیچے جا بیٹھا، یہان خستہ حال پڑا تھا کہ قبیلۂ برلاس کا ایک سردار جو لشکر کی خبر و خبر پر مقرر تھا اس کے قریب آیا اور اُسے اٹھا کر تیمور کے پاس لے گیا، اب قسمت پھر پلٹا کھاتی ہے، ارس خان فوت ہوا، توقتمش نے تختِ سیراوردہ کا دعویٰ کیا، قبائل شمال مین سے نصف قبیلون نے اس کی مدد کی، تیمور کی فوج جو ساتھ تھی اس سے بھی تقویت ہوئی، اب توقتمش کو کشور کشائی کا چسکا پڑا، سرکش، ظالم و بیباک تو تھا ہی ایشیا کے میدانون مین سے اس طرح گذرا جیسے کالی آندھی اٹھکر نکل جائے، اور قبچاق پر حملہ آور ہو کر ممائی کو (جو پایہ تخت سرائے مین شاہ ساز بنا ہوا تھا) شکست دیکر خود سیراوردہ پر حکومت کرنے لگا،[1]

توقتمش شہر سرائے مین تخت خانی پر بیٹھا، سرائے کا شہر دریائے وولگہ (آب آتل) کے کنارے تھا، اب اس نے والیان ریاستہائے روس سے خراج طلب کیا، یہ رئیس دو برس پہلے دریائے دون کے کنارے ممائی پر فتح پا چکے تھے اس زعم مین وہ توقتمش کو خراج دینا کیون قبول کرتے، توقتمش نے آخر کار ان سے بزور شمشیر اطاعت قبول کروائی اور ان کے گاؤن اور قصبات جلاتا ہوا موسکو پہنچا، موسکو کا محاصرہ کر لیا، اور اسے فتح کر کے ایسا غارت کیا کہ وہان کا بادشاہ بھی جو روسی والیانِ ریاست کا رئیس اعظم تھا سر پکڑ کر بیٹھ گیا، روسی بادشاہون کے لڑکے بطور اول کے تخت گاہ سرائے مین حاضر ہونے لگے وینس اور جنوا کے شرفا نے تجارت کے لیے رعایتون کی درخواست کی،

---

[1] دیکھو لین پول کی کتاب اسلام خاندانہائے شاہی صفحہ ۲۲۷،

اب قسمت دوسرا پلٹا کھاتی ہے، صاحب تخت و تاج ہو کر توقتمش وہ نہ رہا تھا جو اپنے ملک سے فرار ہونے کے وقت تھا | دارالسلطنت سمرقند کی شان و شوکت دیکھ چکا تھا، تاتاریون کے ۱۰۸ خیمہ و خرگاہ بھی دیکھے بھالے تھے، یکایک بغیر اطلاع کے اور بغیر اس بات کو سوچے کہ محسن کا احسان گو خیالی چیز سہی مگر پھر بھی کوئی چیز ہے توقتمش نے تیمور پر فوجکشی کر دی،

توقتمش کے بعض درباریون نے اس حرکت سے اسے روکنا چاہا اور کہا کہ "تیمور وہ ہے جس نے ایک وقت مین آپ کی مدد کی تھی، اس کا علم خدا ہی کو ہو سکتا ہے کہ آپ کی قسمت مین پھر کوئی تغیر نہ لکھا ہو اور آپ کو تیمور کی مدد کی ضرورت نہ رہے"

لیکن توقتمش کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا، تیمور سے اس کو ایک شکایت کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس نے اور گنج (خوارزم) پر قبضہ کر لیا تھا جو کسی زمانہ مین سیر اوردہ کے قبضہ مین تھا، توقتمش نے بڑی تیاری اور پوری احتیاط سے جو اس کی طبیعت مین اپنی قومی روایات سے پیدا ہوئی تھی تیمور پر سمت شمال سے لشکر کشی کر دی، سیر اوردہ کی کچھ فوجین اصلی لشکر سے علٰحدہ ہو کر بخارا کے قریب نمودار ہوئین جہان اس وقت تیمور لڑ رہا تھا، اس کے ساتھ ہی ایک قاصد گھوڑا دوڑاتا ہوا تیمور کے پاس آیا، یہ سوار سات دن مین سمرقند سے نو سو میل طے کر کے یہان پہنچا تھا، آتے ہی تیمور کو اطلاع کی کہ سیر اوردہ کے لشکر کا بڑا حصہ سیحون عبور کر کے سمرقند سے چند منزلون کے فاصلے سے حضور کے وطن پر حملہ کے لیے آیا ہے، اور حملہ کر دیا ہے،

اتنا سنتے ہی تیمور خراسان کی سڑک سے چلا اور اس تیزی سے چلا کہ نقش کاروان کا پتہ دینے کے لیے تمام راستے مین زخمی اور مردہ گھوڑون کی لاشون کے سوا اور کچھ نہ تھا، توقتمش ابھی سمرقند پہنچا بھی نہ تھا کہ تیمور اپنے تخت گاہ مین آن دھمکا،

تیمور کے بعض سرحدی قلعون نے شمال کے ان فوجکشون کو لڑ کر روکا، تیمور کے بڑے فرزند عمر شیخ مرزا نے ان سے جنگ کی اور شجاعت کے جوہر خوب دکھائے مگر آخر مین اسکی فوج شکست کھا کر پہاڑون مین پراگندہ ہو گئی، جس وقت تیمور کے آنے کی خبر ہوئی تو توقتمش کی فوجین متفرق مقامات مین جمع کر لڑنے مین مصروف تھین مگر کام ادھورا چھوڑنا پڑا تھا، بخارا کے قریب ایک آبادی کو جلا کر یہ فوجین شمال کی طرف چلین یہانتک کہ سیر دریا کے پار ہو گئین،

لیکن تیمور کے مرزبوم پر توقتمش حملہ کر چکا تھا اور اسکی فوجون نے اس حملہ مین اُسے بہت کچھ تباہ بھی کر دیا تھا، کھیتیان جلا دی تھین، گھوڑے پکڑ کر اور آدمیون کو قید کر کے اپنے ساتھ لے لیا تھا، جب توقتمش کا عَلَم تیمور کے خلاف بلند ہوا تو بعض اور بادشاہون نے بھی تیمور پر حملہ کرنا چاہا، تیمور کے دست چپ پر یوسف صوفی والی خوارزم اور شہزادہ جہانگیر کی بیوی خانزادہ کے اور رشتہ دار تیمور کے خلاف میدانِ کارزار مین اتر آئے | دست راست پر بلند پہاڑون کی گھاٹیون مین جتہ کے ۱۰۹
قبیلے گھوڑون پر سوار ہو ترک و تاز پر آمادہ ہو گئے،

اب تیمور اور توقتمش مین اس بات کا فیصلہ ہونے کو ہوا کہ تمام ملکون کا مالک کون بنے، توقتمش چنگیز خان کی اولاد سے تھا، خانہ بدوش قومون کا امیر تھا اور تمام مغل تاجدار اس کے معاون تھے، تیمور ایک چھوٹے سے قبیلے کے سردار کا فرزند تھا، اور اس کی مدد پر سوائے اسکی قوم کے کوئی اسکی وفاداری پر ثابت قدم نہ تھا،

لیکن اسی زمانہ مین توقتمش دفعۃً اس پھرتی سے اپنی سرزمین کی طرف غائب ہوا جیسے لومڑی دیکھتے دیکھتے کہین جھاڑی مین غائب ہو جاتی ہے، اور اب اس کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا کہ وہ آئندہ کہان تیمور پر حملہ کرے گا،

تیمور نے ان تمام امیرون کو سامنے بلوایا جو اس کی طرف سے فوجون کے سردار تھے اور جنکو سیر اور دہ نے شکست دی تھی، جن سردارون نے اس لڑائی مین ہمت اور جوانمردی سے کام کیا تھا ان کو انعام اور جائزے دیئے اور جو میدان جنگ سے بھاگے تھے انھین اپنے دستور کے مطابق خاص طریقہ پر سزائین دین، مجرمون کے بال اس طرح تراشے گئے جیسے عورتون کے ہوتے تھے، چہرے پر سرخ و سپید رنگ پھیرا گیا اور پا برہنہ کر کے عورتون کے کپڑے پہنائے گئے اور حکم ہوا کہ سمرقند کی گلی کوچون مین انھین تشہیر کیا جائے،

اور اب ایک سال جبکہ جاڑا نہایت سخت تھا توقتمش ایک بڑا لشکر لیے سیر دریا کی طرف آیا، تیمور کی جگہ اگر کوئی یورپ کا بادشاہ ہوتا تو اس موقع پر سمرقند کی فصیلون کے اندر چلا آتا اور سمرقند کے گرد و نواح کو ان کی قسمت پر چھوڑ دیتا لیکن تیمور نے کبھی حتیٰ کہ جس وقت وہ قرشی پر لڑ رہا تھا یہ گوارا نہ کیا تھا کہ وہ کسی شہر کی چہار دیواری مین بند ہو کر بیٹھ جائے،

لشکر کا صرف ایک حصہ اس وقت اس کے ساتھ تھا، باقی لشکر مشرقی وادیون مین جتہ مغلون سے ملک کو پاک صاف کرنے مین مصروف تھا، بہتر تدبیر یہی تھی کہ خود سمرقند مین قلعہ نشین ہو جاتا اور سیر اور دہ کی فوجون کو کھلے میدانون مین جاڑے سے ٹھٹھرنے دیتا، لیکن توقتمش جیسے لڑنے والے کو ملک مین تھوڑی دیر کے لیے بھی تصرف کا موقع دینے کے یہ معنی تھے کہ دیدہ و دانستہ اپنے ملک پر تباہی لائی گئی، شمال کے لوگ جاڑے مین نقل و حرکت کے بالکل خوگر تھے، پھر یوسف صوفی والی خوارزم اور خانان جتہ توقتمش کا ساتھ دینے کو حاضر ہو جاتے، تیمور کے امراء نے صلاح دی کہ "جنوب کی طرف ہٹ چلیے، اور لڑائی کو اس وقت تک ملتوی رکھیے کہ اپنی فوجین جو مختلف اطراف مین گئی ہوئی ہین وہ سب آکر آپ کے پاس جمع ہو جائین، اسوقت

تک انتظار فرمائیے؛

تیمور نے کہا "انتظار کس کا فرمائے، کیا آج کا یہ وقت کل کے انتظار کرنے کا ہے"،

110 خود لشکر کے سامنے آکر فوجون کو تقسیم کیا اور سب سے کہا کہ سیر دریا کے کنارے پہنچ جاؤ، مینھ برسنا شروع ہوا اور برف گرنے لگی، گھوڑے کیچڑ مین کمر تک لت پت ہوئے، مگر تیمور نے سیر اوردہ کے سرحدی قلعون پر حملہ کر ہی دیا، تیموری سوارون کے رسالے توقتمش کی فوجون مین سے رستہ نکالتے ہوئے آگے بڑھے اور اسکی فوجون کے دستے جس قدر لوٹ مار کرتے ملے انھین مار کر بھگا دیا، تیمور کی سرکردگی مین جس قدر فوج اس کے ساتھ تھی اسکی نقل و حرکت کو دیکھکر دشمن سمجھتا تھا کہ کوئی اور بڑا لشکر بھی ضرور پیچھے آتا ہوگا،

جس وقت توقتمش نے دیکھا کہ تیمور کی فوج چکر کاٹ کر اسکی پشت کی طرف آرہی ہے تو اس کو یقین ہوگیا کہ واقعی کوئی زبردست لشکر اس فوج کی کمک پر موجود ہے، توقتمش ہوشیار تھا، اس کو یہ کسی طرح منظور نہ تھا کہ شمال والی بڑی شاہراہ سے اس کا تعلق قطع ہوجائے، مگر صورت ایسی ہی پیدا ہوچلی تھی، پس اس نے بہت جلد اپنے لشکر کو لڑائی کے موقع سے ہٹا لیا، توقتمش کی فوج کا ہٹنا تھا کہ تیمور نے فوجون کو اس کے تعاقب مین دوڑایا اور حکم دیا کہ دشمن کو نظر سے ہٹنے نہ دین،

جب موسم بہار آیا، سڑکین خشک ہوگئین تو تیمور لشکر لے کر خود بڑھا، اب اس کا رخ مغرب کا تھا، خوارزم پہنچکر اورگنج کا محاصرہ کیا، جانون کے ضائع ہونے کی مطلق پروانہ کی اور اورگنج فتح کرلیا، اس مرتبہ والیِ خوارزم کی طرف سے کوئی پیغام تنہا لڑنے کا نہین آیا، تیمور نے شہر پناہ کو کہین سرنگ لگاکر اور کہین ویسے ہی منہدم کرادیا، محل اور بیمارستان جلا دیئے اور تمام شہر کھنڈر کردیا،

اوراب اس ویرانے مین سے جابجا دھوان اٹھتا نظر آتا تھا، آدمیون کی جلی ہوئی لاشین مٹی اور پتھرون کے نیچے دبی پڑی تھین، جو لوگ زندہ بچے وہ قید کر کے سمرقند بھیجدیئے گئے،

انھی کیساتھ تیمور نے بھی کوچ کا رخ بدلا اور مشرق کی طرف بڑھ کر جتہ کے قبیلون کو مارتے مارتے ان کے دارالحکومت المالیق تک بھگا دیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ دور تک ایسا پسپا کیا کہ برسون تک تیمور کی سرحد مین جتہ کوئی فساد برپا نہ کر سکے،

غرض اس طرح بائین طرف والیِ خوارزم کا اور دائین طرف جتہ مغلون کا زور توڑ کر تیمور اب توقتمش سے لڑنے پر آمادہ ہوا، اور بجائے اس کے کہ سیراوردہ کی طرف سے لشکرکشی کا انتظار اپنے ملک مین کرے تیمور نے اپنی فوجین جمع کین اور سمرقند کے سامنے کے میدان مین ان کا معائنہ کیا اور ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سیراوردہ کے ملکون مین اپنی فوجین لے جا کر توقتمش سے لڑنے کا قصد ہے،

سولھوان باب

دشت وصحرا سے گذرنا

تیمور کا یہ فیصلہ کرنا کہ توقتمش سے سیراوردہ کے ملک مین جاکر لڑنا چاہیے ایسا فیصلہ تھا جمین خود تیمور کے تباہ ہوجانے کا قطعی اندیشہ تھا، اس واقعہ سے چار سو برس بعد نپولین نے بھی ایسا ہی فیصلہ کیا تھا جس کا انجام یہ ہوا کہ فرانس کے لشکر کو جو لشکر عظمٰی کہلاتا تھا روس اور پولستان کی برف مین مردہ چھوڑنا پڑا گو موسکو فتح ہوگیا،

تیمور کو ابھی تک سیراوردہ سے کسی میدان جنگ مین مقابلہ کا اتفاق نہین ہوا تھا، توقتمش کی فوجین اسوقت امیر تیمور کی فوجون سے کہین زیادہ تھین نقل وحرکت مین بھی ان کو تیمور کی فوجون سے کسی قدر زیادہ سہولت تھی، کیونکہ توقتمش بکثرت تازہ دم گھوڑے نہایت آسانی سے بہم پہنچاسکتا تھا، چارے اور پانی کی ملک مین قلت تھی، تیمور کے گھوڑے تنگی سے گذر کر رہے تھے مگر توقتمش کے گھوڑے پشتہا پشت سے اسی تھوڑے چارے اور پانی پر بسر کرتے چلے آئے تھے، ان کے لیے یہ کوئی تنگی نہ تھی،

سیراوردہ کے ملک مین داخلہ کے یہ معنی تھے کہ ریگستانون اور بیابانون اور بنجر پہاڑیون مین سے رستہ نکالتے ہوئے آگے بڑھین، لڑائی کے لیے جب ایسا ملک تجویز کیا گیا ہو تو سامان رسد

بھی دو تین مہینے سے زیادہ کا ساتھ لیجانا ممکن نہ تھا، اور پھر اندیشہ تھا کہ اگر توقمش سے رستے ہی مین مقابلہ ہوگیا تو لڑنا لازمی ہوگا، اس صورت مین لشکر کے عقب مین سوا ے غیر آباد بنجر زمینون کے کچھ نہ ہوگا، اگر شکست ہوگئی تو فوجون کے بڑے حصے کا غارت ہوجانا یقینی امر تھا، بلکہ یہی نہین خود تیمور کے ہلاک ہوجانیکا بھی اندیشہ تھا،

سنہ ۱۷۱۶ء مین بادشاہ پیٹر اعظم نے ایک روسی لشکر جنوب کی طرف اسی ویران ملک مین سے گذرتا ہوا اہل خیوہ اور ترکمانون سے لڑنے روانہ کیا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ روسی لشکر کا سپہ سالار شہزادہ بیکووچ چرکسی مع اپنے متعدد ہمراہیون کے صحرا مین ختم ہوگیا، جو لوگ مرنے سے بچے وہ غلام بنالئے گئے، اس واقعہ کے سو برس بعد ایک دوسرا لشکر کاونٹ پیروسکی کی سرکردگی مین پانی کا پورا بندوبست کر کے موسم زمستان مین روانہ ہوا، اس لشکر کے بقیۃ السیف دوسرے سال واپس آئے، مگر دس ہزار گاڑیان اسباب کی اور اتنے ہی اونٹ اور سپاہ کا بیشتر حصہ برفستانی میدانون مین مرنے کو پیچھے چھوڑ آئے،

حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے ان صحراؤن مین لشکر کشی کرنا خواہ لشکر کتنا ہی کثیر ہو از روے قواعد جنگ اب تک ممنوع سمجھا گیا ہے، مگر تیمور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرسکتا تھا، اگر سیدھا مغرب کی ۱۱۲
طرف بحر خزر کے جنوبی دور کو طے کرتا ہوا بڑھتا تو اس مین شک نہین کہ سیراوردہ کے شہرون تک پہنچ جاتا، لیکن اس صورت مین تیمور ابھی کوہستان قفقاز کی وادیون ہی مین سے رستہ نکالتا ہوتا اور توقمش سمت شمال سے بڑھ کر سمرقند پر قبضہ کرلیتا، اس کے علاوہ تیمور کو اس کا اندازہ بھی نہ ہوسکتا تھا کہ توقمش کس سرحد یا مقام پر اس سے مقابلہ کرنا تجویز کریگا، ممکن تھا کہ سرحدی صحراؤن کے کنارے کہین مقابلہ پر آجاتا، ممکن تھا کہ پندرہ سو میل دور بحر اسود کے ساحل پر مقابلہ کرتا، اور بالکل ممکن تھا کہ مشرق بعید مین

جہان دشت گوبی واقع ہے لڑائی ٹھان دیتا، لیکن توقتمش نے جو کچھ سوچا تھا اس کا پتہ اس وقت تک کسی کو نہ چل سکا جبتک کہ سیراوردہ کے رایت و عَلَم نظر نہ آلئے، اس سے قبل تیمور کا صیغۂ خبر رسانی دشمن کی نقل وحرکت کے متعلق کوئی اطلاع فراہم نہ کرسکا، رسد کا سامان بھی جس قدر ساتھ تھا وہ اس معرکۂ عظیم مین ختم ہولیا تھا، اور خود تیمور اور اس کا لشکر صحرا مین بالکل گم کردہ راہ ہوچکا تھا، مکائدِ حرب کے قاعدے اور قوانین صاف بتا رہے تھے کہ اس مہم مین تیمور اپنے ہی ہاتھون اپنے اوپر تباہی لا رہا ہے، مگر تیمور خطا پر نہ تھا، اس سے جو کچھ عمل مین آرہا تھا وہ قواعد جنگ کی بنا پر نہ تھا بلکہ فطرتِ انسانی کا علم رکھنے کی بنیاد پر تھا، تھوڑے سے غور کے بعد یاد آسکتا ہے کہ توقتمش تیمور کے دربار مین کئی برس تک حاضر رہا تھا، اور اسی زمانے مین اسے دو مرتبہ ایسی لڑائیون مین جو میدان جنگ مین باقاعدہ صف بندی کے ساتھ ہوئی تھین راہ فرار اختیار کرنی پڑی تھی، تیمور کو مغلون کی تدبیر اور طبیعت دونون کی قوت یا کمزوری کا حال بخوبی معلوم تھا،

تیمور اس بات کو خوب سمجھتا ہوگا کہ مغلون کے خان توقتمش سے جو افواجِ سوارہ کی سپہ سالاری مین حدِ کمال کو پہنچا ہوا ہے کسی مدافعانہ جنگ مین بازی لیجانا یعنی ایسی لڑائی مین جیت جانا جس مین دشمن حملہ کرے اور اپنا کام صرف اس حملے کو دفع کرنا ہو ممکن نہین، تیمور اس بات کو بھی جانتا تھا کہ جب تک اقطاع شمال مین توقتمش کو قوت حاصل ہے سمرقند ہمیشہ خطرے کی حالت مین رہیگا، پس تیمور نے ایک ایسی لڑائی کے لیے جس کا نتیجہ قطعی طور پر یہ ہو کہ ہم نہین یا تم نہین، جس قدر نقصانون کا احتمال ہوسکتا تھا سب گوارا کیے، اور سیراوردہ ہی کے ملک مین توقتمش سے لڑنا پسند کیا، توقتمش کے فرشتون کو بھی خبر نہ تھی کہ تیمور اتنے فاصلۂ دراز پر آکر اس سے لڑیگا،

حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ تیمور نے تمام عمر ان تین مسلمہ اصول کی پابندی کی تھی، ایک یہ

لڑائی مین اپنی فوجون کی نقل وحرکت کے لیے اپنے ہی ملک کو جولانگاہ نہ بنایا جائے، دوسرے یہ کہ اس کا موقع کبھی نہ دیا جائے کہ دشمن پہلے چڑھ آئے اور خود اپنا بچاؤ کرنا پڑے، تیسرے یہ کہ نہایت سرعت سے جہانتک سوار اپنے گھوڑون کو تیز رفتار کرسکین دشمن پر پہلے خود ہی دھاوا کردینا ضروری ہی،

تیمور کا قول تھا کہ دشمن سے لڑنے مین اگر ٹھیک موقع پر دس آدمی بھی ساتھ ہون تو یہ بہتر ہے اس سے کہ دس ہزار سپاہ ساتھ ہو اور صحیح موقع سے انسان غیر حاضر ہو، دوسرا قول یہ تھا کہ تیزی سے حملہ کرکے دشمن کے زور کو توڑ دینا پیشتر اس سے کہ وہ اپنی پوری قوت مجتمع کرسکے ہمیشہ مفید ہوتا ہی تیسرا قول یہ تھا کہ لڑائی پر جاتے وقت صرف اتنی فوج ساتھ ہونی چاہیے جس کے زاد راہ کے لیے کافی سامان رسد مہیا کرنا ممکن ہو،

شروع مین سیر دریا عبور کرنے تک زمین ایسی تھی جس سے تیمور کا لشکر بخوبی واقف تھا، لشکر ایک سرحدی قلعے سے دوسرے سرحدی قلعے تک کوچ کرتا رہا، کوہ قراتاغ کا سلسلہ جو حائل ہوا اُسمین سے لشکر آہستہ رفتار سے گذرا، اب فروری کے مہینے کا آخر تھا، برف وباران کی شدت ہوئی، فوجین لشکرگاہ مین مقید رہین، یہان توقتمش کے ایلچی تیمور کے پاس آئے، نو عمدہ گھوڑے اور ایک شنقار (شکرہ) جس کی آنکھون کی اندھیریون پر یاقوت ٹکے تھے پیش کیا[۱]، ۱۱۳

تیمور نے شکرہ کو ہاتھ پر بٹھالیا اور ایلچیون کی گفتگو سننے لگا، توقتمش نے امیر سمرقند کے سابقہ احسانات کا اعتراف کیا اور اس غلطی کو بھی تسلیم کیا کہ اس نے اپنے محسن کے خلاف ہتھیار اٹھائے، مگر اب اس کی خواہش تھی کہ تیمور سے مراسم آشتی پیدا کرے، لیکن یہ پیغام وسلام محض ایک سیاسی فریب تھا، اس کے سوا اُسے اور کچھ نہ سمجھنا چاہیئے،

---

[۱] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۰۰،

تیمور نے ایلچیون کو جواب دیا[1] "جب تمھارا آقا دشمنون کا ستایا ہوا زخمی پڑا تھا تو سب کو معلوم ہے کہ مین نے اس کی ہر طرح سے مدد کی اور اس کو اپنا فرزند کہا اُرس خان جب مقابلہ پر آیا تو مین نے توقتمش کی طرفداری کی، اس طرفداری مین میرے بہت سے سوار مارے گئے، لیکن جب توقتمش کو قوت اور اقتدار حاصل ہوا تو کل احسان اس نے فراموش کر دیئے، جس وقت مین تسخیر فارس مین مصروف تھا تو اس نے مجھے دغا دی اور میرے شہرون کو برباد کیا، اس پر بھی قناعت نہ کی، اور بعد کو ایک بڑا لشکر میرے ملک پر حملہ کرنے کو بھیجدیا، اور اب جب ہم اس کے مقابلے کو اٹھے ہین تو سزا سے بچنا چاہتا ہے، قسمین اس نے بہت کھائین اور توڑی ہین، لیکن اگر فی الحقیقت امان چاہتا ہے تو علی بیگ کو ہمارے دربار مین روانہ کرے تاکہ ہمارے امرا سے وہ اس بارے مین گفتگو کرے۔"

علی بیگ، سیراوردہ کا وزیر اعظم تھا، وہ تیمور کے دربار مین نہ آیا، تیمور نے بھی شمال کی طرف لشکر کشی کرنے مین تاخیر نہ کی، تیمور کیساتھ جس قدر مستورات تھین ان کو ایسے سردارون کی معیت مین سمرقند روانہ کر دیا جو سمرقند کی حفاظت پر مقرر ہوئے تھے، اس کے بعد تیمور کا لشکر پہاڑون سے نکل کر "دشت سپید ریگ" (آق قم) مین آیا،

تین ہفتے تک لشکر نے ایسے میدانون کو طے کیا جس مین ہوا بہت تیز چلتی تھی، جاڑا نکل چکا تھا مگر سب چیزین ابھی تک بے رونق تھین، صبح کی سردی مین کرنائے جو کچھ کم پانچ ہاتھ کا لمبا نفیر ہوتا تھا، فوج کے تیار ہونے کے لیے بجایا گیا، رسالون کے جوانون نے فوراً گھوڑون پر زین ڈالے اور سوار ہو گئے، خیمے اکھاڑ کر بڑی بڑی بھاری گاڑیون مین جن کے پہیے آدمی

[1] دیکھو ظفر نامہ جلد اوّل صفحات ۵۰۱ - ۵۰۲،

کے سر سے بھی اونچے تھے بار کئے گئے، گاڑیون کے ساتھ بلبلاتے اور بڑبڑاتے اونٹون کی قطارین
حرکت مین آئین، گاڑیون مین فوجیون کا سامان تھا، ہر دس[1] سپاہی پیچھے ایک خیمہ اور ہر خیمہ کے
سامان مین دو پھاوڑے، ایک آری، ایک تبر، ایک درانتی، ایک کلہاڑی اور ایک رسیون کا ١١۴
بنڈل، ایک دیگچہ اور ایک نمط (بیل کا چمڑا) تھا، خوراک کے لیے ہلکی اور مختصر جنس، آٹا، جو، خشک میوے
اور ایسی ہی اور چیزین تھین، جس وقت "دشت سپید ریگ" مین پہنچے ہین تو فی شخص آٹھ سیر آٹا ایک
ماہ کے صرف کے لیے دیا جانے لگا،

ہر سوار کو علاوہ سواری کے گھوڑے کے ایک کوتل گھوڑا بھی دیا گیا تھا، تمام فوج اسپ سوار تھی، پوشاک مین ہر سوار زرہ، خود، سپر اور دو دو کمانین رکھتا تھا، ایک کمان دور کا تیر چلانے کی اور دوسری کمان جلد جلد تیر چلانے کی ہوتی تھی، ہر سوار کے ترکش مین تیس تیر ہوتے تھے، اور ایک شمشیر یعنی دو باڑہ والی تلوار اور چھوٹے ہتھیارون مین جو کچھ وہ پسند کرے دیا جاتا تھا، بہت سے دستے فوجون کے ایسے تھے جن کے پاس لمبے نیزے تھے، نیزے کے نیچے کا سرا رکاب پر ٹکا ہوتا تھا اور اوپر کی طرف ایک جگہ تسمے سے سوار کے شانے مین اٹکا رہتا تھا، بعض سوارون کے پاس زیادہ وزنی برچھیان یا لمبے برچھے ہوتے تھے جنسے دشمن کو چھید ڈالتے تھے،

فوجون کے دستے (اوُن - یوز - اور مینگ[1]) صف آرائی کے قواعد کے مطابق حرکت کرتے تھے، ترتیب فوج کو بگاڑنے کے معنی خودکشی کے تھے، لشکرگاہ مین جب فوجین اترتی تھین تو

---

(۱) مصنف نے تعداد دس لکھی ہے لیکن تزوک تیمور مین لکھا ہے " امر نمودم کہ سایر سپاہ در یساقہا ہژدہ[18] نفر یک خیمہ بردارند، و ہر یک نفر دو اسپ و کمانے و ترکشے و شمشیرے و ارہ و درفشے و چوال و چوال دوزے و تبر و تیشہ، و دہ سوزن و یک چرم پست بگیرد" تزوک تیمور صفحہ ۱۵۱-۱۵۲،

ترتیب صفوف کو ملحوظ رکھتی تھین، امیر کے رایت سے خاص خاص فاصلون پر ہر فوجی افسر کی ایک جگہ مقرر ہوتی تھی جہان وہ موجود رہتا تھا اور یہ اہتمام ایسا تھا کہ رات کی تاریکی مین بھی کسی قسم کا خلط ملط پیدا نہ ہو سکتا تھا، جس وقت سوار کوچ کرتے ہوتے تو آرام سے گھوڑون پر بیٹھے بات چیت کرتے چلتے لیکن ان کے سردار امرا و نوئینان اپنی اپنی فوجون کو ایسا ہوشیار رکھتے کہ حکم سنتے ہی فورًا کل سپاہ ترتیب جنگ اختیار کر لیتی، لشکر کی صفین طول مین میلون تک پھیلی ہوتین، دور تک صف آرائی کرنے مین ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ گھوڑون کو چرائی کیلئے زمین زیادہ مل جاتی تھی، ریت مین جہان کہین سبزہ ہوتا تھا وہان گھوڑے کچھ دیر آسانی سے چر لیتے تھے،

دوپہر سے ایک گھنٹہ قبل یا اس سے کچھ کم و بیش کرنائے بجایا جاتا تھا، لشکر چلتے چلتے آرام کرنے کے لیے ٹھہر جاتا تھا، اب کمزور گھوڑے پانی کی قلت کی وجہ سے مرنے لگے تھے،

فوج کے قراول لشکر کا قیام گاہ تجویز کرنے کے لیے پہلے ہی سے روانہ ہو جاتے تھے، شام ہونے سے کچھ دیر پہلے جہان یہ لوگ قیام کرنا تجویز کرتے وہان فوجین اتر کر لشکر گاہ قائم کرتین، امیر کا عَلَم جس مین دمِ اسپ کی شکل کا ایک لمبا طرہ اور اس کے اوپر سونے کا ہلال لگا ہوتا تھا سراپردۂ امیر کی بلند چوبون کے سامنے نصب کیا جاتا تھا، شاہی خیمہ و خرگاہ اسی عَلَم کے گرد آراستہ ہوتے،

جب لشکر گاہ قائم ہو لیتا تو فوج کے معائنہ کی ہل چل پڑتی، تاتاریون مین معائنہ فوج بڑے اہتمام سے ہوتا تھا، تمام سرداران تومانات و ہزارجات، صدجات اپنی اپنی فوجین اتار دیتے جن جن مقامات پر وہ اترتین وہان کے نقارے اور کوس بجنے لگتے، فوج کے سردار کچھ وقفہ کے بعد پھر گھوڑون پر سوار ہوتے اور اپنے ماتحت افسرون کو ساتھ لیے رایت شاہی جہان نصب ہوتا وہان جاتے، نقارچی جوان کے آگے ہوتے سنج اور بوق بجاتے چلتے،

بوق و نفیر کی سمع خراش آوازون سے جنہین سُر کا پتہ چلتا تھا نہ لَے کا | سوارون کے گھوڑے ۱۱۵
بدکتے اور بھڑکتے تھے، سوار سختی سے راسین کھینچ کر ان کو شایستہ بناتے، جھانج زور زور سے بجتے
رہتے اور رجز خوانون کا ایک گروہ سُرون کو نیچے ڈالے آنکھین بند کئے لڑائیون مین شجاعت
اور جوانمردی کے قصے ساز و سرود کے ساتھ سناتے،

شام کی شفق مین سیاہ ریت پر امرا فوج گھوڑون کو دُلکی ڈالے سرون پر قائم لگی ٹوپیان
گھوڑون کی ایالون سے اوپر کو اچھلتی ہوئی رایت خسروی کے قریب پہنچ جاتے، سرخ اور سیاہ
قباؤن پر ہتھیار چمکتے نظر آتے، سرود کی آوازین سم ستوران کی صدا سے ہم نوا ہوتین، اس شان
سے وہ امیر تیمور گورگان کے سامنے سے گذرتے اور جب بالکل مقابل ہوتے تو چاندی کی رکابون
کی چھَن چھَن مین "سورُن"[1] کے نعرے لگاتے،

اس معائنہ مین جب سب سے آخری تومان کا سردار اپنے درجے اور منزلت کو بہت کچھ
سمجھتا ہوا اور اپنے آقا کی شان و سطوت پر نازان سامنے سے گذر لیتا تو تیمور مرکب سے اتر کر
سراپردے مین اپنے امرا و نوئینان کے ساتھ خاصہ تناول فرمانے وارد ہوتا، اس صحرائے
بے آب و گیاہ مین بھی تیمور دیبا و حریر کا مرصع لباس پہنتا تھا،

رات کو فوج کے نظرا، و پاسبانان قندیلین روشن کئے بارگاہ امیر مین حاضر ہوتے
اور قراولون سے جو کچھ حالات دریافت ہوتے وہ امیر کی خدمت مین عرض کرتے، یہ قراول
لشکر کے دست راست اور دست چپ (برنغار و جرنغار) سے آگے میلون دور تک دشمن
کی خبر معلوم کرنے گئے ہوتے تھے، گھوڑون کی حالت اور بیمارون کی تعداد سے بھی امیر کو مطلع

---

[1] سورن کے معنی "اللہ اکبر" یا اسی قسم کے جملے کے ہین، جو فوج کے لوگ دشمن پر حملہ کرتے وقت کہتے تھے، (مترجم)

کیا جاتا،

اب تیمور نے صحرا مین سے نہایت تیزی سے گذرنا شروع کیا، کسی بات مین تاخیر یا کسی کے پیچھے رہ جانے کو گوارا نہ کیا، ایک سوار جو پیچھے رہ گیا تھا جب وہ آیا تو اس کے موزے ریت بھر کر اس کے گلے مین لٹکا دیئے گئے اور حکم ہوا کہ دوسرے دن لشکر کے ساتھ پیدل چلے، اگر پھر پیچھے رہا تو جان سے مارا جائے گا،

تین ہفتے کے بعد لشکر ایک ایسی زمین مین وارد ہوا جس مین میلون تک[۱] اونچی اونچی گھاس تھی اور پہاڑیون کی گھاٹیون مین کہر بھرا تھا، یہان ایک دریا کے کنارے جو اس وقت طغیانی پر تھا لشکر نے کچھ دیر قیام کیا تاکہ گھوڑون کو کچھ آرام مل جائے، پھر فوج کے دستے ایک ایک کرکے تیرتے ہوئے دریا کے پار اتر گئے، اس دریا کو تاتاری ساری سو کہتے تھے جس کے معنی زرد پانی کے ہین[۱]، اس گھاس کے جنگل کو جسمین سبزے کی لمبی لمبی لہرین سمندر کی موجون کی طرح اٹھکر ختم ہونا نہ جانتی تھین دیکھکر سب کو حیرت ہوئی، اور جب چلتے چلتے وہ دو پہاڑون[۲] کے قریب پہنچے جنکا نام ۱۱۶
انھون نے بڑا اور چھوٹا پہاڑ رکھا تو لشکر یہان اتر پڑا، تیمور بڑے پہاڑ پر چڑھا اور اپنے افسرون کے ساتھ

---

[۱] اس زمانہ مین جغرافی نقشے نہ تھے، آج کل کے نقشون مین بھی یہان کے صحرا اور بیابان کی حدود بہت غیر واضح طور پر مرتسم کی جاتی ہین، دریائے ساری سو کو عبور کرنے کے بعد تیمور نے کونسا راستہ اختیار کیا تھا اس کا جواب بالکل قیاس پر مبنی ہے، زیادہ قیاس یہ ہے کہ اس دریا کے اترنے کے بعد تیمور نے اپنا رخ مغرب کیطرف کوہ یورال کا کیا تھا جو ایشیا اور یورپ مین حد فاصل ہے (مصنف)

[۲] دیکھو ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۵۰۱-۵۰۳،

"روز چہارشنبہ بست ویکم ماہ ربیع الاول ۷۹۳ھ بکوہے رسید ند کہ بکچک تاغ مشہور است و از آن جا کوچ کردہ در شب درمیان جمعہ موضع الق تاق نعیم نزول ہمایون گشت، صاحبقران بہ نشاط نظارہ آن دشت بالائے کوہ بر آمد، صحرا در صحرا سبزہ بود"

دور تک جنگل کے سبزے کو دیکھنے لگا، جس کی حد اودے اودے پہاڑون کے خطے بھی دور اُفق سے ملی نظر آتی تھی، یہ زمانہ شروع ماہ اپریل کا تھا، گھاس مین آسمانی رنگ کے پھول خوب کھلے تھے خودرو گیہون کے تختون مین تیتر کثرت سے تھے اور آسمان پر چیلین منڈلا رہی تھین، کہر کا بادل جہان سے ہٹ جاتا وہان سے دور کی جھیلون کا پانی جو پگھلی ہوئی برف کا پانی تھا آب زر کیطرح جھلکتا نظر آتا، اس تمام زمانے مین مورخ لکھتا ہے کہ وہان نہ کوئی انسان نظر آیا اور نہ کوئی کھیتی[1] لیکن اب کچھ علامتین ظاہر ہوئین، گیلی زمین پر کہین کہین اونٹون کے قدمون کے نشان یا بہت سے دوڑتے ہوئے گھوڑون کی لید یا بجھی ہوئی آگ کی ڈھیریان دکھائی دین، کہین آدمیون کی ہڈیون پر سے سوارون کے گھوڑے گذرے، یہ ہڈیان زمستان کے سیلاب مین ٹوٹی ہوئی قبرون سے بہکر سب طرف پھیل گئی تھین،

اب روز یہ کیفیت رہنے لگی کہ تاتاری سوار لشکر سے آگے بڑھکر جانورون کا شکار کرتے، جنگلی سُوَر اور بھیڑیئے خوب مارتے، کبھی کبھی کھانے کے لیے کوئی ہرن بھی مل جاتا، لشکر مین گوشت کی بہت قلت ہو چلی تھی، ایک بھیڑ سو دینار کبکی مین ملتی تھی، تیمور نے حکم دیدیا کہ لشکر مین نہ گوشت پکایا جائے اور نہ روٹی، سب لوگ ایک ہی قسم کا کھانا جسے بلماق[2] کہتے تھے کھاتے تھے، یہ گوشت کی یخنی مع بوٹیون کے ہوتی تھی جسمین آٹا ملادیا جاتا تھا، اور ترکاریان ملانے سے یہ یخنی اور بھی گاڑھی ہوجاتی تھی،

لشکر والون کی دلجوئی کے لیے امراء فوج بھی اسی گاڑھے شوربے پر اپنا گذر کرتے تھے، سب

---

[1] "وازاطراف آن بیابانہا پنج ماہہ وہفت ماہہ آبادانی نیست" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۰۴،

[2] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۰۴،

ایک ہی دیگ کا پکا ہوا ابلماق کھاتے تھے، شکاری جو کچھ شکار لاتے یا جنگل مین کہین اتفاق سے وحشی پرندون کے انڈے یا جنگل کی جڑی بوٹی ملجاتی تو وہ سب کاٹ کوٹکر اسی شوربے مین ڈالدیجاتین، اب نوبت یہانتک پہنچی کہ اس شوربے کا صرف ایک پیالہ فی سپاہی ملنے لگا، لشکر جب کوچ کرتا تھا تو سوارون کی نظرین زمین پر ہوتی تھین کہ کہین کوئی رسیلی جڑ ملجائے تو اٹھالین یا بٹیرین ملین تو انھین پکڑلین، آٹا قریب قریب ختم ہونے کو تھا،

جنگل مین گھاس تروتازہ تھی، گھوڑون کی حالت اچھی رہی، لشکری کھانے کے لیے گھوڑون کو ذبح نہ کرسکتے تھے، کیونکہ اس ملک مین جو آدمی گھوڑے پر سوار نہ ہو اس کی موت وزیست یکسان تھی، زیادہ تعداد مین گھوڑون کو ضائع کرنا لشکر پر ایک مصیبت لانا تھا، جب حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو فوج کے افسر اس فکر مین ہوئے کہ آخر اس کا انجام کیا ہوگا، اور آگے کیا پیش آنیوالا ہی، پیچھے ہٹنا بہت خطرناک تھا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوتے کہ جن صحراؤن کو مشکل طے کرکے یہانتک پہنچے ہین اب ان کو ایک کمزور لشکر کیساتھ پھر طے کرین، اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی پورا یقین تھا کہ واپسی کی صورت مین سیراوردہ کے لوگ کہین نہ کہین یک لخت نمودار ہوکر سب کو
غارت کردین گے، اس حالت بیم وہراس مین تیمور نے تواچیون کو حکم دیا کہ فوراً فوج برنغار وجرنغار ۱۱۷
کے افسرون کے پاس جاکر شکار کا حلقہ قائم کرائین[1]،

---

[1] "صاحبقران درشنبہ اول جمادی الآخر ۷۹۳ھ شکار اختیار فرمود وتواچیان باامراء جرنغار وبرنغار جار رسانیدہ سپاہ بجرگاہ روان شدند وتمام صحراے بے انتہا فروگرفتہ وحوش وطیور بے شمار راندند وبعد از دو روز قمارمشی کردہ، بیت

ملک ہرسو کہ مرکب راند حالی زمین از گور وآہو کرد خالی

وسپاہ ازگوزن وآہو وبکن ودیگر انواع نخچیر چندان انداختند کہ چنان کثرتے بے قیاس باوجود چنان تنگی کہ دست دادہ بود فربہ را گزین کردہ برمیہدا شتند ولاغر را میگذاشتند، واز جملہ نوعے آہو دران صحرا یافتند از گاؤمیش بزرگتر کہ مثل آن ہرگز مشاہدہ ننمودہ بودند ومغول آن را قندگائی میگویند ودشتیان بلکن بسیارے ازان انداختہ بودند، ومدتے قوت لشکریان ازگوشت شکارے آمادہ بود،" (ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۰۵-۵۰۶)

اب تک جتہ جتہ سواروں کے گروہ لشکر سے آگے بڑھکر جو شکار ملتا تھا مار لاتے تھے، مگر اب ایک لاکھ سواروں نے تیس میل کی ایک لمبی صف باندھی، صف کے بیچ کا حصہ قائم رکھکر دونون سرون کے سوارون نے گھوڑے بڑھاکر نصف دائرہ کی شکل بنانی شروع کی، اس طرح بیچ مین جس قدر جانور آئے ان پر گھیرا پڑ گیا، اور وہ بھاگ بھاگ کر اور بھی حلقے کے بیچ مین آنے لگے سوارون کی صف کے باہر باہر بھی رسالے حرکت مین تھے تاکہ شمال کی طرف حلقے کے بند ہونے سے پہلے کوئی جانور باہر نہ نکلنے پائے،

جب حلقہ پورا بندھ لیا تو سوارون نے اسے اندر کی طرف تنگ کرنا شروع کیا اور صورت ایسی پیدا کی کہ ایک خرگوش تک ان بھوکے تاتاریون سے بچکر نہ نکل سکے، اب جونہی جانورون کو معلوم ہوا کہ وہ گھر گئے ہین تو سوارون کو دیکھکر اور ان کے شور وغل سے چوکڑیان بھرنے والے آہوون اور سیدھ باندھ کر حملہ کرنے والے خنزیرون اور جھاڑی جھاڑی دبے پاؤن چلنے والے بھیڑیون اور حواس باختہ ریچھون اور ہرنون کیساتھ بازی لگاکر دوڑنے والے بارہ سنگھون مین ایک عجیب دیوانہ وار کشمکش اور مذبوحی کیفیت پیدا ہوئی،

اس بڑے ہانکے مین بعض جانور ایسے تھے جنکو دیکھکر تاتاریون کو بہت حیرت ہوئی، انھین مین مورخ نے ایک قسم کا بارہ سنگھا بیان کیا ہے جو بھینسے سے بھی بڑا تھا، اس چوپائے کو تاتاریون نے پہلے نہ دیکھا تھا، لیکن یقیناً یہ وہی جانور تھا جسے ہم "الک" (قندگاہی) کہتے ہین، قواعد صید وشکار کے مطابق امیر تیمور سب سے پہلے مرکب پر سوار اس حلقے مین داخل ہوا، تیر سے چند گورخر اور آہو شکار کئے، تیراندازی مین تیمور ایسا کمال رکھتا تھا کہ لوگ دیکھکر حیرت مین رہجاتے تھے، ایسے لوگ بہت سے تھے جو کمان کی زہ کو سینے تک کھینچ لاتے تھے مگر تیمور کے بازو مین ایسی قوت تھی کہ تیر

رکھ کر زہ کو کان کی لونک کھینچ لاتا تھا،

اب گوشت کھانے کے لیے جانورون کی وہ کثرت ہوئی کہ جو فربہ معلوم ہوا اسے ذبح کرکے
کھایا اور ایسا کھایا کہ بہت دنون یاد رکھا، باقی کو چھوڑ دیا،

تیمور لشکر والون کو اتنی مہلت نہ دیتا تھا کہ وہ کاہل بنکر بیٹھین، دوسرے دن تواچی گھوڑون
پر سوار ہو کر اس حکم کو گشت دینے اٹھے کہ تمام افواج قاہرہ امیر کے معائنہ کے لیے سامنے حاضر ہون
جب معائنہ کا وقت آیا تو تیمور خاص لباس پہنکر برآمد ہوا، سر پر سپید قاقم کی کلاہ تھی جسمین یاقوت
چمک رہے تھے، ہاتھ مین ہاتھی دانت کا عصا تھا جس کی شام پر بیل کا سر بنا تھا، جلو مین امراء
و تومینان تھے،

امیر کے برآمد ہوتے ہی فوجون کے سردار گھوڑون پر سے اتر پڑے، اور گھٹنے زمین پر ٹیک کر
امیر کی رکاب کو بوسہ دیا، اور مرکب شاہی کے ساتھ ساتھ پیدل چلکر اپنی اپنی فوجون تک آئے
اور ہر ایک نے التماس کیا کہ اسکی سپاہ کی تعداد اور قوت اور اسلحہ کی حالت ملاحظہ فرمائی جائے،

تیمور نے لشکر والون کی کلجھائی صورتون کو جن سے خوب آشنا تھا دیکھا ان مین الوس برلاس کے ۱۱۸
لوگ جن کے سرخ چہرے مائل بہ سیاہی ہو رہے تھے اور چھریرے بدن کے ترکان سلدوز اور
دلا اور قوم جلایر کے جوان اور بدخشان کے وحشی لوگ تھے جن سے تیمور "بام دنیا" پر لڑ چکا تھا،

تیمور نے لشکر کے معائنہ ہی پر بس نہین کی، شام کو رایت شاہی کے قریب جو بڑا نقارہ
رکھا تھا وہ رعد کی مثل گرجنے لگا، اس نقارے کا برنجی طاس چھ فٹ کے دور کا تھا اور اس پر
ایک بیل کی پوری کھال منڈھی تھی، اس نقارے کے بجتے ہی جواب مین لشکر کے اور نقارے
بھی بجنے لگے، اور سوارون کے دستے فوراً حرکت مین آئے اور جنگ کے لیے صفین آراستہ

ہوگئین، سائبیریا کے صحراؤن مین شاید اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی کبھی اتنا بڑا لشکر جمع نہ ہوا ہوگا، افسرانِ افواج اپنے اپنے مقامات پر جرنغار سے لے کر برنغار تک جس کا پھیلاؤ میلون مین تھا گھوڑے دوڑاتے ہوئے پہنچے، اور تمام سپاہ نے سورن کے نعرے بلند کئے،

سپاہ اچھی حالت مین تھی اور خوش تھی، دوسرے دن پھر کوچ شروع ہوا،

۱۱۹

سترہوان باب

سائے اور آسیب کا ملک

کہر کے بادل سامنے سے ہٹتے جاتے ہین، چشمون اور ندیون کے کنارے بُندق کی جھاڑیان کھڑی ہین، پاؤن کے نیچے موٹی دبتی ہوئی کائی اور دھوکا دینے والی دلدل ہے، کالے کالے چٹانون پر لال پتون کی بیلین چڑھی ہین، سارے ملک پر ایک سکوت کا عالم ہے، ہر طرف مردنی سی چھائی ہے، درختون کی چوٹیون پر شکرے اڑ رہے ہین، لیکن وہ طائرانِ خوشنوا جو صبح کے آثار دیکھتے ہی چہچہانے لگتے ہین نام کو نہین، یہان کے آسمان کا رنگ بھی سمرقند کے آسمان کی طرح گہرا نیلی فام نہین، کہین کہین نیچے نیچے مٹی کے ٹیلے کہر کے غبار مین دھندلے دھندلے نظر آتے ہین، یہ خاک کے تودے قبرین ہین یا کبھی کسی بے زبان عدم رفتہ قوم کے گھر تھے جو اب مٹی کے ڈھیر ہین،

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ "یہ ملک ظلمات کہلاتا ہے، اگر کوئی تاجر ہمت کرکے یہان تک پہنچ بھی گیا تو وہ اپنا مال یہان چھوڑ کر خود کہین دور چلا جاتا ہے، جب واپس آتا ہے تو اپنے مال کی جگہ سمور اور جانورون کی کھالین رکھی دیکھتا ہے۔ یہان کے رہنے والے کسی کو نظر نہین آتے"؛

یہ ملک قوم کیمبری کا وطن اور ہائی پر بوری کا مسکن تھا جو شمال کی متوطن قومین بتائی گئی ہین، یہ سب خانہ بدوش لوگ تھے اور اگر واقعی وہ کہین یہان تھے بھی تو اس وقت تیمور کے لشکر کی آہٹ پاتے ہی اور بھی غائب ہوگئے ہونگے، جنوب کی طرف کے قطعے آباد تھے، گو توقمش نے وہان کے آدمیون اور مویشیون کو اپنا راستہ نکالنے مین بہت کچھ ہلکا کر دیا تھا لیکن ان اقطاع شمال مین تو تیمور کا لشکر فی الواقع ایسے ملک مین داخل ہو رہا تھا جو بظاہر غیر آباد تھا[1]،

مورخ لکھتا ہے کہ جس قدر قراول آگے بھیجے گئے تھے وہ صحرا مین بھٹکے ہوئے مسافرون کی طرح آوارہ گرد رہے، مگر یہ صحرا بالکل غیر آباد بھی نہ تھا، البتہ تاتاریون کو جو دھوپ مین تپتی بنجر زمینون، نہرون اور چشمون اور ایسے شہرون کو دیکھے ہوئے تھے جو دریا کے کنارے آباد تھے، یہ تاریک اور مرطوب وسیع سرزمین | جس مین انسان کا پتہ نہ تھا بہت دشوار گذار اور ۱۲۰ مہیب نظر آئی ہوگی، ملا و مشائخ بالخصوص بہت پریشان تھے، کیونکہ معمولی اوقات نماز کی پابندی یہان ممکن نہ تھی،

صبح کے آثار بہت جلد ظاہر ہو جاتے تھے حالانکہ سورج کے نکلنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی ہوتے تھے، لوگون کو صبح کی نماز کے لیے ایسے وقت اٹھنا پڑتا تھا کہ ابھی رات کے گھنٹے پورے ختم نہ ہوئے ہوتے تھے، اسی طرح سویرے سے شام کی شفق ظاہر ہو جاتی تھی گو سورج کے

---

[1] تیمور کا لشکر اس وقت ۵۵ درجے عرض بلد مین جو قارہ یورپ مین جھیل ونی پگ کے شمال مین پڑتا ہے داخل ہونے کو تھا، اس لشکر نے رود توبل (THETOBAL) کے سرچشمون کو ان کی شمالی جانب سے عبور کر لیا تھا، قیاس یہ ہے کہ دریاے توبل سے گذرنے کے بعد جو بڑا دریا ان کو ملا وہ دریائے یورال (THEURAL) تھا (جو غالباً ظفرنامے کا آب تیق اور ترکون کا آب یائیق یا ییق ہے) دریائے یورال عبور کرکے وہ بالکل مغرب کی طرف چلا اور اس زمین کو طے کرنے لگا جو آجکل یورپ اور ایشیا کے درمیان سرحد سمجھی جاتی ہے، (مصنف)

ڈوبنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی ہوتے تھے، شفق شام کے ظاہر ہونے اور نماز عشاء کے وقت مین کئی گھنٹے
کا فصل تھا، عشاء اگر پڑھی جاتی تو تاریکی کا زمانہ اتنا نہ ملتا تھا کہ لوگ بخوبی آرام کر سکتے،
انھی وجوہ سے اہل شریعت نے حکم دیدیا کہ اوقات نماز مین تبدیلی کیجا سکتی ہے[1]، اس اثنا مین
تیمور نے پورے لشکر سے بیس ہزار فوج علٰحدہ کی اور اُسے سیر اوردہ کی لشکر کا سراغ لگانے
کے لیے روانہ کیا، امراء مین سے تقریباً ہر متنفس نے اس فوج کیساتھ سردار بنکر جانا چاہا لیکن تیمور نے
اپنے نوجوان فرزند شہزادہ عمر شیخ[2] کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا، یہ بیس ہزار فوج لشکر سے علٰحدہ ہوکر
وسیع میدانون مین غائب ہوگئی، کچھ مدت گذرنے کے بعد ایک قراول خبر لایا کہ شہزادہ عمر شیخ
کی فوج ایک بڑے دریا کے کنارے پہنچ گئی ہے، اس کے بعد ہی ایک دوسرے قراول نے

---

[1] ظفرنامے کی پہلی جلد کے صفحہ ۵۰۳ پر یہ عبارت آئی ہے، "وچون قریب شش ماہ بود کہ رایت نصرت شعار متوجہ جنوب شمال گشتہ رفتند بمحلے رسیدند کہ در شب پیش از غروب شفق اثر طلوع صبح ظاہر میشود، چنانچہ در ہنگام بودن آفتاب در برج شمال نماز خفتن درآن موضع بحسب فتوائے شریعت غرائی واجب نمیشود" اس بیان کے پہلے فقرے کے آخری حصے مین مبالغہ ہے، دنیا کے آباد حصون مین جو خط استوا کے قریب ہین اوقات نماز آفتاب کی گردش، طلوع و غروب کے اعتبار سے اسطرح مقرر ہوئے ہین کہ جاگنے سونے، کام اور آرام کا وقت انسان کو کافی مل سکے، لیکن خط استوا سے جس قدر شمال مین جایئے رات اور دن کا فرق بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ قطب شمالی کے قریب جو ملک ہین وہان مہینون تک آفتاب نہین نکلتا، اسی طرح جب نکلتا ہے تو مہینون تک افق کے کنارے کنارے نظر آتا رہتا ہے اور غروب نہین ہوتا، چونکہ نماز کے اوقات مقرر کرنے مین بیداری اور خواب، کام اور آرام کا بھی لحاظ کیا گیا ہے اس لیے روئے زمین کے تمام مقامات پر آفتاب کی گردش، طلوع و غروب کا لحاظ رکھنا ممکن نہین رہتا ہوگا، صرف بیداری اور خواب کے زمانے کا لحاظ کرکے اوقات نماز مقرر کردیئے جاتے ہونگے ممکن ہو کہ اس مین نماز پنجگانہ مین سے عشاء کی نماز کہین واجب نہ سمجھی گئی ہو، (مترجم)

[2] ظفرنامہ مین امیرزادہ عمر شیخ کی جگہ امیرزادہ محمد سلطان کا نام لکھا ہے، جلد اول صفحہ ۵۱۶،

خبر دی کہ پانچ یا چھ مقامات پر آگ کی ایسی ڈھیریان نظر آئی ہین جنمین آگ ابھی تک بجھی نہ تھی[1]،
دشمن کا یہ سب سے پہلا سراغ تھا جو دریافت ہوا تھا، تیمور نے ان خبرون کے سنتے ہی بڑے
بڑے آزمودہ کار قراولون کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ جہانتک تیز جانا ممکن ہو شہزادہ عمر شیخ کے
پاس جائین اور تمام صحرا کو دشمن کا پتہ چلانے مین فوراً چھان ڈالین، تیمور ان قراولون کے
روانہ ہونے کے بعد کچھ فوج لے کر ان کے پیچھے چلا، شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار فوج جہان ٹھہری
تھی وہ دریائے توبل کا علاقہ تھا، یہ دریا (دریاے اوبی مین شامل ہو کر) بحر منجمد مین گرتا ہے، آگ
کی ڈھیریان جو نظر آئی تھین وہ دریا کے پاس اُس کے مغربی کنارے کی طرف تھین، تیمور تیر
کر دریا اترا اور شہزادہ عمر شیخ کی بیس ہزار فوج سے جا ملا[2]، اور فوراً اس فوج کو اپنی سرکردگی مین
لے لیا،

اب قراولون نے امیر کی خدمت مین حاضر ہو کر خبر پہنچائی کہ بعض مقامات ایسے ملے ہین
جہان ایک یا دو دن پہلے کسی نے آگ جلائی تھی، اور گھوڑون کے گذرنے کے نشان بھی ملے
ہین، تیمور نے شیخ داؤد ترکمان کو جو شہسواری مین کامل اور شجاعت کے کامون مین نامور تھا،
حکم دیا کہ مغرب کی طرف جا کر دشمن کو تلاش کرے[3]، شیخ داؤد گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا اور دو دن
اور دو راتون کے بعد جس چیز کو ڈھونڈنے نکلا تھا اُسے پا لیا، کئی پھونس کی جھونپڑیان ملین،
شیخ نے ان کے گرد ایک چکر لگایا اور ایک جگہ رات بھر چھپا ہوا بیٹھا رہا، صبح کو رات کی محنت وصول
ہو گئی، دیکھا کہ جھونپڑیون سے ایک سوار نکل کر ادھر ہی آرہا ہے جدھر یہ بیٹھا تھا،

[1] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۶۔ [2] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۷،
[3] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۲۲۔ [4] ظفر نامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۸،

جونہی سوار قریب پہنچا شیخ داؤد نے دوڑ کر اسکی مشکین کس لین، اور واپس چلا، فوج ہراول کا جو حصہ اس کی طرف آتا ہوا پہلے ملا اس مین اس قیدی کو لیکر پہنچا، لیکن قیدی کو توقتمش کا حال ۱۲۱
کچھ بھی معلوم نہ تھا، اس کا بیان صرف اتنا تھا کہ جھونپڑیون کے قریب اس نے دس سوارون کو جو زرہ بکتر لگائے تھے پڑاؤ ڈالے دیکھا تھا[۱]،

تیمور نے ساٹھ[۲] تاتاری سوارون کو کوتل گھوڑے دیکر اس حکم سے روانہ کیا کہ جس طرح ہو ان دس سوارون کو ڈھونڈ کر ہمارے سامنے حاضر کیا جائے، تیمور کو آخر کار دشمن کا اتنا سراغ مل گیا کہ جو تدبیرین اس نے سوچ رکھی تھین ان پر عمل شروع کر دیا جائے، دسون سوار گرفتار ہو کر سامنے لائے گئے، انھون نے بیان کیا کہ سیراوردہ کی فوجین یہان سے سمت مغرب مین ایک ہفتے کی راہ پر مقیم ہین،

شمال کی طرف تیمور کا یہ دور دراز کوچ ماہرانِ فنونِ جنگ کے نزدیک جو قواعد اور قوانین کے بڑے پابند ہین حیرت کے قابل تھا، مگر تیمور کی یہ لشکر کشی بغیر پابندیِ قواعد اور معذرتِ خطا عمل مین آئی تھی، کسی قسم کی کمزوری ظاہر کرنی یا دشمن کو اس بات کا موقع دینا کہ وہ اچانک حملہ کر بیٹھے تیمور اپنے حق مین سم قاتل سمجھتا تھا، وہ جانتا تھا کہ دشمن اس کے بڑھے آنے کو خوب دیکھ رہا ہے، گو دشمن تیمور کو ابھی تک نظر نہ آیا تھا، توقتمش کو تیمور کی نقل و حرکت کی خبرین برابر پہنچ رہی تھین، تیمور کو اس وقت ایک ایک لمحہ عزیز تھا، سیراوردہ کو مجبور کر کے

---

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۱۹،

[۲] ظفرنامے مین یہ تعداد بیس بیان ہوئی ہے، دیکھو جلد اول صفحہ ۵۱۹،

میدان جنگ مین لانا اور موسم گرما ختم ہونے سے قبل کسی شاداب مزروعہ زمین مین اپنے لشکر کو اتارنا ضروریات سے تھا، تیمور تعجیل چاہتا تھا، توقتمش اس کے برعکس تاخیر کو اپنے حق مین مفید سمجھتا تھا، یعنی جہانتک ممکن ہو لڑائی شروع کرنے مین دیر کیجائے،

سمت شمال مین تیمور کی تیز رفتاری توقتمش کی تدابیر مین خلل انداز ہوئی، کیونکہ تیمور کی تیزی دیکھکر توقتمش کو سمت مقابل مین فوجین روانہ کرنی ضروری ہوئین، اور یہ اہتمام کرنا پڑا کہ جس مقام پر خود تھا اور جہان تیمور کا لشکر تھا ان دونون کے درمیان اپنی فوجین رکھے، مغرب کے میدانون اور دریاے آتل (دولگہ) اور بحر اسود کے علاقون سے ایسے قبائل جو توقتمش کے تابع تھے بکثرت آکر اسکی فوج مین شامل ہوتے جاتے تھے، توقتمش کے تابع اس قدر قبائل تھے کہ اگر وہ سب جمع ہو جاتے تو تیمور سے توقتمش کی فوج دوچند ہو جاتی،

اب تیمور کی فوجون نے جو دشت وصحرا کی پروردہ تھین نقل وحرکت مین داؤن پیچ دکھانے شروع کئے، احتیاط سب سے بڑی شرط تھی بالخصوص ایسے دشمن کے مقابلہ مین جو ایک دن مین سو میل کی منزل طے کرتا ہو، اور جو مخالف کی نظر سے اس وقت تک غائب رہے جب تک کہ خود لڑائی کا وقت پسند کرکے مقابلہ پر نہ آجائے،

تیمور کے عمل سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جتنے خطرے پیش آنے ممکن تھے وہ سب اس کی نظر مین تھے، سپاہ کی نوبت فاقہ کشی کو پہنچ چکی تھی، چھ دن تک مغرب کی جانب فوجون کو تیزی سے لے جاکر آخرکار دریاے یورال (آب یایق یا جایک) کے کنارے پہنچ گیا، سیراوردہ کے دس سوار جنکو قید کر رکھا تھا ان سے معلوم ہوا کہ اس دریا کے تین گھاٹ ہین جو تھوڑے تھوڑے فاصلے سے واقع ہین، تیمور نے خود بڑھ کر ایک گھاٹ کو دیکھا مگر دیکھکر وہان سے لشکر کا اترنا پسند

نہ کیا، بلکہ حکم دیا کہ لشکر اس وقت جہان ہے اسی کے سامنے سے دریا اتر کر دوسرے کنارے جائے[1]، یہ حکم دیکر خود دریا اترا اور ہراول کی فوج کو ساتھ لئے صحرا مین دشمن کو تلاش کرنے نکل گیا،

۱۲۲ یہان سیر اوردہ کے بعض اور آدمیون کو گرفتار کیا، ان لوگون نے بیان کیا کہ ہم کو دریا کے کنارے حاضر ہو کر توقتمش کے لشکر مین شامل ہونے کا حکم پہنچا تھا، چنانچہ ہم حاضر ہوئے مگر توقتمش کی فوج ہم کو نہ ملی، غرض تیمور کے کل لشکر نے دو دن مین یورال (آب تیق یا یایق) کو عبور کر لیا؛ جب لشکر دریا اتر لیا تو تیمور کو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ تینون گھاٹون پر دشمن نے کثرت سے سپاہ بٹھا رکھی تھی، اور خود توقتمش بھی وہین درختون کے جھنڈ مین ایک جگہ چھپا بیٹھا تھا، مگر جب تیمور نے گھاٹون کو چھوڑ کر اپنا لشکر دوسرے مقام سے اتارا تو توقتمش اس کمینگاہ سے ہٹ گیا،

لیکن سیر اوردہ کی فوجین جب کسی مقام سے پیچھے ہٹتی تھین تو وہ سب سے زیادہ خطرناک ہو جاتی تھین،

تیمور نے لشکر کو حکم دیا کہ اپنے تومانات وصدجات وہزارجات سے کوئی قدم باہر نہ نکالے، رات کے وقت نہ روشنی کرین اور نہ آگ جلائین، شام ہوتے ہی رسالون کو حکم تھا

---

[1] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۵۱۹ - "ومنازل ومراحل بسیار پیمودہ از بسے آبہا وکوہا عبور نمودہ روز دوشنبہ چہارم جمادی الآخرہ ۷۹۳ھ بکنار آب تیق (اورال) رسیدند، غجرجی بعز عرض ہمایون رسانید کہ این آب را سہ گذار است یکے را ایغریالی گویند و دوم را بورکجت وسوم را کہ از ہمہ کوچک تر است چپہ کجت، صاحبقران فرمود کہ ازین گذارہا گذشتن مصلحت نیست چہ شاید کہ دشمن در کمین بود، صلاح آنست کہ بہ بالاے آب روان شویم ودر آب زنیم وبگذریم ہمہ ساعت کوچ کردند وبالاے آب رفتہ سوار وپیادہ از ہر جا خود را بر آب زدہ بشناہ می گذشتند وبدو روز آں لشکر بیکران ازان آب گران بسلامت عبور نمودند وشش روز دیگر منازل ومراحل پیمودہ بر آب سمور رسیدند وقراول لشکر پیش رفتہ بودند، صداے غلغلہ دشمنان شنودہ آں معنی را بحضرت اعلیٰ عرضہ داشتند" (مترجم)

کہ لشکرگاہ کے گرد برابر پہرہ دیتے رہین، ان قواعد کے ساتھ کئی دن تک لشکر نے مغرب کی جانب کوچ جاری رکھا، کوہ یورال کی بہت سی تنگ وادیان طے کین اور اکثر مرطوب زمینون سے گذر ہوتا رہا، آخر کار وہ دن آگیا کہ تمام فوجون مین ایک شور برپا ہوا اور تیمور کے بڑے بڑے رزم آرا زور زور سے گاتے ہوئے آگے بڑھین،

تیمور کی فوج قراول توقتمش کی فوج عقب تک پہنچ گئی تھی لیکن توقتمش تک نہ پہنچی تھی، سیر اوردہ کی نوجون کے پاس تازہ دم گھوڑے تھے اور کھانے پینے کا سامان بھی تیمور کے لشکر سے کہین بہتر تھا، اور تیمور کے ساتھ دشمن کی ان فوجون نے ایک سخت چال بھی سوچ رکھی تھی، امیر تیمور کی فوج قراول توقتمش کی فوج عقب سے چھوٹی چھوٹی لڑائیان لڑتی رہی، اب سیر اوردہ نے پلٹ کر پھر اپنا رخ شمال کا کیا، یہ ترکیب اچھی تھی لیکن ایسی نہ تھی کہ تاتاریون سے توقتمش اپنا پیچھا چھڑا لیتا، مگر اتنا ضرور ہوتا کہ توقتمش تیمور کی فوج کے آگے آگے رہ کر جنگل کو شکاری جانورون سے خالی کر دیتا اور آباد زمینون سے نکلتا ہوا صحرا مین پہنچ جاتا، اس وقت جس زمین پر فوجین کوچ کرنے لگین وہان زان وشاہ بلوط کے جنگل نہ تھے بلکہ برچ کے درخت اور صدا بہار سبزہ زار رنگ مین سیاہی مائل پھیلے پڑے تھے، اور ان کے بعد پانی اور دلدل کے میدان آنے شروع ہو جاتے تھے، تیمور کی فوجین بھوک سے بیتاب تھین اور اپنے تین بڑے امرا[۱] اور بہت سے سوارون کے مارے جانے سے جنھین سیر اوردہ کے سوارون نے قتل کر دیا تھا رنجیدہ اور غمگین تھے، سب اس خیال مین تھے کہ اب سوائے نیست ونابود ہو جانے کے کوئی دوسری صورت

۱؎ دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۲۸، یہ تین فوجی سردار ہر ملک، رمضان خواجہ اور محمد ارلات تھے، ان کے علاوہ امیر ایکو تمور بھی اس لڑائی مین مارا گیا تھا،

نہین ہے، لیکن تیمور پر ان کو بھروسا تھا،

اب بارش شروع ہوئی اور برف گرنے لگی، حالانکہ ابھی ماہ جون کا وسط تھا، چھ دن تک تیمور کی فوجین خیمون مین بند پڑی رہین، تیمور سب سے پہلے میدان مین نکلا، شہزادہ عمر شیخ کی

۱۲۳ بیس ہزار فوج آگے تھی، اس نے سیر اوردہ کی سپاہ کو جو اپنے لشکر سے باہر دور دور پہرے پر تھی قتل کر دیا، شہزادہ نے ایلغار کیا اور ساتوین دن کے ختم ہونے پر دور سے توقتمش کا شاندار علَم، قبہ دار خیمے اور دشمن کا پورا لاؤ لشکر نظر آیا، شہزادے کی فوج صفوف جنگ مین ترتیب پائے ہوئے تھی، لڑائی شروع کرنے کے لیے صرف حکم کی دیر تھی، شہزادے نے حکم دیا کہ کل فوج گھوڑون سے اتر پڑے، خیمے نصب کرے اور کھانے کی جس قدر جنس موجود ہے اس کو پکا کر خوب شکم سیر ہو کر کھائے،

شہزادہ عمر شیخ کا اٹھارہ دن کا کوچ جس مین اٹھارہ سو میل طے کئے تھے اب خاتمہ کو پہنچا، نصف میل کے فاصلے پر سیر اوردہ کی فوجین لڑائی کے لیے جمع تھین اور ان کی گاڑیان (گردون) لشکر کے عقب کی طرف حرکت مین تھین، جانبین کے لشکر اب اس طرح مقابل ہو گئے تھے کہ لڑائی سے کسی کا بھی ہٹنا ممکن نہ تھا، دونون لشکرون سے ایک ایک سپاہی لڑنے نکلا، تلوار کے دو دو ہاتھ چلنے کے بعد ایک نے منھ موڑ کر بھاگنا چاہا مگر بھاگنے کو جگہ نہ ملی، توقتمش کے آدمیون کو حیرت تھی کہ تاتاریون نے یہان اس طرح ڈیرے ڈالے ہین کہ گویا شمال کی یہ کل سرزمین ہمیشہ سے انھی کی ملک چلی آتی ہے، لیکن واقعہ یہ تھا کہ تیمور اپنے لشکر کے گھوڑون کو آرام اور اپنی سپاہ مین جان پیدا کر رہا تھا،

قراولون کی جماعتین جو دور دور بٹھادی گئی تھین بالکل ہوشیار تھین اور حکم تھا کہ رات

کو کہین روشنی نہ کیجائے[1]، تیمور نے آخری وقت مین امرا کو جمع کر کے کوئی مجلس نہین کی، تواچی اُس کے گرد قالینون پر سو گئے، قاصد اور ہرکارے اپنے گھوڑون کے پاس مع اُن سردارون کے جو سراپردہ امیر پر پہرا دے رہے تھے رات بھر بالکل تیار کھڑے رہے، امیر تیمور گورگان زرہ پہنے ہتھیار لگائے چراغ کے سامنے بیٹھا شطرنج کی بساط پہ کاٹ کے سپاہیون کو لڑاتا رہا، کبھی کبھی نیند کا ایک آدھ جھونکا بھی آجاتا تھا،

کل انتظام ختم ہو چکا تھا، لشکر جس ترتیب مین عموماً کوچ کیا کرتا تھا اسی کے مطابق کل فوجین سات حصون مین تقسیم کر دیگئی تھین[2]، لشکر کے بائین بازو یعنی جرنغار مین ہراول کی فوج اول اور اس کے پیچھے فوج دوم بطور مددگار کے تھی، یہی ترتیب قلب لشکر (قول) مین تھی، قول کے عقب مین تیمور خود فوج محافظ اور نامی نامی مردان پیکار آزمودہ کار کو ہمراہ لیے موجود تھا، قول یعنی قلب لشکر مین سب سے ادنی قسم کی سپاہ بھری تھی، لیکن دائین بازو یعنی برنغار مین جسکا برائے نام سپہ سالار تیمور کا نوعمر فرزند شہزادہ میران شاہ تھا، بڑے بڑے نامی امرائے جنگ آور جو وزنی زرہ پوش رسالون کے افسر تھے حاضر تھے، یہین اُن جانبازون کا مجمع تھا جو ہر وقت موت کی تلاش مین رہتے تھے، شیخ علی بہادر اور دیگر بہادرانِ تولوجن کی دلاوری درجۂ دیوانگی کو پہنچی ہوئی تھی جمع تھے،

اور اسی برنغار کو جس مین بڑے بڑے اربابِ شہامت حاضر تھے تیمور نے حکم دیا کہ صبح ہوتے ہی دشمن پر سب سے پہلے حملہ کرے، چنانچہ امیر سیف الدین نے جس کے زیر فرمان اس وقت

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۲۰، [2] جانبین کے لشکر کے تعبیہ و ترتیب کے متعلق دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۵۳۱-۵۳۵،

پانچہزار سوار تھے دار وگیر کا شور برپا کر کے غنیم پر یلغار بول دیا ۱۲۴

مقابل مین توقتمش کا لشکر نصف دائرہ کی شکل مین آراستہ تھا اور اس نصف دائرہ کے دونون سرے اس طرح پھیلے تھے کہ گویا تیموری لشکر کے برنغار اور جرنغار دونون کو انھون نے اپنی کولی مین لے لیا تھا، توقتمش کے لشکر کا بایان بازو حرکت مین آکر امیر سیف الدین پر بڑھا، توقتمش کے لشکر نے جس کا پھیلاؤ طول مین دو میل کا تھا ایسا شور برپا کیا کہ تیموری لشکر کے سات فٹ لمبے بوق ونفیر کی مہیب آوازین بھی اسمین کارگر نہ ہوسکین، تمام جنگ سوائے ان مقامات کے جہان امیر تیمور بذاتِ خود وارد ہوسکتا تھا بالکل امرائے فوج کے ہاتھ مین تھی،

تیمور کے لشکر سے ایک اور فوج نے امیر سیف الدین کو مدد پہنچانے کے لیے دشمن پر دھاوا کیا اور دایان بازو یعنی برنغار[1] کل کا کل گھوڑے سرپٹ ڈال کر تیرون کے مینھ مین آندھی کی طرح غنیم پر چلا، سیر اوردہ کی سپاہ تیموری رسالون کے اس سخت حملہ کی تاب نہ لا سکی، تیمور نے اب لشکر کے قول کو حکم دیا کہ شہزادہ میران شاہ کی مدد کو بڑھے،

[1] تیمور نے اپنی فوج کے پرانے تجربہ کار اور مشہور دلاور تاتاریون کو لشکر کے داہین بازو یعنی برنغار پر حسب معمول مقرر کیا تھا، برنغار مین ایک فوج آگے جسے ہراولِ برنغار کہتے تھے اور ایک فوج اس کے پیچھے بطور مددگار کے رہا کرتی تھی، اور لائق ترین ماہرانِ جنگ ہمیشہ اسی برنغار کے ہراول مین ہوا کرتے تھے، لڑائی کے وقت برنغار دستے قائم کر کے نقل وحرکت کرتا تھا، اور ہمیشہ دشمن کے بائین بازو والی فوج کا بالکل قلع قمع کر دیتا تھا، تیمور لشکر کے بائین بازو یعنی جرنغار کو اس وقت تک کام مین نہ لاتا تھا جب تک کہ برنغار آگے بڑھکر دشمن سے الجھ نہ جائے تیمور خود فوج قلب (قول) کے عقب مین ایک بڑی بہادر اور مضبوط فوج کی جو اس کے قریب ہوتی تھی سرداری کرتا تھا،

اس فوج محفوظ کو لیکر تیمور لشکر کے جرنغار یا برنغار جس کسی کو کمزور دیکھتا مدد پہنچاتا تھا، جب تک لڑائی ختم نہ ہوتی خود حرکت نہ کرتا،

فوج قلب (قول) مین کیا کیا پیش آیا اس کا حال نہین معلوم، جانبین کے سوا اور گھوڑے تمام میدان جنگ مین گتھے ہوئے نظر آتے تھے، کبھی بڑھکر کبھی ہٹ کر کبھی مڑ کر دشمن پر دشمن کی تلوار تڑپ رہی تھی، گوشت و پوست کے پرخچے اڑ رہے تھے، اور تیرون کی یہ کیفیت تھی کہ ہوا مین بجلیون کی طرح چمک چمک کر موت کا مینھ برسا رہے تھے، زخمی سوار بھی کاٹھیون سے لپٹے ہوئے تلوار کا ہاتھ برابر چلاتے تھے، اور ہتھیار اُن کے بھی بیکار نہ تھے، جن کی جان لبون پر تھی، رحم کا نہ کوئی خواہان تھا اور نہ کسی کو کسی پر رحم آتا تھا، جب تک سارے جسم کا خون نکل کر کاٹھی سے مردہ سوار زمین پر گر کر گھوڑون کے سمون سے نرم مٹی مین نہ کچل جاتا لڑائی سے ہٹنا اُسے نہ آتا، لڑائی کے میدان مین تاتاریون کے دست چپ یعنی جرنغار مین بمقابلہ دشمن کے برنغار کے سپاہ کی تعداد کم تھی، اس لیے بار بار ایسا ہوا کہ دشمن کے حملے پر اسے پیچھے ہٹنا پڑا، تیمور کی جانب سے قبیلہ سلدوز کی صفین ٹوٹ کر بے ترتیب ہو گئین لیکن شہزادہ عمر شیخ نے اپنا علم سرنگون نہ ہونے دیا، اب توقتمش فوج لیکر اس طرف آیا اور تاتاریون کے قلب لشکر مین سے گذرتا ہوا اس کے عقب مین پہنچا،

۱۲۵ تیمور نے جو اس وقت فوجِ قلب کے ساتھ آگے تھا توقتمش کے رایت کو دیکھا کہ بائین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵) فوجِ قلب (قول) کے گرد خندق ہوتی تھی، تیمور اس فوج کو اس وقت تک باہر نہ نکالتا جب تک کہ اس کے بہادر سوارون کے رسالے دشمن کو اپنے یلغار کے قیامت خیز تصادم سے بدحواس نہ کر دیتے تھے،

تیمور ایسی جنگ کو جس مین باقاعدہ ترتیب و تعبیہ کے ساتھ کھلے میدان لڑائی ہو سب سے زیادہ پسند کرتا تھا، اس طرز کی لڑائی مین جہان خود فوج جھنڈا کو لیے کھڑا ہوتا تھا وہ مقام گویا مرکز ہوتا تھا اور اس مرکز سے سامنے کی فوجون کو پرکار کی طرح ترچھی رخ برنغار کی طرف پھرا دیتا تھا، اور جب فوج قلب آگے بڑھتی تو جرنغار اسکی جگہ آجاتا، لشکر کے تزوک صف آرائی مستقل اور مقرر تھے، ہر فوج اپنے مقام اور فرائض منصب سے بخوبی آگاہ تھی، (مصنف)

طرف جہان تیمور کی فوجین لڑ رہی تھین اور جہان خود تیمور اس وقت کھڑا تھا اس کے بیچ مین اُڑ رہا ہے،

بہادر اور جانباز فوجین جواب تک محفوظ تھین تیمور انہین لیکر آگے بڑھا اور توقتمش پر یلغار کیا، اس سخت دھاوے کو دیکھکر اور تیمور کے عَلَم کو دیکھکر کہ قریب آرہا ہے اور تاتاری سوارون کے خود بھی چمکتے ہوئے نزدیک آتے معلوم ہو رہے ہین توقتمش سمجھا کہ بس اب موت بھی دور نہین ہے، امراے سیراوردہ کو جو قریب تھے ساتھ لے کر توقتمش میدان سے ہٹ کر اس خون و خرابے سے باہر آیا اور مغرب کی طرف گھوڑا دوڑاتا ہوا بھاگا اور اپنے ہزار ہا لوگون کا جو میدان جنگ مین لڑ رہے تھے کچھ خیال نہ کیا، توقتمش موت کے سایے سے ڈر کر بھاگا،

خانِ سیراوردہ جب اس طرح میدان سے فرار ہوا تو سیراوردہ کا عَلَم بھی سرنگون ہوا[1]،

---

[1] سیراوردہ پر تیمور کی لشکرکشی اور توقتمش پر فتح پانے کے حالات ظفرنامے کی جلد اول مین ۴۹۹ صفحے سے ۵۳۱ صفحے تک ملین گے، یہ لڑائی ۷۹۲ھ ۱۳۸۹ع مین ہوئی تھی،

اٹھارہوان باب

۱۲۶

روس کا شہر موسکو

تاتاری اب آرام سے کوچ کرنے لگے، توقتمش کے خیمہ و خرگاہ پر تو قبضہ ہو ہی چکا تھا سامانِ خور و نوش اور گھوڑون کی کمی اب اُنھین کیون ہوتی، تیمور نے لشکر کے دس قشونو مین سے سات قشون بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب مین روانہ کئے[1]، کیونکہ توقتمش کیساتھ جو امرائے سیر اوردہ بھاگے تھے ان کے علاوہ بھی لشکر کے بہت سے سردار عَلَم کے گرتے ہی اپنے اپنے الوس لیکر فرار ہوئے تھے، سیر اوردہ کی سپاہ جو مرنے یا بھاگنے سے بچی تھی اس کو تاتاریون نے ہٹاتے ہٹاتے دریائے آتل کی مشرقی دلدل تک پہنچا دیا اور وہان اسکے ہزارون آدمیون کو قتل کر دیا، مورخ لکھتا ہے کہ اس لڑائی مین اور لڑائی کے بعد بھاگنے مین

---

[1] "صاحبقران تمام لشکر را از دہ نفر ہفت نفر گزین کردہ تبگامشی در عقب گریختگان بفرستاد، و بہادران دلاور از پئے دشمنان چون برق جہندہ شتاب روان شدند، و آن روز برگشتگان را از پیش آب آتل بود و از پس شمشیر قاتل ...... نہ از پیش راہ نہ از پس امان ...... لاجرم در میان دو سیلاب چناں بیشتر ایشان را آب زندگانی بر خاک ہلاکت ریختہ شعلہ حیات شان بباد فنا بر نشست واندک مرحلہ از آن گرداب بلا جریدہ بیرون توانستند رفت، و زن و فرزند و مال و اسباب ایشان تمام بدست لشکر منصور افتاد" ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۴۵، ۵۴۶)

دشمن کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے،[1]

اب پھر شکار کا حلقہ ڈالا گیا، مگر اس مرتبہ جانورون کے لیے نہین بلکہ اس غرض سے کہ دریائے آتل سے ملحق علاقون مین جس قدر شہر اور گاؤن ملین ان کو اچھی طرح چھان ڈالین، جنوب کی طرف جو مقابلۃً گرم ملک تھا تاتاری روانہ ہوئے، راستے مین جس قدر بھیڑین گائے بیل اور اونٹ ملے انھین پکڑ لیا اور اپنے گھوڑون کی تعداد مین بھی خوب اضافہ کیا، گیہون کی تیار فصلین کھیتون سے کاٹ لین، گاؤن اور قصبات مین مکانات لکڑی کے ہوتے تھے ان مین بے دریغ داخل ہو کر جس قدر حسین لڑکیان اور کمسن لڑکے ملے انھین گرفتار کر کے ساتھ لیا، اسی طرح جب روس کے ملک مین پہنچے تو وہان بھی بڑی دولت لوٹی، سونے اور چاندی کی اینٹین، قاقم اور سنجاب کے پوستین لوٹ کر ان کے انبار لگا دیئے، غرض اتنا مال ملا کہ ہر تاتار سپاہی اور اس کی آل اولاد کی باقی عمر کے لیے کافی تھا،[2]

---

[1] ظفرنامے مین روس پر چڑھائی کے حال مین لکھا ہے "حضرت صاحبقران بجانب مسکو (موسکو) کہ ہم از شہرہائے روس است نہضت فرمود و آنجا رسیدہ سپاہ ظفرپناہ تمام آن ولایت را از شہر و بیرون بتاختند و مجموع امرا ر آنجا منکوب و مخذول ساختند،

بنیروے بازوے شمشیر تیز   برآوردہ از روسیان رستخیز
زبس روسی برہم انداختہ   شدہ دشت و کوہے برافراختہ

(ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۵۸ - ۷۶۲)

[2] "و غنیمت بسیار بدست لشکریان افتاد،

زرِ کانی و نقرہ زیبقی   کہ مہتاب را داد بے رونقی
ز کتان و انطاکئے خانہ باف   زدہ کوہ بر کوہ چون کوہ قاف
بہ خروارہا قند زتیغ دار   سمور سیہ نیز بیش از شمار
ز قاقم نہ چندان فرو بستہ بند   کہ تقریر آن کرد شاید کہ چند
فروزندہ سنجاب و روباہ لعل   ہمان کرہ اسپان نادیدہ نعل

(سمور، قاقم۔ سنجاب، روباہ لعل یہ سب جانورون کے نام ہین جن کے پوستین نہایت نرم اور گرم ہوتے تھے) ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۷۶۱ - ۷۶۲، (مترجم)

ہر سپاہی کے پاس اب قیمتی کپڑون کے تھان، سنجاب اور روباہ لعل کے پوستین ایک ایک خچر کے بوجھ کی برابر ہو گئے، اور غول کے غول ایسے ناکند بچھیرون کے انھون نے پکڑ لیے جن کے ابھی نعل بھی نہ لگے تھے، سب قسم کا مال اس کثرت سے ملا کہ ہر شخص اس کو سنبھال نہ سکا، اور بہت کچھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھے، جنوب کے میدانون مین جا کر تاتاری فوجین پھر یکجا ہو گئین اور تیمور نے یہان سب کو ایک ہفتہ تک مقیم رہ کر جشن وطوئی کا حکم دیا،

اس جگہ سے تاتاری بے انتہا خوش تھے، اونچی اونچی گھاس سے گرم ہوا کے جھونکے آتے تھے، دریا کی موجون کا شور ہر وقت کانون مین تھا، اب جاڑا پالا پرانا قصہ ہو چکا تھا، چاندنی کھلتی تھی تو ایسی تیز کھلتی تھی کہ پر کاہ تک نظر آجاتا، اور آسمان پر جو بادل گذرتے تھے سبزے کے اس لہراتے دریا پر اپنا عکس ڈالتے تھے، ۱۲۷

رات کو جھینگرون کی زفیل، اکہرے سُر کی لگاتار آواز، کبھی کبھی پرندون کے اڑنے کی ہلکی ہلکی صدا، زمین کی سوندھی سوندھی خوشبو سرورِ کسل وکاہلی مین اور بھی زیادہ موجب نشاط تھی، اس وقت کی سستی وآرام پر تیمور کو کوئی اعتراض نہ تھا، توقتمش کے سراپردے اور بارگاہ مین جنکا مالک اب تیمور تھا اپنے امرار کے ساتھ صاحبقران نے دربار کیا، درون پر حریرہ کے پردے لٹکے تھے، چوبون پر سونے اور چاندی کے خول چڑھے تھے، فرش پر گلاب چھڑکا جاتا تھا، اور اسیران جنگ ضیافت کے وقت فاتحون کے سامنے کھانے کی قابین لا کر رکھتے تھے،

ضیافت شروع ہوتے ہی مطرب ومغنی طلب ہوئے، ان کے پاس بانسریان اور دوتارے تھے آتے ہی امیر اور امیر کے بہادرون کی شان مین فردۂ ظفر قبچاق کے عنوان سے ایک ترانہ گایا، لیکن جب دسترخوان بڑھایا گیا اور جام وساغر سامنے رکھے گئے تو گانیوالون

نے بھی ٹھاٹھ بدلا،

زلحنِ مغنی وآوازِ ساز　　بچرخ آمده زهرهٔ دلنواز[1]

اب گرچہ گو نجتے ساز مین دلیری وشجاعت کے قصے نہ تھے بلکہ صدائین نرم اور دلگداز ہوتی گئین حتی کہ بلبلیان اور بانسریون کے میٹھے میٹھے سُر باقی رہ گئے،
جشن مین مصروف فاتحون کے لیے شہد کا شربت، عرق ونبید اور تیز شرابون کے شیشے آنے لگے،

قسم بود وبال ونبید وعرق　　جهان را پر از نقش شادی ورق
ز آمد شدِ ساقیان با قدح　　فلک را دل از جائے جست از فرح

جن کے ہاتھون مین یہ شیشے اور صراحیان تھین وہ صدہا پری چہرہ عورتین تھین جو اپنے جن کی وجہ سے اسیر ہو کر یہان تک لائی گئی تھین اور اس وقت حسب دستور بے نقاب کردی گئی تھین، لباس کم تھا، شانون پر بال بکھرے تھے، اور اپنی اپنی قوم کے عاشقانہ گیت ان نئے آقاؤن اور مالکون کے سامنے گاتی تھین،
دریائے آتل کے کنارے جشن کے دن جب ختم ہولیے تو تیمور نے لشکر کو امیر سیف الدین کے سپرد کیا اور خود تیزی سے منزلین طے کرتا ہوا ہوا سمرقند روانہ ہوا، سمرقند کے لوگون کو

(حاشیہ صفحہ ۱۹۰) [1] "نوائے مطربان خوش الحان زمزمہ طرب وشادمانی در عشرتگاه ناهید انداختہ ونغمہ سرائی بزم بهجت واهتزاز این ترانهٔ دلنواز در پرده کامرانی ساختہ،

که جاوید صاحبقران شاد باد　　زعدلش جهان یکسر آباد باد
بروآفرین از جهان آفرین　　که نازد بفرش زمان وزمین
فلک بنده واخترش یار باد　　خدائے جهانش نگهدار باد

(ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۵۳) [2] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۵۱،

آٹھ مہینے سے اپنے امیر کا حال کچھ معلوم نہ تھا، جب آمد کی خبر سنی تو بڑی دھوم سے استقبال کو اٹھے[۱]

اب یہ خوف باقی نہ تھا کہ توقتمش پھر فوجکشی کریگا، اس لیے سمرقند کو ہر بلا سے محفوظ سمجھکر منزل ارجمند کہنے لگے،

تیمور نے توقتمش کو اس کے حال پر اور سیر اوردہ کی وسیع سلطنت کے شمالی حصہ کو اس کے مقسوم پر چھوڑا، یہ سچ ہے کہ اس ملک مفتوحہ پر حکومت کرنے کے لیے چنگیز خان کی اولاد سے ایک شخص کو تیمور نے سریر خانی پر بٹھا دیا تھا، لیکن یہ ایک دکھاوے کی بات تھی، اس سے زیادہ کچھ نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ توقتمش حملے کی غرض سے پھر نمودار ہوا،

خلاصہ یہ کہ بڑی لڑائی کے تین برس بعد یعنی ۷۹۷ھ ۱۳۹۴ء مین توقتمش نے تیمور کی سرحد پر جو اب بحر خزر کے شمال تک آگئی تھی پھر ترک وتاز شروع کیا، تیمور کو جب اس حرکت کی خبر ہوئی تو اس نے توقتمش کو لکھا کہ ۱۲۸

"یہ تجھ پر کیا بھوت سوار ہوا ہے کہ اپنے ملک مین نچلا نہین بیٹھتا، کیا آخری لڑائی بھول گیا، میری فتوحات کا حال تو خوب جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کسی کا مجھ سے لڑنا یا صلح رکھنا میرے لیے ایک ہی بات ہے، اب پسند کرے کہ صلح رکھنی چاہتا ہے یا لڑائی، اور جو ارادہ ہو اس سے جلد اطلاع دے[۲]"

---

[۱] "و دیدہ اہالی مملکت از غبار موکب ہمایونش روشنائی یافت واشعہ آفتاب مسرت وشادمانی بر خواطر وضمائر اکابر واصاغر دیار تافت، شہزادگان وآغایان وامرا ونوبینان،

برفتند یکسر ہمہ با نثار | ثنا خوان وشادان بر شہریار
فراوان از و گوہر افشاندند | برو یدحت وآفرین خواندند

ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۵۶) [۲] "وحضرت صاحبقران مکتوبے بتوقتمش خان نوشتہ بود،

کہ اے بردہ دیو غرورت ز راہ | چرا پایہ خود نداری نگاہ
چہ واری ندانم دگر در دماغ | کہ بر باد صرصر کشائی چراغ
فراموش کردی مگر آن نبرد | کہ از ملک وملت برآورد گرد

توقتمش تیمور سے پھر لڑا، اور اس لڑائی مین تیمور جس قدر شکست کے لگ بھگ پہنچا ایسا پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا، یہان تیمور کی ایک جھلک اس شکل مین نظر آتی ہے کہ چند بہادرون کے ساتھ لشکر سے علٰحدہ ہوگیا ہے، تلوار ٹوٹ گئی ہے اور دشمن نے ایسا دبایا ہے کہ ساتھ والون نے گھوڑون سے اتر کر اس کے گرد ایک حلقہ باندھ لیا ہے اور تاتاری سردارون مین سے ایک بہادر امیر نور الدین نے دشمن کے عرابون (گاڑیون) مین سے تین عرابے لاکر تیمور کے سامنے ایک پشتے کے طور پر قائم کر دیئے ہین، تا کہ جب تک کمک پہنچے آقا کو دشمن سے محفوظ رکھا جائے، فوج کمک فوراً آئی اور لڑی اس معرکہ مین شہزادہ میران شاہ اور امیر سیف الدین زخمی ہوئے[۱]،

لیکن اس لڑائی کے بعد سیر اوردہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا، توقتمش شمال کے صحراؤن کی طرف فرار ہوا، تمام قبائل والوسات جو اس کے تابع تھے پراگندہ ہوئے، ان مین بعض قبیلے پورے کے پورے قرم (کریمیہ، یورپ) چلے گئے، بعض اورنہ (یورپ) کو آباد کیا، اور بعض نے اور آگے بڑھ کر ہنگاریہ (یورپ) مین بود و باش اختیار کی بہت سے الوس تیمور سے آملے،

سیر اوردہ کے پائے تخت یعنی سرائے کو جو دریائے آتل (وولگہ) کے کنارے آباد تھا تاتاریون نے بری طرح تاراج کیا، اس مرتبہ کئی شہر سیر اوردہ کے ایسے تھے جن کو تیمور نے مطلق

(بقیہ حاشیہ ۱۹۲)

بہر جا کہ نیروے من پے فشرد | مرا بود پیروزی و دست برد
چو کین آوری کین ستانی کنم | شوی مہربان مہربانی کنم
چو نامہ بخوانی نسازی درنگ | نمائی بمن صورت صلح و جنگ

(ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۷۳۷-۷۳۸)

[۱] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۷۴۳-۷۵۰، تیمور اور توقتمش کی یہ لڑائی ولایت شاش مین دریائے ترک کے کنارے بیان ہوئی ہے، زمانہ ۷۹۷ھ ۱۳۹۴ء (مترجم)

امان نہ دی، سرائے کی طرف تیمور پلٹ کر آیا اور اس کے باشندون کو ایسے زمانے مین کہ جاڑا خوب زور پر تھا شہر سے باہر نکال دیا تاکہ سردی سے ہلاک ہو جائین، شہر کی عمارتون کو جو عموماً لکڑی کی تھین جلوا دیا، دریائے آتل کے کنارے شہر استراخان[1] پر حملہ کیا، روایت ہے کہ اس شہر کے حصار کو اس طرح بنایا تھا کہ پہلے پتھرون کی جگہ منجمد برف کے ٹکڑے چنے پھر ان پر پانی ڈالا اس پانی نے یخ بنکر برف کے ان ٹکڑون کو ایسا جوڑ دیا کہ وہ ایک سالم پتھر کی مضبوط دیوار بنگئے استراخان مین جس قدر فوج مغلون کی موجود تھی اُسے یہ بات جتا کر قتل کر دیا گیا کہ ایک مرتبہ بخارا پر یورش کر کے وہان کا ایک محل انھون نے جلایا تھا، اور یہ قتل اب اُسی کی سزا ہے، حاکم استراخان کو دریا کی یخ بستہ سطح کے ایک سوراخ مین ڈال کر ہلاک کر دیا[2]،

[1] "حاجی ترخان (استراخان) بکنار آب آتل واقع است، حصار او را متصل بآب از کنار آن نہر کشیدہ اند تا بازہ آب رسیدہ، چنانچہ از یک جانب شہر آب بجائے حصار است و چون زمستان در آنجا یخ بنوعی می بندد کہ سطح آب حکم بسیطِ خاک می گردد، بر لب آب پارہاے یخ بجائے خشت و گِل دیوارے بنیاد می نہند و شب ہنگام آب بر آن می پاشند تا مجموع برہم بربستہ یک لخت میشود و باین طریقہ بلند ساختہ حصار شہر بر آن دیوار یکپارہ از یخ تکمیل می گردانند و دروازہ می نشانند. . . . . ." (ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۷۴-۷۷۵)

[2] "وصاحبقران بحاجی ترخان (استراخان) درآمد و بعد از حوالۂ مال امانی و تحصیل آن ہرچہ در آنجا بود از صامت و ناطق عرصۂ تاراج گشت و شاہزادہ پیر محمد با امرا، از آب آتل بر روئے یخ بگذشتند و بموجب فرمان (حاکم استراخان) محمدی را زیر یخ فرستادند، او طعمۂ ماہیان شد، وسپاہ ظفر پناہ سرائے را بگرفتند و آتش زدہ سوختند و احشام و صحرانشینان آن نواح را مجموع غارت کردہ براندند و بیاوردند، و خراب کردن سرائے انتقام جسارتے بود کہ لشکر دشت (سیراوردہ) در تخریب زنجیر سرائے (در بخارا) نمودہ بودند چہ در زمانے کہ حضرت صاحبقران بتسخیر فارس و عراق مشغول بود ایشان ماوراء النہر را خالی یافتہ تاخت کردند و سرائے قزان سلطان را کہ بہ زنجیر سرائے مشہور است خراب کردند لاجرم سرائے بدین گونہ زیر و زبر گشت،

(ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۷۷۵)

جس وقت تیمور کا پرچم دریائے ڈون (یورپ) کے کنارے کنارے آگے بڑھا تو روس کے مشہور شہر موسکو مین سب کو بے حد خوف پیدا ہوا، یہ خوف بے جا نہ تھا، والیان یا سپاہی روس کے رئیس اعظم اور روس کے لشکر نے لڑائی کی تیاری کی لیکن تیمور کے مقابلہ مین کامیاب رہنے کی امید کسی کو نہ تھی، حضرت مریم ؑ کا سنگین بت جو موسکو سے وشامی گورو کو بھیجدیا گیا تھا، واپس لانے کے لیے گاڑیان اور ٹھیلے دوڑائے گئے، اور بڑے جلوس اور اہتمام سے یہ بت پھر موسکو مین لایا گیا، روسی اس مورت کے سامنے زمین پر گھٹنے ٹیک کر بڑی آہ وزاری سے
۱۲۹ کہتے تھے کہ "اے ام خداوند، روس کو بچالے"

روسی ابتک یہی کہتے ہین کہ اس دعا کی وجہ سے موسکو تیمور کے ہاتھ سے بچ گیا، اور دریائے ڈون کے کنارے کچھ دور بڑھکر وہ اُلٹے قدم واپس چلا گیا، یہ نہین معلوم کہ کیون واپس چلا گیا[1]، لیکن موسکو کی اس جان بخشی سے یورپ کے ان شہرون کو موت کا سامنا ہو گیا جو بحر آصف کے

---

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ اس واقعہ سے سات برس پہلے توقتمش (خان سیراوردہ) نے موسکو کو جلا دیا تھا، اب زمانہ یہ آیا کہ تیمور نے توقتمش کو اس کے مقبوضات سیراوردہ سے محروم کر دیا، موسکو جس کی آبادی کچھ اوپر پچاس ہزار تھی تیمور کو ایک معمولی شہر نظر آیا جو اتفاق سے راہ مین آگیا تھا، تاریخ کی اکثر کتابون مین بیان ہوا ہے کہ تیمور نے موسکو پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا، لیکن روسی مورخون کو اس سے قطعی انکار ہے، (مصنف)

تیمور کے حملے کے چار برس بعد روسیون کی طرف سے اتنا ہوا کہ ولایت لیتھوانیہ (یورپین روس کا شمال مغربی حصہ) کے رئیس دیتوت (وِٹولڈ) نے اُن تاتاریون کے مقابلہ مین ایک قسم کی مجنونانہ جنگ صلیب شروع کر دی جو جنوبی اضلاع روس مین آباد ہو گئے تھے، لیکن تیموری سرکار کے دو تاتاری خانون نے لیتھوانیہ، پولستان اور گالیشہ والون اور ٹیوٹن شہسوارون کے رئیس اعظم کو شکست فاش دی، اس لڑائی کو مورخون نے بہت کم بیان کیا ہے، اس کے حالات ہم نے اس کتاب کے تعلیقہ نمبرہ مین بصراحت بیان کئے ہین، یہ تیمور کی تلوار تھی جس نے روس کو اس قابل کیا کہ سیراوردہ کے حکمران مغلون کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکین، (مصنف)

کنارے آباد تھے، ان شہرون مین وینس (اٹلی) جنیوا (اٹلی) قیطلونیہ (اسپین) اور بشکنش (اسپین) کے جس قدر لوگ تھے وہ سب تیمور کی تلوار کی نذر ہو گئے، اور مغلون کے ادن بندرگاہون مین جہان بردہ فروش اپنے بازار لگاتے تھے یا اور قسم کی تجارت ہوتی تھی وہان "خروس آتش نے اپنی بانگ بلند کی" (یعنی یہ بندرگاہ جلا دیئے گئے)

جاڑے کی دھوپ اور خاکی رنگ آسمان کے سایے مین دولت مغلیہ کے ویرانے پر تیمور چل رہا ہے، ممالک سیر اور وہ آل جوجی پسر چنگیز کی قلمرو تھے، اور اب اُن کا اقبال اور چنگیز خان کے آئین و تزوک پر عملدرآمد دنیا سے رخصت ہوتا ہے، سوائے دشت گوبی اور اقطاع شمال کے اب خانان مغل کے قبضہ مین کچھ باقی نہین رہتا،

شمال کے اضلاع کو آخری مرتبہ چھوڑنے کے بعد تیمور کو شوق ہوا کہ بحر خزر کے گرد جو کوچ شروع کیا ہے اُسے ختم کیا جائے، اور اس دور کو پورا کرنے کے لیے کوہستان قفقاز سے جو بیچ مین آتا ہے کسی طرح راستہ نکالا جائے،

سیر اور وہ اور استراخان کی فتح کے بعد تیمور کے لشکر مین قبچاق[1] کے قبیلے اور قارلق[2] کے الکوس یعنی برفستانون کے باشندے اور شامل ہو گئے، اور اب اس لشکر نے تنگ و دشوار پہاڑی درون اور جنگلون کو جو دیوارون کی طرح کھڑے تھے اور جنہین سے گذشتہ زمانے کے لشکر کشون نے گذرنا غیر ممکن سمجھا تھا طے کرنا شروع کیا، ضرورت ایسی ہوئی کہ سڑک بناتے جائین اور آگے بڑھتے جائین اور گرجستان کی جنگ آور قومون کے قلعون کو جو عقاب کے آشیانون

---

[1] قبچاق، لفظ قیوق سے مشتق ہے، قیوق کے معنی کھوکلے درخت کے ہین، دیکھو حبیب السیر جز اول حصہ سوم صفحہ ۶، سطر ۱۰-۱۱، [2] قارلق = خداوند برف، دیکھو حبیب السیر جز اول حصہ سوم صفحہ ۶، سطر ۱۲-۱۴ (مترجم)

کی طرح پہاڑون کی چوٹیون پر واقع تھے اور تیمور کی راہ مین قدم قدم پر بڑی جسارت اور بیباکی سے مزاحم ہوتے تھے فتح کرتے چلین،

گرمیون کی صرف ایک فصل مین یہ سخت مرحلہ طے کر لیا گیا، وجہ یہ تھی کہ تیمور نے اس زمانے مین اپنے لشکر سے وہ وہ کام لیے تھے جنکا انجام دینا انسان کی قدرت سے باہر معلوم ہوتا تھا، جنگل ایک مقام پر اس شکل کا آیا کہ نیچے نیچے درختون کے جھاڑ جھنکاڑ پر اونچے اونچے درخت چھائے ہوئے تھے، بیلون اور جھاڑیون کے ہجوم مین گرے ہوئے درختون کے زبردست تنے

۱۴۰ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کالے کالے دیو زمین پر لمبی تانے ہین، اور جنگل ایسا گھنا اور گنجان تھا کہ ہوا تک اس کے آر پار نہ ہو سکتی تھی کہین کہین پتون مین سے کچھ کچھ دھوپ چھنتی تھی باقی ہر جگہ تاریکی اور غبار چھایا تھا، یہ مقام ایسا آیا کہ بڑے بڑے درختون کو کاٹ کر راستہ بنانے کی ضرورت ہوئی،

اس جنگل کے قریب ہی ایک قوم پہاڑون مین آباد تھی ان کا قلعہ اتنا اونچا تھا کہ اسکا تسخیر کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا تھا[۱]، قلعے کی بلندی کا یہ حال تھا کہ جب تاتاری اس کی طرف دیکھتے تھے تو چکر آنے لگتا تھا، اور ایک تیر پرتاب کی زد سے اس کی چوٹی باہر تھی، تیمور نے اس قلعے سے خالی گذر جانا منظور نہین کیا، اس کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ پہاڑون مین جو راستہ وہ بنا رہا ہے اس کے کنارے کا ایک قلعہ بھی صحیح و سلامت چھوڑا جائے،

تیمور نے اپنے لشکر سے بدخشانیون کو طلب کر کے حکم دیا کہ قلعہ تک پہنچنے کا راستہ نکالین،

[۱] اس قلعے کی فتح کے حالات ظفرنامے کی پہلی جلد مین صفحہ ۲۶، سے شروع ہوئے ہین، قلعہ کا نام قلعہ کولاوطاؤس لکھا ہے، یہ دونون نام ان سرداروں کے تھے جو اس قلعے مین رہتے تھے، (مترجم)

بدخشانی پہاڑون کے رہنے والے تھے جو کوہ روی مین بڑے مشاق تھے، جب اپنے وطن مین تھے تو ایسے ہی پہاڑون مین بزکوہی کا شکار کھیلا کرتے تھے، حکم پاتے ہی پہاڑون پر انھون نے چڑھنا شروع کیا لیکن ہار کر تیمور کے پاس آئے اور عرض کیا کہ بالکل اوپر تک پہنچنا ممکن نہین، لیکن تیمور اپنے ارادہ سے کب ٹلتا تھا، ایک دوسرے پہاڑ پر خود پہنچا اور وہان سے قلعہ والے پہاڑ کا معائنہ کیا، اور حکم دیا کہ چند نردبان تیار کئے جائین اور ایک نردبان کے سرے پر دوسرا نردبان رسیون سے باندھا جائے،

نردبان تیار ہونے پر ان مین رسیان باندھی گئین اور دونون طرف اونچے درختون مین ان رسیون کو ڈال کر اس طرح گھسیٹا کہ ایک نردبان تین سو فٹ بلند چٹان سے جا لگا، اس نردبان کا اوپر کا سرا چٹان مین ایک چھجے کے قریب لگایا، جب سپاہی اس پر چڑھتے ہوئے چھجے پر پہنچے تو اس نردبان کو اوپر گھسیٹ کر پھر چٹان سے لگایا اور اس طرح اور اوپر پہنچکر پھر یہی عمل کیا، تاتاری جو پتھرون کے گرنے یا قلعہ والون کے تیرون سے زخمی ہو کر پہاڑ کے نیچے نہین گرے وہ اوپر چڑھنے مین طنابون کے ذریعہ سے ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے،

لشکر کے بعض لوگ قریب کے ایسے اونچے چٹانون پر چڑھ گئے جہان سے وہ قلعہ پر تیر برسا سکتے تھے، غرض جب بہت سے تاتاری قلعہ تک پہنچ گئے تو گرجستان کی اس قلعہ نشین قوم نے ہتھیار ڈال دیئے،

اس طریقے سے لشکر پہاڑی قلعون کو فتح کرتا ہوا اور بڑے بڑے وادیون سے گذرتا ہوا بحر خزر کے کنارے پہنچا، اب اس لشکر کے سامنے کوہ البرز کا سلسلہ تھا جس سے شمالی ایران کی سرحد قائم ہوئی ہے، یہان کے قلعے بھی گرجستان کے قلعون کی مانند مضبوط تھے، تیمور جس

قلعے پر پہنچا قلعہ والون کو طلب کر کے اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا، جس نے اطاعت قبول
کرلی، اس کو امان دیگئی،

تیمور کے دو محاصرے تاریخ مین یادگار چلے آتے ہین، ایک محاصرہ کلاتؔ[1] کا اور دوسرا محاصرہ
تکریتؔ[2] کا، کلات ایک بہت بلند مگر مسطح قلعہ زمین پر واقع تھا جہان پانی کے چشمے اور مویشیون
کے لئے چراگاہ موجود تھے، چارون طرف تنگ و تاریک پہاڑی درے تھے اور اُن کے بیچ
مین یہ حصار بڑی بلندی پر واقع تھا، اور جس پہاڑ پر قلعہ تھا اس کی شکل ایسی تھی کہ قلعہ کی فصیلون
کے باہر اتنی زمین نہ تھی کہ کوئی لشکر اس پر اتر سکے، درون مین سے گذرنا مشکل اور چٹان ایسے
بلند اور سیدھے اٹھے ہوئے تھے کہ ان پر چڑھنا اور پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنا غیر ممکن تھا | اسی حصار ۱۳۱

---

[1] کلات جس کو محض قلعہ بھی لکھا جاتا ہے ملک خراسان کے مغربی علاقہ نیشاپور مین شہر نیشاپور سے شمال مشرق مین تقریباً ۸۰ میل کے فاصلہ سے واقع ہے، یہ پہاڑون مین ایک قدرتی حصار ہے جس کا دوسرا نام آجکل قلات نادری ہے، یہ نام اس وقت سے ہوا ہے جب سے کہ ایران کے بادشاہ نادر نے (اٹھارہوین صدی عیسوی، بارہوین صدی ہجری مین) یہان اپنا خزانہ رکھنا شروع کیا، تیمور نے اس قلعہ کو غالباً ۷۹۶ھ ۱۳۹۴ء کے آخر یا ۷۹۸ھ ۱۳۹۵ء کے شروع مین فتح کیا تھا (دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۳۹۵)، حصار کلات کی فتح کے حالات ظفرنامے کی جلد اول مین صفحات ۲۴۳-۲۴۲ پر بیان ہوئے ہین، (مترجم)

[2] تکریت، ملک عراق مین بغداد سے شمال مغرب اور سامرا سے ۳۰ میل شمال مین دجلے کے مغربی کنارے پر آباد ہے، یہ ملک عراق کا آخری شہر عراق کی سرحد پر شمار کیا جاتا ہے، (دیکھو لی اسٹرینج کا جغرافیہ خلافت مشرقی، انگریزی صفحہ ۵۱)، فتح تکریت کے حالات ظفرنامے کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۴۳ سے شروع ہوئے ہین، اور اس فتح کی تاریخ ۲۵ محرم ۷۹۶ھ درج ہے، (مترجم)

مصنف کتاب نے کلات اور تکریت کے نام ایسے پاس پاس لکھے ہین کہ خیال ہوتا ہے کہ وہ پاس پاس واقع بھی ہونگے، مگر ان دونون مین تقریباً ساڑھے آٹھ سو میل کا فاصلہ ہے، دونون کے فتح ہونے کے زمانہ مین البتہ زیادہ فصل نہین ہے (مترجم)

مین بعد کو بادشاہ ایران (نادر شاہ) اپنا خزانہ رکھا کرتا تھا،

جب حصار کلات پر حملے کی کوشش کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تو تیمور نے تمام درون پر جن سے گذر کر قلعہ پر پہنچتے تھے فوجین بٹھادین اور اس طرح کلات کا محاصرہ شروع کر دیا، تیمور خود وہان سے دوسری طرف روانہ ہوا، کچھ دنون کے بعد قلعے مین وبا پھیلی، قلعہ والے باہر نکلے، ان کے باہر نکلتے ہی تیمور کی فوجون نے حصار فتح کر لیا، حصار کے دروازے اور دروازون تک پہنچنے کے درے آیندہ کے لیے درست کرکے محفوظ کر دیے گئے،

دوسرا مقام یعنی حصار تکریت دریاے دجلہ کے کنارے ایک بلند پہاڑ پر تھا، دریا اس پہاڑ سے ملا ہوا بہتا تھا، یہ ایک خود مختار قوم کا قلعہ تھا جو قافلون کو بے دریغ لوٹا کرتی تھی[1]۔ تکریت کو پہلے کسی نے فتح نہین کیا تھا،

جس وقت تیمور یہان پہنچا تو قلعہ کے سردارون نے فیصلہ کر لیا کہ قلعہ ہرگز تیمور کے حوالے نہ کرین گے، چنانچہ قلعہ مین آنے کے جس قدر دروازے تھے ان کو پتھر اور چونے سے تیغہ کر دیا، اب ایک دن برغو کی آواز اور سورن کے نعرے سنائی دیتے، پہاڑ کے نیچے جس قدر مورچے اور پشتے تھے ان پر تاتاریون نے قبضہ کر لیا، تکریت والون کو مجبوراً قلعہ بند ہونا پڑا، تیمور کے ہندسون نے فوراً پتھر پھینکنے کی کلین یعنی عرادے و منجنیق تیار کیے اور بڑے بڑے شہتیر زمین مین نصب کرکے عرادون کو اُن پر جمایا اور جب اس نے پتھر پھینکے تو معلوم

---

[1] "و جمعے مفسدان متمرد آن (تکریت) را پناہ جستہ اند و سر عصیان بر آوردہ پائے از جادہ راستی بیرون نہادہ اند و راہ گذرندگان لستہ دست تعدی و تطاول بنہب و غارت مال مسلمانان بر کشودہ اند و پیوستہ کاروان شام و مصر را میزنند"۔ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۴۴،

ہوا کہ قلعہ مین پتھر بخوبی پہنچتے ہین، پھر کیا تھا اتنے پتھر برسائے کہ قلعہ مین جسقدر مکانات تھے اونکی چھتین ایک ایک کرکے بیٹھ گیٔین،

لیکن اس قسم کی غارتگری سے محصورون کو کچھ زیادہ تردد نہ ہوا، حصار کی دیوارین اتنی بلند تھین کہ عرادون کے پتھرون سے ان دیوارون کو کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا، تیسری شب کو تیمور کا ایک فوجی سردار سید خواجہ نامی قلعہ کے ایک باہر والے برج پر چڑھ گیا اور اس پر قبضہ کرلیا، لیکن قلعہ کی فصیل کے قریب قدم نہ جما سکا،

اونچے تھمبے نصب کرکے ان پر عارضی سائبان ڈالے اور ان سائبانون کی آڑ مین تاتاری ہندسون اور سرنگ لگانے والون نے اپنا کام شروع کیا، نیچے تین سے پاڑین باندھ کر فصیل کی جڑ تک پہنچ گیے جو پہاڑ پر قائم تھی،

اب فصیل کے مختلف حصے تاتاری سپاہ کے مختلف دستون مین تقسیم کردیئے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بہتر ہزار آدمیون نے چھینیان اور کٹنیان بیلچے اور برم لیکر پہاڑ مین دیوار کی بنیاد کو کھودنا شروع کیا، یہ کام باری باری سے شبانہ روز جاری رکھا گیا، فوج کے ایک دستہ نے دیوار کے نیچے پہاڑ مین بیس فیٹ کے قریب نقب لگائی جہان نقب لگاکر بنیاد کو کھوکلا کرتے تھے، وہان فوراً موٹی موٹی لکڑیون کے بلے کھڑے کرتے جاتے تھے تاکہ اوپر سے دیوار نہ گرنے پاوے، سہارون پر تھمی رہے،

اس نقب زنی نے محصورون پر بے حد خوف طاری کیا، اور انھون نے امیر تیمور کی
خدمت مین پیشکش حاضر کئے کہ یہ مصیبت کسی طرح ٹل جائے، تیمور نے کہا کہ (قلعہ کے سردار ١٣٢
حسن نامی) کو بذات خود حاضر ہو کر اطاعت قبول کرنی چاہیئے، قلعہ کے سردار نے یہ منظور نہین کیا،

اب پھر برغو کی ہیبت صدائین اور سورن کا غلغلہ بلند ہوا، بنیا دین کھودنے مین جہان جہان موٹی موٹی بلّون کے سہارے لگائے تھے اب اُن پر روغن ملا گیا، اور ادھر اودھر سے لکڑیان جمع کر کے اور نفط ڈال کر ان مین آگ لگا دیگئی، جب بلّے بلّیان جل گئین تو دیوار کے اوپر کے حصّے جو اونھی کے سہارے کھڑے تھے نیچے آن رہے، اور اس کے ساتھ ہی قلعہ والے جو دیوار کے اوپر کھڑے دشمن کا مقابلہ کرتے تھے وہ بھی باہر کو گرے، تاتاری دیوارون کے ڈھیر پر چڑھ قلعہ والون پر حملہ کرنے لگے، قلعہ والون نے بھی اب جان توڑ کر مقابلہ کیا، تیمور نے جہان جہان نقب لگانے کے لیے شہتیر و سائبان نصب کرائے تھے ان مین آگ لگانے کا حکم دیا، آگ لگتے ہی سارا قلعہ دھوئین سے اٹ گیا،

جب دیوارون مین اور بہت سی جگہ نقب لگا کر راستہ کر لیا تو ایسی فوجین جو وزنی ہتھیار رکھتی تھین قلعہ مین گھس پڑین، تکریت کے لوگ اس نیم برباد قلعہ سے نکل کر اسکی پشت پر ایک بلند مقام پر چڑھ گئے، تاتاریون نے پیچھا نہ چھوڑا، اور پہنچکر قلعہ کے سردار حسن کو گرفتار کر لیا اور ہاتھ پاؤن باندھ کر اُسے نیچے لائے، اور تیمور کے سامنے پیش کیا، تکریت فتح ہونے پر تیمور کے حکم سے محصورون کے گروہ مین سے سپاہی اور رعایا علٰحدہ علٰحدہ کئے گیے، رعایا کی جان سلامت رکھی گئی اور سپاہی تاتاریون مین تقسیم کر دیے گیے جنھون نے ان کو قتل کر دیا،

مقتولون کے سر کاٹ کر دریا کی مٹی اور پانی سے دو منارے چنے گئے اور ان منارون کے سنگ بنیاد پر لوگون کی عبرت کے لیے ایک کتبہ اس مضمون کا نصب کیا گیا کہ "دیکھو مجرمون اور ظالمون کا کیا انجام ہوتا ہے"۔ لیکن اس سے زیادہ موزون کتبہ یہ ہوتا کہ "دیکھو ان کا انجام جو تیمور کے حکم سے روگردانی کرتے ہین، کیا ہوتا ہے"۔ فصیل کا وہ سالم حصہ جس کے پاس نقب

لگائی گئی تھی، سلامت رکھا گیا تاکہ دن کے وقت دور دور سے لوگ آکر تیمور کے کامون کو دیکھکر اُس کی سطوت اور قلعہ گیری کی قوت پر گواہی دین لہ لیکن رات کے وقت یہ صورت نہ ہوتی تھی، مشہور تھا کہ اندھیرا ہوتے ہی ان منارون کی چوٹیون پر غیبی شعلے چمکتے نظر آیا کرتے تھے، اور صرف جنگل کے وحشی جانورون کی ہمت ہوتی تھی کہ جھاڑیون مین چارہ تلاش کرتے ہوئے ان منارون تک پہنچین،

تکریت جس کو تسخیر کرنا غیر ممکن سمجھا جاتا تھا تیمور کے ہاتھون سترہ دن مین فتح ہو گیا لہ اب تیمور تمام بلاد شمال بحر خوارزم اور بحر خزر کے وسیع علاقون اور ایران کی کوہستانی ولایات اور قفقاز کا مالک ہو گیا، خراسان کی بڑی سڑک دو ہزار دو سو میل کی مسافت اُسکی قلمرو مین طے کرتی تھی، چودھا بڑے شہر خراسان مین نیشاپور سے لیکر چین مین المالیق کے شہر تک اُسے خراج ادا کرتے تھے،

لہ اس مضمون کی جگہ ظفرنامے مین جو عبارت آئی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تو اچیون نے دوسرون کی عبرت کے لیے اہل تکریت کے سرون کے مینار چنے، اور ان کے گھرون کو اس آیت کا مصداق کر دیا کہ "یہ ان کے گھر ہین جو برباد ہوئے اپنے ظلمون سے" اور ان کا حال اس کلام کے مطابق ہو گیا کہ "ہم نے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے" اور کیا ہم ناشکرون کے سوا کسی کو سزا دیتے ہین"۔ یہ فتح دوشنبہ کے روز ۲۵ ماہ (محرم) ۷۹۶ھ کو ہوئی، اور حضرت صاحبقران کے حکم سے قلعہ کی ایک دیوار سالم رکھی گئی تاکہ آیندہ زمانے مین لوگ حیرت اور عبرت سے اس بات کو دیکھین کہ قلعہ کیسا مستحکم اور استوار تھا اور حضرت صاحبقران کے قدرت اور کامگاری سے وہ کس طرح تسخیر کر لیا گیا (ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۵۶) لہ ۸ محرم ۷۹۶ھ کو تیمور تکریت پہنچا، تین چار دن لشکر کی ترتیب مین صرف ہوئے، اس کے بعد حملہ کر کے ۲۵ محرم ۷۹۶ھ کو قلعہ فتح کر لیا، اس حساب سے تقریباً ۱۷ دن مین قلعہ فتح ہو گیا، دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحات ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۵۶،

لیکن اس سلطنت کے پیدا کرنے مین جانین بہت تلف ہوئین، نوئینان اور امراء کا جو جتھا ہر وقت پیش مین رہتا تھا اب وہ چھٹنے لگا، اور ہم رکاب بھی اب اتنے بہادر نہ رہتے جتنے پہلے رہتے تھے، ختائی بہادر سیر دریا کی برف مین جان بحق ہوا تھا[1]، شیخ علی بہادر جس نے سیر اور دہ کی لڑائی مین سب سے پہلے نیام سے تلوار نکالی تھی ایک ترکمان کے خنجر سے ہلاک ہو چکا تھا[2]، امیرزادہ عمر شیخ تیمور کے منجھلے فرزند کو قفقاز مین ایک نادان شخص کا تیر کھا کر دنیا سے رخصت ہونا پڑا تھا[3]، اسی طرح تیمور کا ایک اور فرزند بھی باپ کے پہلو سے اٹھ چکا تھا، اس کو حسنِ اتفاق سمجھنا چاہئے کہ تیمور ابھی تک موت کے ہاتھون بچا رہا،

امیرزادہ عمر شیخ کی موت کی خبر جب سنائی گئی تو تیمور نے ضبط سے کام لیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر سمرقند کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا،

راہ مین شہر سبز آیا، یہان آق سرائے مین یعنی قصر سپید مین جسکی تعمیر اب ختم ہو چکی تھی قیام کیا، یہ محل شہر کے قریب ایک سبزہ زار مین تیار کرایا گیا تھا، یہان تیمور نے کچھ دنون آرام کیا، دربار اجلاس کرنا کچھ پسند نہ کیا،

بڑے لڑکے جہانگیر کا مقبرہ تیار کرایا تھا، اسے دیکھنے گیا اور حکم دیا کہ اس مقبرہ کو کچھ بڑھا کر عمر شیخ کو بھی وہین دفن کیا جائے[4]، اخیر زمانے مین تیمور بہت خاموش رہنے لگا تھا، شطرنج کی بساط

۱ھ دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۲۷۹ - ۲۸۰، ختائی بہادر اترار کے قریب جو سیر دریا کے کنارے ہے ارس خان سے لڑائی مین مارا گیا تھا، اس زمانے مین شدت سے برف گری تھی،

۲ھ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۵۸۵ - ۵۸۸،

۳ھ ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۶۶۷، "نادانے از قلعہ تیرے انداخت و از قضا بشاہ رگ او (عمر شیخ) رسید و درجہ شہادت یافت" صفحہ ۶۶۸ "و این واقعہ اواسط زمستان در ربیع الاول ۷۹۶ھ دست دادہ"

سامنے رکھے پہرون تک چپ بیٹھا رہنا اوسے اچھا معلوم ہوتا تھا، لیکن تدبیرین جو دل
مین سوچی تھین وہ کسی سے نہ کہین اور عمر شیخ کے مرنے کے بعد لشکر کشی کا حکم دیا اور یہ
تیمور کی دور و دراز کی فوجکشیون مین پہلی فوجکشی تھی،

(حاشیہ صفحہ ۲۰۴) مقابلہ کیجئے ظفرنامہ جلد اول صفحات ۶۶۹-۶۷۰ کی عبارت سے،

انیسوان باب ۱۳۴

یاران ہم پیالہ

اب تک تیمور نے جنوب کے ملکون کی طرف نظر نہ ڈالی تھی، ہندوستان ہندوکوہ کی پشت پر تھا، سوائے تجارت کے اب تک اس سے کچھ واسطہ نہ تھا اور ایران کی طرف کھاری جھیلون کا ایک سلسلہ حائل تھا،

ایران جلوہ گاہ عزوتمکین اکثر جگہ شکستہ حال تھا، ذہین و ذکی مے خوار و مے پرست شہزادے اپنے بزرگون کی سریر سلطنت پر متمکن تھے، سنگ مرمر کے تخت ٹوٹ چکے تھے اور اب اُنکے ٹکڑون پر یہ تاجدار بیٹھے تھے تخت بھی اُنکے تھے جو اسلام کے اجناؔ تھے، مگر اب تو اُن کے یہ نام لیوا شیرون کے مسکن مین گیدڑ ہو کر بسے تھے،

زائرین بیت اللہ حج کی نیت باندھے ننگے گلے دھوپ مین بیٹھے نظر آتے، بے نوائی اور قلندر ڈھول کی آواز پر تھرکتے دکھائی دیتے مگر کچکول کی طرف سے غافل نہ رہتے، کوئی پیسہ ڈالتا تو نظر اودھر ہی جاتی، رعایا کے مالک امیر و رئیس گھوڑون پر سوار نکلتے، غلام اور نوکر چتر اور آفتاب گردان کا سایہ اون پر کئے ہوتے، اکثر حریر اور کتان کی جانمازین شراب

مین تر اور سپید ڈاڑھیان حشیش مین رنگی ہوئی نظر آتین،

زمین ریتیلی تھی، گرد کا اڑنا وبالِ جان تھا، لیکن رات کو جب پورا چاند آسمان سے خانہ باغون پر نور برساتا تو حسن وخوشنمائی کی انتہا نہ رہتی، اس کے ساتھ ہی جب صحرا کی سطح سے تپ ولرزے کی ہوا اٹھکر سایہ دار درختون کے پتون مین سرسراتی تو زندگی دشوار کردیتی، اسی ایرانی زمین کے شہر اصطخر مین وہ ہزار ہا ستونون والا محل تھا جس کے فرش مرمرین پر کبھی دیبی سیمیرا مس[۱] کی حسین کنیزین رقص کرچکی تھین،

حافظ شیراز نے ایران کی نسبت کہا تھا کہ اس مین مطرب ومغنی بے مثل ونایاب موجود ہین کیونکہ جو مطرب ہوشمند، اور مست شراب دونون کو اپنی خوش نوائی سے رقص مین لے آئے وہ ضرور نایاب ہوگا،

ایران نے جسے ہم پرشیا کہتے ہین مدتون دولت وثروت کی مصیبتین جھیلی تھین، زردار بدباطن اور مفلس خود ستا تھے، ایک بادشاہ نے اپنے بیٹون کو اندھا کردیا اور جب بھائی مرا تو ہنسکر فرمایا کہ "اب روئے زمین پر ہمارا قبضہ پورا ہوا ہے، بالائے زمین میرا اور زیر زمین بھائی کا" اسی ملک
135 کے ایک ظریف نے کہا تھا کہ تقدیر بے وقوف کو عزیز رکھتی ہے اور عالم وہ ہے جسے روزی پیدا کرنے کا سلیقہ نہ ہو، بیگم وہ ہے جس کے بہت سے عاشق ہون اور گھر کی بیوی وہ ہے جسے کوئی نہ پوچھے،

---

[۱] بہت قدیم زمانے مین سیمیرامس ملک شام کی ملکہ تھی، ۴۲ برس حکومت کرکے اپنے بیٹے کو سلطنت سپرد کی اور خود قمری بنکر آسمان کو اڑ گئی، اہل شام نے اُسے دیبی سمجھ کر پوجا، بابل کا شہر اور مغربی ایران مین میدیا کے باغات اسی نے بنائے تھے، چونکہ بہت حسین اور نامور تھی اور ایران مین سلطنت کرچکی تھی اسی رعایت سے مصنف نے اس کا یہان ذکر کیا ہے، (مترجم)

اسی ملک مین صوف پوش مشائخ شاعرون کے جلیس بنکر عرفان بافی مین مشغول ہوتے، یہین یاران ہم کاسہ اور ساقیان مہ پارہ کے جلسے رہا کرتے،

یہین مسخرے بے معنی مگر جذبہ انگیز نظمون کے پڑھنے والے الفاظ کے بازیگر اور شاگری کے بھان متی، دوشالے اوڑھے ٹکڑ گدا بادشاہون کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہتے تھے، اور ادھی مین وہ شاعر بھی ہر وقت کے مصاحب تھے جنکا کلام الہام کے رتبے کو پہنچا ہوا تھا، یہ عیش پرست ایرانی دخت رز کی پرستش کرتے تھے جس کی پرستش حرام کی گئی تھی، شجاعت اور دلاوری کے کارنامے الاپنے پر جان دیتے اور اس رزم سرائی کے شغل کو زرہ پہنکر لڑائی مین جانے سے بہتر سمجھتے، موجودات کو نظر انداز کرکے ہر وقت عالم خیال مین رہتے اور کہتے

(رباعیات عمر خیام)

آن چرخ فلک کہ ما درو حیرانیم　　فانوس خیال ازو مثالے دانیم
خورشید چراغ دان و عالم فانوس　　ما چو صوریم کاندرو حیرانیم[ل]

مذہب کی توہین کرنے والے کو سنگسار کرنے پر تیار ہو جاتے لیکن جب شراب کا دور چلتا تو خود مذہب کی ہنسی اڑا کر اوسے بے معنی چیز بتاتے، یہ ایرانی ایشیا کے یونانی تھے، کبھی بالکل زنانی طبیعت کے عیش پرست بنجاتے اور کبھی مذہب کے جوش مین مجنون و مجاہد نظر آتے، تاتاریوں سے انھین خاص عداوت تھی اور ان کو وہ بے دین سمجھتے تھے،

[ل] مصنف کتاب نے اس رباعی کا ترجمہ انگریزی مین فٹز جرلڈ کا کیا ہوا نقل کیا ہے جو اصل سے کسی قدر فرق رکھتا ہے لیکن حسن و خوبی مین اپنی ہی مثال ہے، اس انگریزی ترجمہ کا ٹوٹا پھوٹا ترجمہ اردو مین یہ ہو سکتا ہے،

"ہم کچھ نہین ہین فقط پرچھائیان ہین جو آفتاب سے روشن کئے ہوئے فانوس مین گردش کرتی ہوئی کبھی سامنے آتی ہین اور کبھی سامنے سے چلی جاتی ہین، آدھی رات کا اندھیرا چھایا ہے، اور اس کون و مکان کا تماشہ گر فانوس اونچا کیے یہ تماشا دکھا رہا ہے"

حافظ شیراز کا مربی و سرپرست جلال الدین شاہ شجاع حور و شمع، بادہ و نرد کا بیحد شوقین تھا

جب مرنے کا وقت قریب ہوا تو خیال آیا کہ مدت ہوئی امیر تیمور گورگان سے دوستی کا عہد و پیمان

کیا تھا[1]، مرنے کا سامان بڑی شان سے کیا، کفن اور تابوت بہت اہتمام سے تیار کرایا، اور امیر تیمور

کو جس کی صورت کبھی نہین دیکھی تھی ایک خط بھیجا جسمین موت کے قریب آنے کا حال بڑی نگو

عبارت مین اس طرح بیان کیا،

"اصحاب رائے پر روشن ہے کہ دار دنیا محل حوادث و مکان صوارف ہے، اہل عقول

دنیا کی ناپائدار لذات و محاسن پر کبھی التفات نہین کرتے کیونکہ وہ جانتے ہین کہ ہر موجود کو فنا

ہے،..........

خلوص اور صدق کا جو عہد مجھ مین اور آپ مین ہوا تھا اس کے قائم رکھنے مین مین ثابت

قدم رہا اور آپ کی دوستی کو اپنے حق مین فتوح روزگار سے سمجھتا رہا اور اب میری بڑی تمنا اگر

اس کے بیان کرنے کی اجازت ہو تو یہی ہے کہ ۱۳۶

بقیامت برم آن عہد کہ بستم با تو

تا دران روز نہ گوئی کہ وفائے تو نبود

اب بارگاہِ کبریا مین میری طلبی ہوئی ہے، اور مین خدا کا شکر کرتا ہون کہ گو ایسی تقصیرین

اور گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہین جو لازمہ وجود انسانی ہین لیکن کوئی قصور ایسا نہین ہوا جسپر

میرا دل اس وقت نادم ہو، کوئی آرزو آرزو ایسی جو تصور بشری مین آسکتی تھی اس ترپن سال کے

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۳۴۷-۳۴۸، یہان شاہ شجاع نے جو تحائف مع ایک خط کے تیمور کو بھیجے ہین وہ سب بیان ہوئے ہین،

نزولِ منزلِ خاک مین ایسی نہ تھی جو خدا کی عنایت سے پوری نہ ہوئی ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مختصر یہ کہ جس طرح زندہ رہا اسی طرح اب دنیا سے چلنے کو ہون ، دنیا کی ہوا و ہوس کو اب مین نے ترک کر دیا ہے اور مین خدا سے دعا مانگتا ہون کہ وہ اپنی برکتین اس بادشاہ (تیمور) پر نازل رکھے جو سلیمان منقبت اور سکندر مرتبت ہے ، اسکی حاجت نہین کہ مین اپنے فرزند دلبند زین العابدین (طول اللہ عمرہٗ فی ظلال عنایتکم) کی آپ سے سفارش کر دن کیونکہ اس کو مین اپنے خدا اور آپ کے سپرد کر چکا ہون ،

کو را بخدا و بخدا وند سپردم

اور یہ امر وہ ہے جس مین آپ کی طرف سے عہد شکنی کا گمان مجھے نہین ہو سکتا ،

اور یہ بھی التماس ہے کہ اس مخلص کو جو حالت وفاداری مین اپنی جان خدا کے سپرد کر رہا ہے آپ فاتحہ اور دعائے خیر سے یاد فرماتے رہینگے ، تا کہ آپ جیسے نامور اور خوش قسمت تاجور کی دعا سے خدائے غفور الرحیم میری بخشش فرمائے اور میرا دہ چہ مگر مین مین ہو ، یہی آپ سے میری درخواست تھی اور یہی میری آخری وصیت ہے جس کے ایفا کے لیے آپ قیامت مین ذمہ دار رہین گے[1] ،

معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی ایک مکتوب شاہ شجاع نے اُسی قسم کے تحائف کے ساتھ جو تیمور کو بھیجے تھے سلطان بغداد کو بھی بھیجا ، بادشاہ ایران شاہ شجاع نے جب وقت آیا تو رحلت کی اور اب اس کی سلطنت کے ٹکڑون پر دس شہزادے ٹوٹ پڑے ، ایک کو اصفہان ملا ، دوسرے

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد اول صفحات ۲۲۵ تا ۲۳۰ ۔ انگریزی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس مکتوب مین سے صرف وہی جملے جنسے مضمون کا خلاصہ معلوم ہو جائے اپنی زبان مین ترجمہ کئے ہین ، وہی جملے مین نے بھی اصل فارسی کو سامنے رکھکر انگریزی سے اردو مین ترجمہ کر دیئے ہین ، (مترجم)

کو فارس، تیسرے کو شیراز اور اسی طرح کسی کو کچھ کسی کو کچھ، اور اب یہ شہزادگان بادشاہ ہوتے ہی بادشاہی کی دکان کھول بیٹھے، کسی کسی نے اپنے نام کا سکہ بھی چلایا مگر رعایا پر محصول سب نے بڑھایا اور ایسی چیزون پر لڑنے لگے جنکا پہلے دعوی نہ کیا تھا، یہ شہزادے تاریخ مین آل مظفر کے نام سے مشہور ہین، اور ان کی آپس کی عداوتون نے "اقارب چون عقارب" کا نیش اور تیز کر دیا،

سنہ ۱۳۸۷ء (سنہ ۷۸۹ھ) مین جب کہ جاڑے کے میلے و مکدر آفتاب نے بساط صحرا کی چمک کو
۱۳۸۷ دھندلا کر رکھا تھا تیمور سمت شمال سے وارد ہوا[۱]، ستر ہزار سپاہ ہمرکاب تھی، لشکر کے لوگ اصفہان کی شان و عظمت دیکھکر حیران رہ گئے، اس شہر مین صدہا برج اور مینار اور مسقف بازار تھے، پہلوون پر بھی بازارون کی سی چہل پہل رہتی تھی، ابن بطوطہ جو اس زمانے سے کچھ پہلے یہان سے گذرا تھا اس بادشاہی شہر کی نسبت لکھتا ہے "ہمارا گذر پہلون کے باغون اور آب روان کے چشمون اور پر فضا دیہات مین سے ہوا جہان سڑک کے کنارے کبوترون کی چھتریان دور تک نظر آتی تھین، یہ شہر بہت بڑا اور خوشنما ہے گو مختلف مذہبی فرقون کی وجہ سے آئے دن لڑائیون مین مبتلا رہتا ہے، پھلون مین زردآلو اور خربوزے ہوتے ہین، بہی بھی اچھی ہوتی ہے اور اسی طرح خشک کرکے رکھی جاتی ہے جیسے ہمارے ملک افریقہ مین انجیرون کو سکھا کر کھاتے ہین، یہان کے باشندے قدآور ہین، رنگ گورا ہے اور منھ پر غازہ ملتے ہین، خلیق ہین اور مہمانون کی ضیافت کرنے مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانی چاہتا ہے، گو کھلانے کو صرف دودھ اور روٹی کھلاتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ سینیون مین خوان پوشون کے نیچے بڑی بڑی قیمتی مٹھائیان بھی ہوتی ہین"

[۱] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۱۳۱، ۴۳۲، تیمور اس وقت گیلان سے اصفہان آیا تھا،

تیمور اصفہان مین گو لڑائی کی تیاری کرکے آیا تھا مگر لڑنے کی طرف طبیعت مائل نہ تھی شاہ شجاع کا خط بار بار یاد آتا تھا، لیکن تیمور کو بڑی شکایت یہ تھی کہ مظفریون نے اس کے ایلچی کو بلا وجہ روک رکھا ہے، ان شہزادون کی خانہ جنگی کو بھی تیمور چند سال سے دیکھ رہا تھا، چنانچہ یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ خود قبضہ حاصل کرنے کے لیے لشکر کشی کرے گا،

آمد کی خبر سنتے ہی اکابر اصفہان جنکا پیشوا زین العابدین کا خالو (سید مظفر کاشی) تھا سلام کے لیے حاضر ہوا[۱]، تیمور نے سب کو انعام اور خلعت دیئے اور اپنے غالیچہ پر ان کو بٹھایا، اس کے بعد گفتگو ہوئی جسمین اصفہان کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا،

تواضع و تعرف کی تقریرون کو قطع کرکے تیمور نے صاف صاف کہا، "تمھاری رعایا کی جان سلامت رکھی جائے گی اور فوج کو حکم دیا جائے گا کہ تمھارے شہر کو نہ لوٹین مگر شرط یہ ہے کہ رقم سر بہا ادا کیجائے"،

جب اس رقم کا تعین ہو گیا تو جانبین نے اُسے منظور کیا، مظفری خوب جانتے تھے کہ اتنا بڑا لاؤ لشکر ایک ہزار میل کی مسافت طے کرکے خالی ہاتھ جانے والا نہین، انھون نے تیمور سے درخواست کی کہ محصول وصول کرنے کے لیے شہر مین محصل بھیجے جائین، چنانچہ ہر فوج ہزارہ سے ایک ایک افسر شہر کے ایک ایک محلّے مین روپیہ وصول کرنے کے لیے مقرر ہوا، اور ان محصلون پر ایک بڑا فوجی امیر نگرانی کے لیے نامزد ہوا[۲]،

دوسرے دن تیمور باضابطہ طریقہ سے شہر مین داخل ہوا، بڑے بازار مین پورے جلوس کیساتھ

---

[۱] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۳۱، تیمور اس وقت گیلان سے اصفہان آیا تھا،

[۲] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۴۳۲،

اُس کی سواری نکلی، شہر مین سے گذرتا ہوا پھر اپنے لشکر مین آیا اور شہر کے دروازون پر ضبط و محافظت کی غرض سے اپنے لشکری بٹھا دیے[1]۔

۱۳۸ رات ہونے تک سب خیریت رہی، ستر ہزار سپاہی دو مہینے کا سفر کرکے اصفہان پہنچے تھے، اور اس مشقت کی اب تک کوئی ایسی اجرت نظر نہ آئی تھی جس کی طرف خاص توجہ کرتے۔ اصفہان کی روشنیون کو حسرت سے دیکھتے تھے، سپاہیون کے دستے جو شہر مین پہرے کیلئے بھیجے گئے تھے وہ بازار کی سیر مین مصروف ہوئے اور ان کے ساتھیون مین سے بھی جو لشکر مین تھے بہت سے سپاہی کسی نہ کسی بہانے سے شہر مین چلے آئے، شراب کی دکانون کے سامنے ان کے ٹھٹ لگ گئے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے بیان مین اختلاف ہے، ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ اصفہان کے بعض جاہل اور شریر لوگون نے طہران کے ایک لوہار کو (جس کا نام علی کچہ پا بیان ہوا ہے[2]) اپنا سرگروہ بنالیا اور بہ آواز دہل پکارتے پھرے "مسلمانو اٹھو، یہ معاملہ دین کا ہے"!

دہل کی آواز سنتے ہی لوگ گھرون سے نکلے، بازارون اور گلیون مین آدمیون کا ہجوم ہوگیا، اور اب ان مین اور تاتاریون مین جو ابھی تک کسی سے نہ بولے تھے لڑائی شروع ہوگئی، شہر کے بعض محلون مین وہان کے شرفا نے جو اس موقع کی ذمہ داری کو سمجھتے تھے تیمور کے محصلون کی جان بچائی، باقی محلون مین یہ کل افسر جان سے مارے گئے،

جب اس طرح خون بہتے دیکھا تو بلوائیون نے اور زیادہ غارتگری پر کمر باندھی، شہر کے اندر تاتاریون کو قتل کرکے شہر کے دروازون پر پہنچے اور یہان تاتاری فوج کے جس قدر دستے

---

[1] ظفرنامہ جلد اول صفحہ ۴۳۲ [2] ایضاً ایضاً

پہرا دے رہے تھے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے اور دروازون کو اندر سے بند کرلیا،

دوسرے دن علی الصباح جب اس واقعہ کی خبر تیمور کو کیگئی تو وہ غصہ سے تھرا اٹھا تقریباً تین ہزار تاتاری رات کو قتل ہوئے تھے، انھی مین ایک محمد پسر شیخ علی بہادر، اور دوسرا ایک امیر تھا جو تیمور کو بہت ہی عزیز تھا، تیمور نے فوراً اسپاہ کو حکم دیا کہ فصیل شہر پر حملہ کرے، ایرانی شرفائ اور امراء جو اس وقت لشکر مین حاضر تھے انھون نے سفارش کرنی چاہی، مگر تیمور نے نہ سنا، شہر کے فسادی اب تک تو دوسرون پر حملہ کر رہے تھے، مگر اب ان کو اپنی جان بچانے کی پڑی،

تاتاریون نے شہر کے دروازون پر حملہ کرکے ان پر قبضہ کیا، تیمور نے قتل عام کا حکم دیا، اور لشکر کے ہر ایک سپاہی کو حکم ہوا کہ ایک ایرانی کا سر کاٹ کر حاضر کرے، شہر کے ایسے محلون سے جو اس فساد مین شریک نہ ہوئے تھے کسی قسم کی بازپرس نہ ہوئی، سادات اور واجب التعظیم لوگون کو سلامت رکھنے کی کوشش کیگئی، باقی شہر والون کو مارنا شروع کیا، تمام دن قتل جاری رہا، جو لوگ دن کو قتل ہونے سے بچگئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ رات ہونے پر شہر سے صحیح سلامت باہر نکل جائینگے، لیکن جب رات ہوئی تو برف گرنے لگی، بھاگنے مین قدمون کے نشان برف پر بنگئے، ان نشانون کو دیکھکر تاتاریون نے بھاگنے والون کا کھوج لگالیا اور اُن سب کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا،

بہت سے تاتاریون نے جو اپنے ہاتھ خون سے رنگنے نہین چاہتے تھے اسپاہیون سے ۱۳۹
اصفہانیون کے کٹے ہوئے سر مول لیکر پیش کردیے، مورخ لکھتا ہے کہ شروع مین ایک سر کی

---

[1] ظفرنامہ مین یہ نام محمد پسر خطائی بہادر لکھا ہے، اصفہان مین اس قتل عام کے واقعات ظفرنامے کی جلد اول مین صفحہ ۴۳۳ سے ۴۳۵ تک بیان ہوئے ہین،

قیمت بیس ہزار لگی تھی، لیکن جب سرون کی تعداد پوری ہونے کو ہوئی تو یہ قیمت نصف دینار رہ گئی اور جب تعداد پوری ہو گئی تو پھر مال مفت تھا، مقتولون کے سر پہلے شہر کی فصیل پر چنے گئے، پھر شہر کی بڑی بڑی سڑکون پران کے مینار بنائے گئے،

اس طور پر ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ آدمی اصفہان کے مارے گئے، یہ قتل پہلے سے ہی تجویز نہین کیا گیا تھا، صرف انتقام کی غرض سے اپنے آدمیون کا قتل ہونا سنکر تیمور نے یہ خونریزی کی تھی، لیکن انتقام ایسا ظالمانہ تھا جس کا پہلے کسی کو گمان تک نہ ہو سکتا تھا، (یہ واقعہ دو شنبہ ۶، ذیقعدہ ۷۸۹ھ (۱۳۸۷ء) کا ہے[1]) اصفہان کے علاوہ اور جہان جہان مظفری شہزادے حکومت کر رہے تھے وہ اس قتل عام کے واقعہ کو سنکر ڈر گئے، اور انھون نے بلا مزاحمت تیمور کی اطاعت قبول کر لی، صرف منصور نے (جو شوستر کا حاکم تھا) اطاعت قبول نہین کی اور پہاڑون کی طرف بھاگ گیا،

(ذی الحجہ ۷۸۹ھ مین تیمور شیراز آیا[2]) شیراز اور مظفریون کے باقی شہرون نے چپ چاپ سر بہا کی رقم ادا کر دی، (عید کے دن) شیراز مین تیمور کا نام خطبہ مین پڑھا گیا[3]، اور ہر ایک مظفری شہزادے کو اس کے اختیارات کے متعلق تحریری سند تمغا کے نشان کے ساتھ عطا ہوئی، تمغا ہاتھ کا نشان ہوتا تھا جو سرخی سے کاغذ پر بنا دیا جاتا تھا[4]، یہ مظفری شہزادے اب تیمور کی طرف سے اپنی اپنی ولایت پر حاکم مقرر ہوئے اور تیمور اب اُن کا بادشاہ اور حاکم

---

[1] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۳۵ - [2] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۳۷ [3] ظفر نامہ جلد اول صفحہ ۴۴۷،

[4] تمغا جو ترکی لفظ ہے بہت سے معنون مین آتا ہے، ۱- نشان یا مہر یا داغ جو گھوڑون کی ران پر بنایا جاتا ہے، ۲- محصول جو شہر کے دروازے یا دریا کے گھاٹ پر لیا جائے، ۳- محصول ادا ہونے کے بعد جو اس پر جو نشان بنایا جائے، ۴- فرمان سلطانی، (مترجم)

بالادست ہوگیا، ایراؔن کا ملک ابھی شہزادون کا تھا مگر اُن کا حاکم رہنا نہ رہنا اب تیموؔر کی مرضی
پر تھا، تیموؔر کو جس وقت معلوم ہوا کہ ایراؔن کے باشندون پر محصول و باج سخت لگائے گئے ہین
تو اس سختی کو اُس نے دور کر دیا،

قصہ مشہور ہے کہ تیموؔر جب شیراؔز مین تھا تو اس نے خواجہ حافظؔ کو اپنے دربار مین طلب کیا،
ایراؔن کا یہ صاحب کمال بہت سادے کپڑے پہنے ہوئے جن سے افلاس برستا تھا تاتاری
فاتح کے سامنے حاضر ہوا،

تیموؔر نے آواز تیز کر کے پوچھا "کیا یہ شعر تمھارا ہے؟

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را"

حاؔفظ نے جواب دیا۔ "اے امیرون کے امیر یہ شعر میرا ہی ہے"۔

تیموؔر نے کہا "کیون صاحب ہم نے تو برسون کی کوشش سے سمرقند کو اپنی تلوار سے حاصل
کیا اور اس وقت تمام بلاد و امصار سے بہترین چیزین اس کی زیب و زینت کے لیے لیجا رہے
ہین، پھر یہ کیا بات ہے کہ ہمارے ان تمام نوادر کو آپ ایک "ترک شیراز" کی نذر کرنے کو تیار
ہوگئے"!

شاعر نے جواب مین کچھ تامل کے بعد مسکرا کر کہا "اے امیر، انھی فیاضیون کا نتیجہ ہے،
کہ آج مجھے آپ اس حالت افلاس مین دیکھ رہے ہین"۔

۱۴۰ اس برجستہ جواب سے تیموؔر خوش ہوا اور حافظؔ صاحب کو انعام و اکرام دیکر رخصت کیا،
ایراؔن کے چند مطرب تیموؔر کے ہمراہ سمرقند گئے، جنوب کے ملکون مین جن لوگون کیساتھ

بادہ نوشی کی تھی ان کی مفارقت کا تیمور کو افسوس ہوا، میران شاہ تیمور کا تیسرا فرزند ہمیشہ سے تند خو اور ضدی طبیعت کا آدمی تھا، شراب پینے کی عادت ڈال لی تھی، مذہب مین بھی کچھ شکی تھا، بعض موقعون پر بڑے بڑے شجاعت کے کام دکھائے تھے، مگر ظالم انتہا درجے کا تھا، البتہ تیمور کے ساتھ جب لشکر مین رہنے کا اتفاق ہوتا تھا تو کسی بات مین حد سے آگے نہ بڑھتا تھا، اس زمانہ کے کئی برس بعد تیمور نے بحر خزر کے متصل ملکون کی حکومت امیرزادہ میران شاہ کے سپرد کردی لیکن جب تیمور ہندوستان کی لشکرکشی مین ایک سال مصروف رہنے کے بعد واپس آیا تو سنا کہ بیٹا تقریباً مجنون ہو گیا ہے، تاتاری حاکمون نے اطلاع کی کہ شہزادے سے بڑے بڑے شہرون مین بالکل مجنونانہ حرکتین ظاہر ہوئی ہین، کبھی جھروکون مین بیٹھ کر لوگون مین خزانے کا خزانہ لٹادیا، کبھی مسجدون مین شراب نوشی کے جلسے کئے، میران شاہ کی دیوانگی کی وجہ یہ ظاہر کیگئی کہ ایک دن گھوڑے سے گرنے مین اس کے دماغ کو صدمہ پہنچا تھا، شہزادے کا یہ قول بھی نقل کیا گیا کہ "مین اس شخص کا بیٹا ہون جو دنیا پر حکومت کررہا ہے، کیا کوئی کام ایسا نہین ہے جسپر دنیا مجھے بھی یاد رکھے"۔

میران شاہ نے حکم دیا کہ تبریز اور سلطانیہ کے محل اور بیمارستان منہدم کردیے جائین، پسر تیمور کی زبان کا نکلا ہوا حکم تاتاریون کے لیے فرمانِ قضا سے کم نہ تھا، فوراً دونون شہرون کے محل ڈھانے شروع کردیے، ایسے ہی اور احکام شہزادے نے جاری کئے اور ان کی تعمیل ہوتی رہی، اسی کے حکم سے ایک مشہور فلسفی کی قبر کھودی گئی اور اس کی لاش نکالکر یہودیون کے قبرستان مین دفن کیگئی، شراب اور نشی ادویہ کے استعمال سے میران شاہ کے دماغ مین خلل پیدا ہو گیا تھا،

لیکن دربار کے امرا یہی عرض کرتے تھے کہ "دیوانگی منجانب اللہ ہے، کیا شہزادہ جس وقت گھوڑے سے گرا تھا تو اُس کا سر زمین سے نہین ٹکرایا تھا"؟

جب یہ امراء تیمور کے دربار سے رخصت ہوئے تو سراپردے کے دروازے پر ایک عورت آئی، منھ پر نقاب تھی، لباس بالکل سیاہ تھا، کوئی ملازم ساتھ نہ تھا، بالکل تنہا تھی، لیکن اس کی زبان کی جنبش پر پاسبان فوراً آداب بجالائے اور دروازہ کھول دیا، اور ایک تواچی نے تیمور کے سامنے آکر عرض کیا کہ

"شاہزادی صاحبہ حضور کے سلام کو باہر کھڑی ہین اور تنہا ہین"

یہ شاہزادی خانزادہ تھی جو اس شکل مین تیمور کے پاس آئی تھی | پہلے یہ تیمور کے سب سے ۱۴۱
بڑے فرزند جہانگیر کی بیوی تھی، اس وقت بہت سراسیمہ و پریشان ہو کر تیمور کی خدمت مین حاضر ہوئی تھی، اور کچھ دیر سے منتظر تھی کہ درباری رخصت ہون تو اطلاع کرائے، اس پریشان حالی اور سیاہ لباس نے جونہی وہ نقاب اتار کر تیمور کے قدمون مین گری چہرہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، عرض کرنے لگی کہ

"اے امیرون کے امیر، مین حضور کے فرزند میران شاہ کے پایہ تخت سے آرہی ہون"

اور اب خانزادہ نے بڑی جرأت و جسارت سے گفتگو شروع کی یہ وہی بانو ہے جسنے تاتاریون کی یورش پر اپنے عزیزون کی سفارش تیمور سے کی تھی، اداے مطلب کے لیے آواز مین ایک قوت اور فیروزی تھی گو الفاظ مین ان ہی چیزون کو پیدا کرنے کی ہمت نہ ہوئی، خانزادہ نے مع اپنے خدم وحشم کے ایک ایسے شہر مین سکونت اختیار کی تھی جو میران شاہ کی حدود حکومت مین تھا، جس وقت میران شاہ نے غارتگری پر کمر باندھی تو خانزادہ نے اوسے بہت روکنا چاہا، میران

شاہ خانزادہ کو اپنے محل مین لے آیا، شہزادی کے ہولخواہون نے بہت مخالفت کی مگر میران شاہ پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا، خانزادہ کے حسن پر فریفتہ ہوا اور اسکو اپنی بیوی بنایا، اس کے بعد اس پر تہمت لگائی،[۱]

خانزادہ نے تیمور سے عرض کیا کہ "اے امیر، مین اس وقت پناہ اور انصاف طلب کرنے کے لیے ایک بادشاہ کی حضور مین آئی ہون"؛

خانزادہ کے پہلے شوہر امیرزادہ جہانگیر کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس فرزند سے تیمور کو بہت محبت تھی اور خیال تھا کہ جہانگیر ہی اس کے بعد وارث سلطنت ہوگا، لیکن اب تاتاری قانون کے مطابق میران شاہ کو جو تیمور کے فرزندون مین اس وقت سب سے بڑا تھا باپ کا تخت پہنچتا تھا، پرانے خانانِ صحرا کے زمانے سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ کسی بادشاہ کے شرع کے چار بڑے بیٹے

---

[۱] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶، خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ "امیرزادہ میران شاہ کے تغیر دماغ کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف بالکل مائل ہو گئی، اکثر شراب پینے اور نرد کھیلنے مین مشغول رہتا تھا، اس وجہ سے اور بھی امور نامناسب اس سے صادر ہونے لگے، ایک دن اثناے گفتگو مین اپنی حرم محترم (خانزادہ) کی نسبت تہمت آمیز الفاظ زبان سے نکالے، خانزادہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس تہمت کی تفتیش مین ہر وقت پریشان رہنے لگی، انجام یہ ہوا کہ نہایت غصہ کی حالت مین سمرقند روانہ ہوئی، تیمور اسی زمانہ مین ہندوستان کی فتح کے بعد سمرقند آیا ہوا تھا، واپس آنے پر اہل دربار سے سنا کہ ممالک ایران مین بالخصوص آذربائجان کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے، آذربائجان کا حاکم امیرزادہ میران شاہ تھا، اس اطلاع کیساتھ ہی خانزادہ تبریز سے سمرقند پہنچی (و قصر باغ چنار مین تیمور سے ملی، اپنے شوہر میران شاہ کی شکایت کی اور کہا کہ اگر حضور اسکی طرف متوجہ نہ ہونگے تو صورت خرابی کی ہوگی، کیونکہ حضور کے یاساق اور احکام کی پابندی ترک کر دی گئی ہے، اور تمام اموال اور خزائن لٹائے جا رہے ہین، یہ شکایتین سنکر امیر تیمور نے ایران کی طرف مراجعت کی"؛

خانزادہ کی پہلی شادی امیرزادہ جہانگیر سے ہوئی تھی، جہانگیر کے مرنے کے بعد امیرزادہ میران شاہ سے عقد نکاح ہوا، جہانگیر سے اس شہزادی کے ہان دو لڑکے ہوئے تھے، ایک پیر محمد دوسرا محمد سلطان، میران شاہ سے امیرزادہ خلیل پیدا ہوا،

اُس کے وارث ہوسکتے تھے، جہانگیر اور عمر شیخ سفرِ آخرت اختیار کر چکے تھے، بیٹون مین اب میران شاہ اور سب سے چھوٹا لڑکا شاہ رخ باقی تھا، شاہ رخ سرائے خانم کے بطن سے تھا جو تیمور کی بیوی اور محل کی مالک تھی، یہ لڑکا امیرزادہ جہانگیر مرحوم کے لڑکون سے بھی جو خانزادہ کے بطن سے تھے چھوٹا تھا، شاہ رخ بڑا نیک اور حلیم تھا، سلطنت کے کاروبار سے کہین زیادہ کتاب بینی کا شوق رکھتا تھا پس تیمور کا جانشین یا تو میران شاہ ہوسکتا تھا یا خانزادہ کا کوئی لڑکا (خواہ جہانگیر سے ہو یا میران شاہ سے) تیمور نے میران شاہ کو بڑی وسیع قلمرو کا حاکم مقرر کر رکھا تھا، مگر اس شہزادے نے شراب نوشی اور لہو ولعب سے دنیا درہم برہم کردی تھی، ممکن ہے کہ خانزادہ کا حسن وجمال ہی جس کے شعلون نے شہزادے کے دل مین آگ بھڑکائی تھی عقدِ نکاح کا باعث ہوا ہو"

ان واقعات کے سالہا سال بعد نوجوان امیرزادہ خلیل ایک ایسے سیاسی نزاع کا باعث ہوا جو خانزادہ کے وہم وگمان مین بھی نہ آسکتا تھا،

مگر اس وقت تیمور کے سامنے خانزادہ کی ہمت قابل تعریف تھی، آج وہ صاحبقران گیتی ١٤٢
ستان کی حضور مین کھڑی خاص اس کے فرزند کی شکایت کر رہی تھی، تیمور نے بھی انصاف کرنے مین دیر نہ کی، خانزادہ کا جس قدر مالی نقصان ہوا تھا اسکی تلافی کردی، نئے ملازم اسکی خدمت کے لیے مقرر کیے اور اسکی وہ عزت کی جو اپنے فرزند رشید جہانگیر کی بیوہ کی کرنی چاہیے تھی، تیمور گو اس وقت ایک بڑے سفر دشوار سے سمرقند واپس آیا تھا لیکن اُس نے فوراً امراء کو حکم دیا کہ سلطانیہ کی طرف چلنے کی تیاری کرین،

سلطانیہ پہنچکر جس وقت وہ تمام خرابیان تحقیق ہوگئین جو میران شاہ کی بدنظمی وغارتگری سے پیدا ہوئی تھین تو تیمور نے بیٹے کی نسبت سزائے موت کا حکم سنادیا، امراء نے جنمین بعض ایسے

بھی تھے جن کو میران شاہ کے ہاتھون نقصان پہنچا تھا شہزادے کی سفارش کی، میران شاہ گلے مین رسی پڑی ہوئی باپ کے سامنے حاضر کیا گیا،

تیمور نے قتل کا حکم منسوخ کیا لیکن اختیارات کل سلب کر لیے، شہزادہ دل شکستہ بے ملک و بے حکومت ہوکر اسی ولایت مین پڑا رہا جہان اب اسکی جگہ دوسرے بادشاہی کرتے تھے،

اس کے تھوڑے زمانہ کے بعد بادشاہِ قستالیہ کا وزیر وسفیر روئے دی گونزالیز کلاویجو اپین سے سمرقند کے سفر مین سلطانیہ سے گذرا، اور جو کچھ اُسنے وہان سنا؛ اسے اس طرح سادگی سے بیان کیا ہے،

"جب میران شاہ اس قسم کی حرکتین کر رہا تھا تو اس کے پاس ایک خاتون تھی جسکا نام خانزادہ تھا، یہ خاتون بھیس بدلکر میران شاہ کے پاس سے چلی گئی اور رات دن سفر کرکے امیر تیمور کے پاس آئی اور اُسکے بیٹے میران شاہ کی حرکتون سے اسے آگاہ کیا، تیمور نے بیٹے کو حکومت سے معزول کر دیا، خانزادہ تیمور کے پاس ٹھہری رہی، تیمور نے اسکی بڑی عزت کی اور پھر اسکو واپس جانے کی اجازت دی، میران شاہ سے خانزادہ کا ایک لڑکا بھی تھا جسکا نام خلیل سلطان تھا۔"

میران شاہ کے مصاحبون اور درباریون پر تیمور کا ایسا غضب نازل ہوا جسکی انتہا نہ رہی، گویے اور مسخرے اور بعض اچھے شاعر بھی جو شہزادے کیساتھ ہر وقت رنگ رلیون مین رہتے تھے کشان کشان مقتل مین لائے گئے، اور ان مین سے ایک ظریف نے جب اپنے سے عالی مرتبہ لوگون کو جلاد کے قریب دیکھا کہ وہ بھی قتل ہونے والے ہین تو اس ہولناک آخری ساعت مین بھی وہ ظرافت سے نہ چوکا اور ان ہین سے ایک شخص سے کہنے لگا، "آپ کو شہزادے کی خدمت مین مجھپر تقدیم حاصل تھی، اسوقت بھی اس مرتبہ کا خیال رہے، پہلے آپ تشریف لے چلین[1]"،

---

[1] دیکھو ظفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۱۳-۲۱۴،

۱۴۳

بیسوان باب

تیمور کی سلطنت

۱۳۶۹ء (۷۷۱ھ) مین ترپن برس کی عمر مین تیمور روئے زمین کے اس حصہ کا مالک ہوگیا جسے وسط ایشیائے مرتفع اور ایران کہتے ہین اور جو ہمیشہ بغاوتون اور خانہ جنگیون کا مولد و مسکن رہا ہے، یون تو تیمور ہر اعتبار سے شہنشاہ تھا مگر اس کا لقب شہنشاہ نہ تھا، صرف امیر تیمور گورگان کہلاتا تھا، سریر خانی پر ایک شخص چنگیز خان کی اولاد سے جسے ترا خان کہتے تھے متمکن تھا، یہ تیمور کا بادشاہ تھا مگر برائے نام، اس برائے نام بادشاہ یا خان کے ذمہ کوئی کام نہ تھا، لشکر کے صرف ایک حصہ کا سپہ سالار سمجھا جاتا تھا، اور سمرقند مین ایک محل اس کے رہنے کے لیے مخصوص تھا، بعض رسمون کے ادا ہونے کے وقت اس کا موجود ہونا ضروری تھا، مثلاً جب کبھی کسی ریاست سے اتحاد کا عہد و پیمان ہوتا تھا اور نقرے گھوڑے کی قربانی کیجاتی تھی، یا سالانہ معائنہ فوج ہوتا تھا، جسمین دو لاکھ سپاہ تیمور کے عَلَم کے سامنے سے گذرتی تھی تاریخون مین اس ترا خان کا نام شاذ و نادر ہی آتا ہے، اور جو کچھ وقار یا شہرت اس کے ساتھ وابستہ تھی اوسے تیمور کے درخشان کارنامے بالکل ماند کرتے جاتے تھے، مگر خان اپنی مرفہ الحالی، اچھے کھانے پہننے اور فوجی نشان سے جسمین اس کا حصہ ہر سال کم ہی ہو جاتا تھا خوش تھا،

جس طرح تیمور شہنشاہ نہ کہلاتا تھا اسی طرح اسکی ارضی حدود شہنشاہی کا بھی کوئی خاص نام نہ تھا، ماوراء النہر کا امیر اب تک اُسے کہا جاتا تھا اور اسی کے نام کا خطبہ ہر جگہ اوس کی مملکت مین پڑھا جاتا تھا، اس مملکت کو ابھی تک کسی نام سے موسوم کرنا باقی تھا،

اس وسیع سلطنت کے پیدا ہونے کا باعث ایک بہت سادی سی بات تھی، وسط ایشیا کے باشندون پر قبیلون کے سردار حکومت کیا کرتے تھے، اگر ایک جگہ کے باشندون کو اپنا سردار پسند نہ ہوا تو وہ دوسرے سردار کے علاقے مین چلے آتے تھے، اور اپنی جان و مال سب اسی سردار کے سپرد کر دیتے تھے، اگر اُس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو اپنے ہی قبیلے مین سے کسی کو سردار مان کر اس کے نمکخوار بنجاتے تھے، اور پھر اس سردار کی حمایت مین جان پر کھیل کر لڑا کرتے تھے،

۱۴۴ اپنے نام اور اپنے قبیلے پر انھین بڑا ناز ہوتا تھا، اور شخصی آزادی یا جو مراعات اور اختیارات ان کو رسم و رواج کی بنا پر حاصل ہوتے تھے انھین وہ بہت عزیز رکھتے تھے، اور بے حد ہوشیار اور خبردار رہتے تھے کہ کوئی شخص ان کی ان چیزون مین دست اندازی نہ کرنے پائے، مگر باوجود اس کے ایک مطلق العنان بادشاہ کی حکومت انھین خوشگوار تھی، اور سوائے اس طرز حکومت کے کسی دوسرے طریقے کو وہ پسند نہ کرتے تھے، خانہ بدوش قومون کی اولاد تھے، اپنے بادشاہ کی پرستش کرتے تھے، رہزنی مین ایسے تھے جیسے پہاڑون پر شکاریون کے رستے مین گدھ منتظر بیٹھے ہون، مگر حضرت سلیمان ابن داؤد کی بزرگی کو تسلیم کرنا اور سکندر ذوالقرنین کی تعریف و توصیف اور محمود غزنوی کے قصے سنانے انھین خوب آتے تھے، اپنا نسب حضرت نوح تک پہنچاتے تھے اور انبیاے بنی اسرائیل

کی اولاد مین اپنے آپ کو سمجھتے تھے،

حاجیون کی بڑی سڑکون کے کنارے جتنے مقبرے اور مزار آتے تھے ان کے حالات اور تاریخ سے وہ بخوبی واقف تھے، توریت کے بھی وہ عالم تھے، اور جس قدر نقل و استشہاد کی قابلیت رکھتے تھے اسی قدر رد و قدح کے سلسلہ کو بھی طول دیتے تھے اور اس پر کچھ تعجب نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جن قومون کو وہ معرض بحث مین لاتے تھے ان کی ابتدا طوفان نوح کے زمانہ سے تھی، قانون جو ضبط تحریر مین آچکا ہو اسکی انھین مطلق پروا نہ تھی، لیکن کمزور سے کمزور روایت پر خون بہانے کو تیار ہو جاتے تھے، سود خواری سے انھین سخت نفرت تھی اور محصول جمع کرنے والون مین جو کوئی ظلم کر کے ان سے روپیہ لے اس کی پشت پر ایک نہ ایک دن خنجر چلا دیتے تھے،

تیمور سے وہ اس وقت بھی لڑتے رہے جب کہ ثابت ہو چکا تھا کہ لڑنا بیکار ہے، اس کے بعد تیمور کے نمک خوار بننے کے لیے اسکے پاس حاضر ہو گئے، ایسے لوگون پر حکومت کرنے کے لیے پنجۂ فولاد کی ضرورت تھی،

کبھی پہلے وہ کسی بات پر متحد و متفق نہ ہوئے تھے، محمود غزنوی نے ان کے بہت سے قبیلون کو اپنے علم کے نیچے جمع کیا تھا، چنگیز خان بھی ان مین پہنچا تھا اور بہتون کو اپنے ساتھ کر لیا تھا، مگر جب چنگیز خان نے رحلت کی تو پھر متفرق ہو کر انھون نے اپنے اپنے نئے سردار نامزد کر لیے،

صرف ایک چیز تھی جسمین فی الواقع وہ متحد و یکجہت ہو گئے اور وہ یہ تھی کہ تیمور کی دل و جان سے فرمانبرداری کرتے رہین، ان قبیلون کو جمع کر کے اپنے تحت مین لانا ایسا ہی تھا

جیسے کوئی بہت سے بھیڑیون کی گردن مین رسیان ڈال کر سب رسیون کو اپنے ہی ہاتھ مین
رکھنا چاہے، کوئی ضابطہ اور قانون ایسا نہ تھا جو گھوڑون پر بیٹھکر شکار کرنے والے کاشغریون اور
ہندوکوہ کے خانہ بدوش پہاڑیون اور جتہ مغلون اور سیر اور دہ کے قبیلون کو جو غارت ہونے
سے بچگئے تھے اور خراسان کے ایرانی شہسوارون اور عرب کے شجاعون کو اپنا پابند کرلیتا،
ان قومون کو قابو مین لانے کے لیے تیمور بذات خود ضابطہ اور قانون بنگیا، تمام احکام
اپنے نئے ماتحت قبائل مین وہ خود جاری کرتا تھا جس کسی مین اتنی ہمت ہوتی تھی کہ سامنے آئے وہ
سامنے حاضر ہو سکتا تھا، کسی ایسے شخص کو جو اس کا منھ لگا ہو اپنی طرف سے حکومت نہ کرنے
۱۴۵ دیتا تھا، جب کسی سلطنت کو فتح کرتا تھا یا کوئی سلطنت خود ہی اسکی اطاعت قبول کرلیتی تھی تو
پھر اسی سلطنت کو اپنے کسی فرزند یا اپنے لشکر کے کسی بڑے سپہ سالار کو بطور جاگیر تفویض کردیتا تھا،
جو حکومت یا سلطنت اس طرح تفویض کیجاتی تھی وہ تیمور کی شہنشاہی کا ایک جز یعنی
صوبہ سمجھی جاتی تھی، اس صوبہ کے حاکم کو داروغہ کہا جاتا تھا، اور یہ داروغہ جملہ امور سلطنت کا تیمور
کی حضور مین جواب دہ رہتا تھا، داروغہ کے ساتھ ایک قاضی بھی مقرر کیا جاتا تھا، تاتاری جس قدر
تیمور کے لشکر مین شامل ہوتے وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ہوتے لیکن اور لوگون کو فوج مین جبراً
شامل ہونا پڑتا تھا، اہل حرفہ اور مزدورون سے ضرورت کے وقت بلا اجرت کام لیا جاتا تھا
مفتوح قبائل بادشاہ کے دربار مین حاضر کئے جاتے اور ان کو مختلف مراتب جن مین ان کے
اختیارات وسیع ہوتے اور بڑی بڑی خدمات سپرد کی جاتین، اگر اس پر بھی وہ سرکشی اور بغاوت
اختیار کرتے تو ان کو قید یا قتل کردیا جاتا،

تیمور کی بیقرار طبیعت کسی بات مین نقص یا خامی دیکھکر صبر سے نہ بیٹھ سکتی تھی، اگر کسی شکستہ

پل پر سے گذر ہوا ہے تو حاکم ضلع کو حکم ہوا کہ فوراً اسکی درستی کیجائے، پرانی کاروان سرائین جو خستہ حال تھین ان کی مرمت کرائی، سڑکون کے کنارے مسافر خانے بنوائے، جاڑے کے موسم مین سڑکین بند نہ ہوتی تھین، کھلی رہتی تھین اور تھوڑے تھوڑے فاصلون پر ان پر پاسبان خانے تعمیر کرا دیئے تھے، سڑکون کے پاسبانون کے افسر ذمہ دار ہوتے تھے کہ ہر پاسبان خانے پر ڈاک کے گھوڑے مہیا رکھین، اور اپنی حدود مین قافلون کے بخیریت گذرنے کے ذمہ دار رہین، اس حفاظت کے معاوضہ مین قافلے والون کو ایک رقم چاندی کے سکّے مین ادا کرنی ہوتی تھی

اسپینی سفیر کلاویجو خراسان والی بڑی سڑک کا حال اس طرح لکھتا ہے:۔

"سڑک کے کنارے بڑے بڑے مکانات بنے ہین، ان مین کوئی اور نہین رہتا، صرف مسافر یہان آکر آرام کرتے ہین، ان مکانون مین پانی بڑے فاصلے سے زمین دوز نالیون کے ذریعہ سے پہنچایا گیا ہے،

"(خراسان کی) سڑک بہت ہموار تھی، کہین کوئی پتھر اس پر پڑا نظر نہ آتا تھا، جب مسافر منزل پر پہنچتے تو کھانے پینے کی چیزین اور تازہ دم گھوڑے موجود ہوتے،

"دن بھر کا سفر ختم ہونے پر منزل پر امیر تیمور کے گھوڑے حاضر رہتے، کہین ان کی تعداد سو اور کہین دو سو ہوتی، منزل گاہین سمرقند تک برابر ملتی تھین اور ہر منزل گاہ پر گھوڑون کا انتظام تھا،

"تیمور جب کسی کو کسی سمت روانہ کرتا | یا جو کوئی اس کے پاس بھیجا جاتا وہ انھی گھوڑون پر ۱۴۶
سوار ہو کر رات اور دن جہان تک گھوڑے دوڑ سکتے تھے دوڑاتا ہوا سفر کرتا، صحراؤن مین بھی اسی طرح گھوڑے موجود ملتے تھے اور بالکل غیر آباد مقامات مین بھی مسافرون کے اترنے کے

لئے بڑے بڑے مکان تھے اور ان مکانون سے جو گاؤن قریب سے قریب ہوتا تھا وہان سے کھانے پینے کی چیزین اور گھوڑے دستیاب ہو جاتے تھے، آدمی جو گھوڑون کی حفاظت اور پرداخت پر مقرر تھے انھین "انچو" کہتے تھے،

"جب کسی ملک کے سفیر آتے ہین تو منزل پر اترتے ہی یہ لوگ ان کے گھوڑون کو تھام لیتے ہین اور ان پر کاٹھیان اتار کر دوسرے گھوڑون پر رکھتے ہین، اور دو چار "انچو" گھوڑون کی نگہداشت کے لیے سفیرون کے ساتھ ہو لیتے ہین، دوسری منزل پر پہنچکر وہ واپس چلے آتے ہین "اگر سڑک پر کوئی گھوڑا تھک جاتا ہے اور کسی دوسرے آدمی کا گھوڑا جاتا ہوا ملتا ہے تو تھکے ہوئے گھوڑے کے بدلے اس گھوڑے کو لے لیتے ہین، دستور یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے جو امیر کی ملاقات کو جا رہا ہو ہر شخص کا فرض ہے خواہ وہ سوداگر ہو یا رئیس ہو یا سفیر ہو کہ فوراً ضرورت کے وقت اپنا گھوڑا پیش کر دے، اور اگر ایسی حالت مین کوئی گھوڑا دینے سے انکار کرے تو اُسے گھوڑے کے بدلے اپنا سر دینا پڑتا ہے، کیونکہ امیر تیمور کا ایسا ہی حکم اور قانون ہے،

"ایسے لوگ جن کو امیر کے پاس جانا ہوتا ہے ضرورت کے وقت لشکریون سے گھوڑے لے لیتے ہین، بلکہ خود امیر تیمور کے بیٹے یا بیوی کا گھوڑا بھی ہو تو اُسے لے سکتے ہین،

"سڑکون پر ڈاک کے گھوڑے ہی فراہم نہ رہتے تھے بلکہ تمام راستون پر خبر رسان بھی مقرر ہوتے تھے تاکہ سلطنت کے ہر صوبے سے خبرین چند روز مین امیر تک پہنچا دین، اگر کوئی شخص ایک دن اور رات مین گھوڑے پر ۵۰ فرسخ چلے اور اس اثنا مین دو گھوڑے اس کی ران کے نیچے مر جائین تو امیر تیمور ایسے شخص کو بہ نسبت اس شخص کے زیادہ پسند کرتا تھا جو انھی پچاس فرسخون کو تین دن مین طے کرے، امیر نے اس خیال سے کہ اسکی سلطنت مین فرسخ

کا طول زیادہ ہے فرسخ کے دو حصے کر دیئے تھے، اور سڑک کے کنارے پتھر کے چھوٹے چھوٹے ستون ہر فرسخ اور نیم فرسخ پر نشان کے طور پر نصب کرا دیئے تھے اور اپنے "زگاتامیون" کو حکم دے رکھا تھا کہ بارہ یا کم سے کم دس ایسے فرسخ دن بھر مین طے کیا کرین[۱]، یہان کا ایک فرسخ قشتالیہ کے دو فرسخون کے برابر ہوتا ہے،

"حقیقت یہ ہے کہ جب تک آنکھ سے نہ دیکھا ہو اس بات کا یقین آنا مشکل ہے کہ یہ تاتاری کتنے بڑے بڑے فاصلے رات اور دن | مسلسل سفر کر کے طے کیا کرتے ہین، کبھی کبھی یہ لوگ پندرہ ۱۴۷
اور بیس فرسخ سے بھی زیادہ مسافت ایک رات اور دن مین چلتے ہین، جب ان کے گھوڑے بیکار ہو جاتے ہین تو انھین ذبح کر دیتے ہین یا بیچ ڈالتے ہین، سڑک پر ہم کو بہت سے گھوڑے جو تیز چلانے کی وجہ سے مر گئے تھے پڑے ملے"

کلاویجو لکھتا ہے کہ گرمیون کے موسم مین بعض منزل گاہون مین ایسے حوض نظر آئے جن مین برف کے ٹکڑے پڑے تھے، اور پیتل کے کوزے وہان رکھے تھے کہ جس کا جی چاہے برف کا پانی ان مین بھر کر پیئے،

ڈاک کی سڑکون پر قاصد اور پیک تیمور کو خبرین پہنچانے کے لیے کبھی اِدھر سے اور کبھی اُدھر

[۱] یعنی ایک دن اور رات مین پچاس سے ستر میل تک طے کرین، کلاویجو کے "زگاتامی" وہی لوگ ہین جنکو تاریخ کی کتابون مین چغتائی یاجتہ لکھا ہے، یہ بیان ہم نے کسی قدر مختصر کر کے کلاویجو کے سفرنامے سے لکھا ہے، اس کتاب کا نام ہے "سمرقند مین امیر تیمور کے دربار مین روی دی گانزو ولیز کلاویجو کا سفیر ہو کر جانا اور سفارت کے حالات" (صفحات ۱۴۰۲-۱۴۰۳) یہ کتاب ہیکلوٹ سوسائٹی نے شایع کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ کلاویجو کے اسی بیان کی وجہ سے عام تاریخون مین یہ غلط بات تحریر ہونے لگی کہ تیمور نے اپنے ہر امیر اور سردار کو روزانہ ۶۰ میل گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے کا حکم دے رکھا تھا، (مصنف)

سمرقند اور چودھویں صدی کے کاروانی راستے

خراسان کی سڑک - یورپ سے چین کا راستہ کچھ اس سڑک پر پڑتا تھا۔

پیمانہ انگریزی میلوں میں ۰ ۵۰ ۱۰۰ ۱۵۰ ۲۰۰ ۲۵۰ ۳۰۰

سے دوڑتے نظر آتے تھے، کبھی سرحد کی شتر سوار فوجون کی کیفیت سے تیمور کو مطلع کرتے تھے اور کبھی سرحد سے بھی کوسون دور سپہ سالارون کی طرف سے پرچے لے کر حاضر ہوتے تھے، اور شہرون کے داروغہ جو اطلاعین بھیجتے تھے ان کے لانے لیجانے والے بھی یہی تھے[1]، سلطنت کی ہر ولایت اور کاروانی شہرون سے جو سلطنت کی حدود کے باہر تھے خبر نویس مقرر تھے جو تمام واقعات کا خلاصہ امیر تیمور کے پاس وقت مقررہ پر ارسال کیا کرتے تھے، مثلاً یہ کہ سڑکون پر کون کون سے قافلے جارہے ہین، لڑائیان کہان کہان ہو رہی ہین، ان خبر نویسون کو حکم تھا کہ صحیح بات لکھین، اگر کوئی دیدہ و دانستہ غلط خبر لکھتا تھا تو وہ قتل کر دیا جاتا[2]،

تیمور کا خبر رسانی کا انتظام مکمل تھا، ریلون کی ایجاد سے پہلے رسائل کا کوئی محکمہ اس سے زیادہ زود کار اور تیز دست شاید ہی دنیا مین گذرا ہو،

زمین اور جائداد کے متعلق تیمور کے فیصلے ناطق ہوتے تھے، سپاہ کو لشکر کے خزانچیون اور

---

[1] دیکھو تزوک تیمور، مقالہ دوم صفحہ ۱۸۰، ۱۸۲ – مطبوعہ بمبئی، جس مین ذیل کی عبارت درج ہے :-

"وامر نمودم کہ یک ہزار نفر جمازہ سوار و اسپ سوار چپقونچی روندہ و دوندہ و ہزار نفر پیادہ جلد تعین نمایند کہ اخبار ممالک و سرحد و ارادہ و مقاصد سلاطین جوار را تحقیق نمودہ بحضور آیند و خبر رسانند تا آنکہ پیش از وقوع واقع علاج نمایم"

[2] تزوک تیمور مقالہ دوم مطبوعہ بمبئی، صفحہ ۸۰ مین لکھا ہے کہ

"امر نمودم کہ در ہر سرحدے و ولایتے و شہرے و لشکرے خبر نویس متعین نمایند کہ از اعمال و افعال حکام و رعیت و سپاہ و لشکر خود و لشکر بیگانہ و مداخل و مخارج مال و منال و در آمدن و بر آمدن مردم بیگانہ و قوافل از ہر مملکت و اخبار ممالک و سلاطین ہمسایہ و اعمال و افعال ایشان و جماعۃ علماء و افاضل کہ از بلاد بعید روے بدرگاہ من آوردہ باشند بتفصیل از روے راستی و درستی بدرگاہ مینوشتہ باشند، و اگر خلاف نمایند و از قرار واقع ننویسند انگشتان اخبار نویسان را قطع نمایند، و اگر اخبار نویسے کار سپاہے را پوشیدہ دارد و در لباس دیگر بنویسد وے را قطع کنند و اگر دروغے را بر بنائے تہمت و غرضے نوشتہ باشد او را بقتل رسانند و امر نمودم کہ اخبار مذکور روز بروز و ہفتہ بہفتہ و ماہ بماہ بعرض رسد"

بخشیون سے تنخواہ ملتی تھی[1]، کسی سپاہی کو کسی قسم کا محصول رعایا سے لینے کا اختیار نہین تھا، اور نہ کوئی سپاہی بلاوجہ کسی رعیت کے مکان مین داخل ہو سکتا تھا[2]،

بنجر زمین اور جائداد غیر منقولہ جو لاوارثی ہو وہ سرکار کا مال تصور کیجاتی تھی[3]، اگر کسی کسان یا صاحب مقدرت نے کسی صحرائی زمین مین آب پاشی کر کے کھیتی کی ہے یا اس پر مکانات یا پل بنائے ہین تو وہ ایسی زمین پر پہلے سال بلا لگان قبضہ رکھ سکتا تھا، دوسرے سال جو لگان خود مناسب سمجھتا وہ دے سکتا تھا، تیسرے سال قاعدہ کے مطابق اس پر محصول لگایا جاتا تھا[4]، زمین کا محصول فصلین کاٹنے کے بعد لیا جاتا تھا، معمولی شرح لگان پیداوار کا ایک تہائی حصہ یا اتنے ہی حصہ کی قیمت چاندی کے سکے مین مقرر تھی، نہری زمین پر محصول زیادہ تھا، اور بارانی پر کم تھا، بڑے تالابون سے پانی لینے پر زمینداروں کو آبیانہ دینا ہوتا تھا[5]،

تاجر جو ملک مین آتے تھے وہ تجارت کے مال پر محصول دیتے تھے، اس کے علاوہ ۱۴۹

[1] دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۲۳،

[2] دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۷۹،

"وامر نمودم کہ سر شماری وخانہ شماری از ہیچ شہر وقصبہ نگیرند وہیچ کس از سپاہ در خانہ رعیت بزور نزول نکند وچہار پایان واولاغ رعایا نہ گیرند"

[3] دیکھو تزوک تیمور مقالہ دوم صفحہ ۱۹۰،

"امر نمودم کہ اموال اموات را بوارث رسانند واگر وارث نباشد در ابواب خیرات صرف نمایند"

[4] تزوک تیمور ایضاً مقالہ دوم صفحہ ۱۸۸،

"وامر نمودم کہ ہر کس صحرائے آباد کند یا کاریزے احداث نماید یا باغے سبز کند یا موضع ویرانے را نو آباد سازد در سال اول چیزے نہ گیرند ودر دوم انچہ رعیت برضاے خود دہد بگیرند ودر سال سوم موافق تزوک مال بگیرند"

[5] تزوک تیمور صفحات ۱۸۶-۱۸۷،

انھین سڑک کا محصول بھی ادا کرنا ہوتا تھا، یہ محصول اس زمانے مین آمدنی کے بڑے ذریعے تھے، کیونکہ مشرق بعید کے تمام کاروان جو یورپ کے قصد سے چلتے تھے وہ مصر سے بچ کر نکلنا چاہتے تھے جہان کے بادشاہ "سلاطین مملوک" عیسائیون کے اور عیسائیون سے جو کچھ متعلق ہو اس کے سخت دشمن تھے،

تجارت کا مال مغربی ملکون کو شمال والی سڑک سے دشت گوبی مین سے ہوتا ہوا المالیق سے گذر کر سمرقند آتا تھا، اور سمرقند سے سلطانیہ اور تبریز ہوتا ہوا بحر اسود اور قسطنطنیہ پہنچتا تھا، یہ راہ خراسان والی سڑک سے طے کیجاتی تھی، اس سڑک کی شاخین زیادہ شمال کی سمت مین بھی گئی تھین یعنی اورگنج تک پہنچی تھین، اورگنج سے بحر خزر عبور کرنے پر بعض شاخین جاری رہ کر روسی سرحد پر اہل جینوا کی آبادیون تک گئی تھین، ایک تیسری سڑک جنوب کی سمت مین ایران سے گذرتی ہوئی ہندوستان کے بندرگاہون تک آئی تھی،

سمندر کی راہ سے تجارت بہت کم ہوتی تھی، ایک زمانہ مین عرب کے لوگ ہند کے گرد چکر کاٹ کر "جزیرہ نمائے زرین"[1] اور چین کو جاتے تھے، اور چین کے جہاز اکثر بنگال کے ساحل تک آتے تھے، لیکن اس قسم کے بحری سفر گاہے گاہے جہازون کے مالکون اور دولتمند سیاحون کی ہمت کا نتیجہ ہوتے تھے، دریاؤن کے رستے البتہ تجارت کا بڑا سلسلہ قائم تھا، دریاے آموکے ذریعہ اورگنج تک اور ہندوستان مین دریائے سندھ کے ذریعہ سمندر تک اور اسی طرح دجلہ اور فرات کے ذریعہ تجارت بہت ہوتی تھی،

ہندوستان پہنچنے کے لیے تیمور نے اب دو رستے کھول دیئے تھے، ایک کابل سے

[1] غالبًا جزیرہ نمائے ملایا سے مطلب ہوگا،

چلکر درخیبر والا تھا اور دوسرا قندھار سے شروع ہوکر اُس بے برگ وبار علاقے مین سے گذرتا تھا جس کا سلسلہ دریاے سندھ پر ختم ہوتا تھا، بادشاہ سجستان کو تیمور نے صرف ایک لڑائی لڑکر اپنا مطیع کرلیا تھا، یہ وہی بادشاہ تھا جس کی ملازمت ایک زمانے مین تیمور نے ایک رزم آزما کی حیثیت سے اختیار کی تھی اور جس کی خدمت گذاری مین عمر بھر کو لنگڑا ہوا تھا،

ایک دوسری لڑائی مین تیمور کو ایک ویران ملک سے گذر کرنا پڑا تھا جو شیراز سے خلیج فارس کے بندرگاہون تک پھیلا ہوا تھا، ان بندرگاہون سے جہاز بغداد تک اور دریائے سندھ کے دہانے تک جاتے تھے،

مغرب مین تیمور نے ترکمانان سیاہ میش کا قلعہ[1] اور موصل کا شہر جسمین سنگ مرمر کی عمارتین تھین فتح کرلیا تھا، دریاے دجلہ کے قلعون پر جو سمرقند سے ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھے تیمور قابض ہوگیا، اور یہان اپنی وسیع سلطنت مین تبریز کے شہر کو اس نے تجارت کا بہت بڑا مقام بنادیا، اس بڑے شہر کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اسی شہر مین تجارت کی شمالی اور جنوبی سڑکین خراسان کی بڑی سڑک پر آکر ملی تھین، صرف | تبریز[2] سے جس قدر آمدنی تیمور کو تھی ۱۵۰
وہ بادشاہ فرانس کی سالانہ واصلات سے زیادہ تھی،

بظاہر اتنے بڑے شہر کے باشندے کوئی ایسا محصول جو ہر فرد پر عاید ہوتا ہو ادا نہ کرتے

---

[1] غالباً قراحصار سے مراد ہے جو صوبہ آذربائجان مین واقع تھا، (مترجم)

[2] جس قدر شہادت دستیاب ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چین کے ملک سے قطع نظر کرکے تبریز دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا، سمرقند دمشق اور بغداد اس سے چھوٹے تھے، گو ان کی عمارتین زیادہ قابل تعریف تھین، چودھوین صدی عیسوی کی یہ عمارتین ان عمارتون سے جو روما اور وینس مین تھین زیادہ شاندار تھین (مصنف)

ہونگے، لیکن شہر کی مجلس ایک سالانہ رقم تیمور کے داروغہ کو ادا کیا کرتی تھی، اس کی شکل خراج کی ضرورتھی، کیونکہ جب تک یہ رقم ادا ہوتی رہتی تھی شہر کو کوئی خطرہ نہ تھا،

کاروانی تاجرون کے حق مین تیمور کی سلطنت ایک بڑی برکت تھی، کیونکہ وہ امیر تیمور کے ملکون مین سڑک کے پاسبانون کی حفاظت مین سال مین پانچ مہینے سفر کیا کرتے تھے اور چنگی کا محصول انھین صرف ایک جگہ ادا کرنا ہوتا تھا،

چھوٹے چھوٹے کاشتکارون اور زمیندارون کے حق مین بھی تیمور کی حکومت اس وجہ سے نفع کی چیز تھی کہ وہ امرائے وقت کی زیادتیون سے محفوظ ہو گئے تھے، تیمور اس معاملہ مین بہت صاف تھا، جب کوئی انسان تباہ کر دیا جاتا تھا تو پھر وہ کسی مصرف کا نہ رہتا تھا، اسی طرح جب کوئی ریاست غارت کردیجاتی تھی تو پھر تیمور کے خزانے کو اس سے کوئی نفع نہ پہنچ سکتا تھا، خزانے سے فوج کو قوت پہنچتی تھی اور فوج سلطنت کی بیخ و بنیاد تھی، لشکری جہان اُن کا جی چاہتا تھا اپنے گھوڑون کو پانی پلاتے تھے، کھیتون کو روندتے ہوئے نکل جاتے تھے، جس طرف سے کوچ کرتے تھے اگر ضرورت ہوتی تھی تو تیار فصلین کاٹ لیتے تھے، کاشتکارون کو اس سے بہت نقصان پہنچتا تھا،

تیمور کمزوری پسند نہ کرتا تھا، تمام شہرون مین فقیرون کی کثرت ہو گئی تھی، تیمور نے گداگری کی ممانعت کر دی[1]، اور محتاجون کے لیے وظیفے مقرر ہونے کا حکم جاری کیا اور انھین روٹی اور گوشت تقسیم کرایا، مگر ان فقیرون نے اس آذوقے کو اپنی جاگیر سمجھکر پھر گلی گلی بھیک مانگنی شروع کی، جہان جاؤ یاحق، یاحق ۔ اللہ کریم، اللہ رحیم کی صدا زبان پر اور ہاتھ مین بھیک کا پیالہ نظر آتا تھا،

---

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۷۹۔ "وامر نمودم کہ گدایان ہر ملک را وظیفہ مقرر گردانند تا رسم گدائی بر افتد"

خیرات کرنے والے کھانے کے وقت ان کے پیالہ مین آٹا روٹی کا ٹکڑا کچھ ڈال دیا کرتے تھے، قلندر اور بے نوا، بازارون مین کھڑے ہو کر اپنی کرامات بیان کرنے والے لوگ، ہبروص اور قلاش اب بھی بھیک مانگنے سے باز نہ آئے، کیونکہ فقیر کو روٹی پیسہ دینا مسلمانون کے ہان ایسا رواج تھا جو بدل نہ سکتا تھا، تیمور کے سپاہی اکثر ان فقیرون کو قتل کر دیتے تھے مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوتا تھا

چوری کے بند کرنے مین تیمور کو زیادہ کامیابی ہوئی، شہرون مین وہان کا کوتوال اور سڑکون پر پاسبانون کے افسر جتنی چوریان ان کے علاقے مین ہون سب کے ذمہ دار قرار دیئے گئے تھے، کوئی چیز چوری جاتی تھی تو پاسبانون اور ان کے افسرون کو ویسی ہی چیز اسکی جگہ دینی پڑتی تھی[1]،

لیکن تیمور کی تزوک و قوانین خود اسکی مرضی اور حکم کے سوا اور کچھ نہ تھے، اسکے خاص ملک کے 151
باہر یہ قوانین ابھی تک نئی بات سمجھے جاتے تھے اور ان پر عمل درآمد بھی ابھی تک شروع نہ ہوا تھا، کہین کہین بغاوت بھی ہوتی تھی، اور تیمور اس قسم کی بدنظمیون کو رفع کرنے کے لیے ہمیشہ نقل و حرکت مین رہتا تھا، تیمور کی قوت اور تدبیر نے اس کے لشکر کو ایک باقاعدہ مشین بنا دیا تھا جس کے چلانے والے بڑے آزمودہ کار سپاہی تھے اور فتح و ظفر یابی جس کا ایک معمول تھا،

اس لشکر اور فوج پر تیمور کو ناز تھا اور اسی فوج سے اب اس نے کل ایشیا کو فتح کرنا چاہا[2]،

---

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۷۸-۱۷۹، " وامر نمودم کہ دزدان و اقطاع الطریق (رہزن) ہر ملک را بیاسا رسانند و مفسدان و اشرار و بد نفسان را از ملک اخراج نمایند و ہرزہ کاران را در شہر و ملک نگہدارند، و کوتوالے بہر شہر و قصبہ تعین کنند کہ نگاہبان رعیت و سپاہ باشد وانچہ از کس بدزدی رود در عہدہ کوتوال باشد، وامر نمودم کہ بر سر راہہا ضابطان تعین نمایند کہ حارس و پاسبان راہہا بودہ اموال و اسباب و امتعہ متردین تجار و مسافران را منزل بمنزل برسانند واگر فوتی و فرو گذاشتی دران بشود از عہدہ جواب آن برآیند"

[2] دیکھو تعلیقہ شمار ۱۷،

۱۵۲

اکیسوان باب

گھوڑے کی کاٹھی اور تیمور

اب ایسا زمانہ آیا کہ اس لنگ کرنے والے کشورستان کو اس مثل کا مصداق بنکر اس کا مزہ چکھنا پڑا کہ "جس نے پاؤن رکاب مین رکھ لیا اُس کو کاٹھی پر پہنچنا ہی پڑتا ہے"۔

سمرقند مین قیام کرنے یا پہاڑون مین شکار کھیلنے کا اب بہت کم اتفاق ہوتا تھا، تیمور کی (دوسری بیوی یعنی) پہلی ملکہ سرائے ملک خانم سفر و حضر دونون مین بڑے جاہ و حشم سے رہتی تھی، جب برآمد ہوتی تو حبشنین قبا کے دامن اٹھائے اور خوبصورت کنیزین کلاہ کے مرصع پرون کو دائین بائین سہارا دیئے چلتین، نئے نئے کاشی کاری کے محل فیروزی چھتون والے بہت کشادہ اور وسیع اس کے قدم رنجہ فرمانے کے لیے تیار ہو چکے تھے، خود تیمور نے ایرانی مہندسون کی مدد سے ان محلون کے نقشے بنائے تھے، تعمیر کے زمانہ مین کبھی کبھی قلیل مدت کے لیے معمارون اور مزدورون مین کام کی ہل چل ڈالنے یا ملک چین اور ہندوستان کے ایلچیون کو شرفِ حضوری بخشنے یا پوتون کا سلام قبول کرنے سمرقند چلا آتا اور یہان خوب جشن و طوی کر کے واپس چلا جاتا، ایام سفر مین خیمہ و خرگاہ کا سامان دوہرا ساتھ رہا کرتا تھا، جب ایک خیمہ گاہ مین آرام کرتا تو

اسی رات کو دوسرا خیمہ و سراپردہ بار برداری کے جانورون پر رکھا ہوا آگے کی منزل پر لیجا کر نصب کر دیا جاتا، جب تیمور دوسرے دن وہان پہنچتا تو کوشک شاہی تیار ملتا، خیمون کی ریشمین طنابین کھنچی ہوتین، اندر قالینون کا فرش ہوتا، چوبون سے اپنی اپنی جگہ پردے لٹکے ہوتے، اور تمازت آفتاب سے پناہ کے لیے بڑا سائبان سامنے لگا ہوتا، اور بارگاہِ دولت کے قریب بارہ ہزار قلچیون کے ڈیرے ہوتے جو بادشاہ کے قریب بطور محافظ کے حاضر رہتے[1]،

قلچیون کے سردار "بہادرون" مین سے منتخب ہو کر مقرر کئے جاتے تھے، یہ سب بڑے دلاور اور طاقتور ہوتے تھے، کوئی مشکل کام ایسا نہ تھا جس مین ان کی آزمائش نہ ہو چکی ہو، اور اتنا انعام نہ دیا گیا ہو جس سے ان کی اور دوسرون کی ہمت افزائی ہوئی ہو،

تیمور نے حکم دیا تھا کہ "ایسا سپاہی جو خدمت کرتے کرتے عمر رسیدہ ہو گیا ہو اس کے درجے اور تنخواہ مین کبھی کمی نہ کیجائے، کیونکہ پرانے سپاہی جو عارضی عزت کے لیے اپنی دائمی خوشی قربان کر دیتے ہین وہ قابلِ انعام ہوتے ہین" تیمور کو اپنے پرانے سپاہیون کی قدر افزائی پر ہمیشہ اصرار رہا[2]، اور جس طرح پہلے ایک | ہزار سپاہیون کے نام جنھون نے ایک سخت مہم مین ساتھ چلنے ۱۵۳

[1] تزوک تیمور صفحہ ۱۵۲ء۔

"دوازدہ ہزار قلچی شمشیر بردار بہ ایراق و سلاح در یمین و یسار و پس و پیش دیوانخانہ در کشک حاضر باشند۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" (مترجم)

[2] تزوک تیمور، صفحہ ۱۴۳:۔

"و حق سپاہی را ضایع نہ سازند و ہر سپاہی کہ بہ پیری رسد وے را از علوفہ و مرتبہ محروم و معزول نہ گردانند، و کار ہر سپاہ را پوشیدہ نہ دارند و مردم سپاہے کہ حیات باقی خود را بمال می فروشند مستحق جلد و باشند و لائق انعام و تربیت اگر وے را از انعام محروم سازند و کارش را پوشیدہ دارند بے انصافی کردہ باشند"

تیمور کہتا ہے کہ سپاہی اپنی باقی زندگی کو مال کے عوض مین بیچتا ہے، انگریزی مصنف نے اس خیال کو اس

پر رضامندی ظاہر کی تھی لکھکر اپنے پاس رکھ لیے تھے، اب اپنے تومانون کے افسرون اوران کے بیٹون کے نام ایک فہرست مین لکھ لیے، اگر کسی سردار سے کوئی کام شجاعت کا عمل مین آتا تو سرکاری کاتب اُس کے اعمال نامے مین اس کام کو درج کردیتے،

لشکر مین اگر کوئی سپاہی دلیری کا کام کرتا تو وہ دس سپاہیون کا افسر یعنی اون باشی کردیا جاتا، اور دس سپاہیون کے افسر کو عمدہ خدمت کے صلہ مین سو سپاہیون کے افسر یعنی یوز باشی کا درجہ ملتا، اور خاص قسم کا نشان اور انعام بھی دیا جاتا، مثلاً کمر بند یا مرصع جبہ مع گلو بند، بعض وقت تلوار اور گھوڑا بھی ملتا،[1] ایک ہزار سپاہیون کے سردار یعنی مینک باشی کو علم اور نقارہ دیا جاتا، اور امیر الامرا کو "دہ ہزاری عَلَم" اور "شیر عَلَم" (تومان طوغ اور چر طوغ) اور نقارہ ملتا، ان امیرون مین سے ہر ایک کو سو گھوڑے اپنے ساتھ رکھنے کا حق حاصل تھا،

جب یہ فوجی سردار کوئی لڑائی فتح کرتے تھے تو ان کو اور بھی بھاری انعام دیئے جاتے تھے، مثلاً کسی شہر یا ملک کی حکومت مع اس کی آمدنی کے جاگیر مین ملتی، فوج کے امرا بعض صورتون مین شاہی گھرانے کے لوگ ہوتے تھے مگر ترقی ہمیشہ حسنِ خدمت کے صلہ مین ملتی تھی، لڑائیون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶) طرح ادا کیا ہے کہ سپاہی چند روزہ عزت کے لیے دائمی خوشی کو قربان کرتا ہے، قوم پرستی کے اعتبار سے مصنف کے الفاظ تیمور کے الفاظ سے زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہین، زندگی کو مال کے لیے بیچنا اتنا بھلا نہین معلوم ہوتا جتنا کہ عزت کے لیے خوشی کو قربان کرنا، سپاہی کا ہمدرد تیمور بھی ہے اور مصنف بھی، بات کہنے کا فرق ہے (مترجم)

[1] تزوک تیمور۔ صفحہ ۱۵۰ ؁۔

"وامر کردم کہ بہادرے کہ شمشیر زند کلنک یا تاقہ مرصع وکمر وشمشیر واسپ بجلدوے وے ارزانی دارند بمرتبہ اون باشی امتیاز دہند تا آنکہ در شمشیر دوم وسوم بمرتبہ یوز باشی ومینک باشی برسد۔ ...... وامر نمودم کہ ہر یک از امرا دوازدہ گانہ (کذا) یک علم ونقارہ بدہند وبا امیر الامرا علم ونقارہ وتومان طوغ وچر طوغ ارزانی دارند وغیرہ وغیرہ (مترجم)

کے بعد جو فوجی سردار زندہ بچے تھے ان مین ایک بڈھا امیر جاکو برلاس تھا جو بڑی عزت و منزلت کے ساتھ امیر الامراء کا درجہ اور بلخ کی حکومت انعام مین پاکر جنگی خدمات سے سبکدوش ہوا تھا،

تیمور ایسے آدمی کو ناپسند کرتا تھا جو کسی معرکہ مین ناکام رہ کر ناکامی کے متعلق عذرات پیش کرے، یا عین خطرے کے وقت اورون سے پیچھے رہ جائے یا آگے بڑھنے سے پہلے بھاگنے کا راستہ سوچ رکھے، بیوقوفی اور نادانی پر اس کو غصہ آیا کرتا تھا، اور اکثر یہ جملہ کہ "دشمن دانا به از دوست نادان" اسکی زبان پر آتے سنا گیا تھا،

ایک مورخ نے جس کا نام ابن عرب شاہ تھا تیمور کی صورت شکل اس زمانے کے بہت صاف اور روشن الفاظ مین اس طرح بیان کی ہے،

"یہ فاتح دراز قد تھا، سر بڑا اور پیشانی چوڑی تھی، جسمانی طاقت اور دلاوری مین نہایت ممتاز تھا، فطرۃً عمدہ قابلیتین اس مین موجود تھین، اسکی جلد سپید تھی، چہرہ کا رنگ صاف تھا، ہاتھ پاؤن بہت مضبوط تھے، سینہ چوڑا تھا، اور انگلیان بہت سخت تھین، ڈاڑھی لمبی تھی، اور ہتیلیان خشک رہتی تھین، دائین ٹانگ سے لنگ کرتا تھا، آواز بھاری تھی،

"میانہ عمری مین بھی جوش طبیعت اور جسم مین طاقت، دلیری اور عزم وہی تھا جو جوانی مین تھا، اس کی مثال ایک کوہ راسخ کی تھی، جھوٹ بولنا اور مسخراپن کرنا بہت ناپسند کرتا تھا، ہمیشہ سچی بات سننی چاہتا تھا چاہے تلخ ہی کیون نہ ہو، کسی ناکامی پر افسردگی یا کامیابی ۱۵۴
پر کوئی خاص خوشی اسے نہ ہوتی تھی،

تیمور کی مہر پر فارسی کے دو لفظ کندہ تھے، "راستی روستی" (سچائی طاقت ہے) کم سخن تھا، کبھی آدمیون کو قتل کرنے یا لوٹنے یا عورتون کو ان کے گھرون مین بے عزت کرنے کا

کوئی جملہ اس کی زبان پر نہ آیا تھا، بہادر سپاہیون سے اُسے بے حد الفت تھی"۔

تیمور کے بال جلد سپید ہونے شروع ہو گئے تھے، بعض مورخون نے اس کے چہرہ کا رنگ گندمی لکھا ہے لیکن ایک عرب کو گندمی رنگ گورا ہی معلوم ہوا ہوگا، تعجب یہ ہے کہ تیمور کا یہ حال ابن عرب شاہ کا لکھا ہوا ہے جسے تیمور خانہ کوچ کر کے سمرقند لایا تھا، ابن عرب شاہ کو تیمور سے خاص عداوت تھی،

تیمور کے لشکر مین بہت کم لوگ ایسے تھے جنکو آق بوغا کی طرح یک لخت ترقی اور درجہ ملا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاتاری بہادر بہت ہی قوی ہیکل اور مضبوط آدمی تھا، بازو پر آہنی سپر اور ہاتھ مین پانچ فیٹ کا لمبا برچھا رہا کرتا تھا، صرف دس سپاہیون کی افسری یعنی اون باشی کا درجہ رکھتا تھا، گھوڑا فقط ایک ہی پاس تھا، اور اسکی بڑی لیاقت دوستون مین یہ مشہور تھی کہ مینڈھے کا کھوکلا سینگھ دودہ اور شراب سے پورا بھر کر چڑھا جاتا ہے،

بیان ہوا ہے کہ ایران پر دوبارہ فوجکشی کے زمانے مین آق بوغا بغیر کسی ساتھی کے سڑک کے کنارے ایک گاؤن مین بلکہ یہ سمجھئے کہ اس گاؤن کی سرائے مین جا اترا، چونکہ دشمن کے ملک مین تھا اس لیے گھوڑا کسا کسایا بالکل تیار سرائے کے دروازے پر کھڑا رکھتا تھا، ایک دن اس طرح چھپا چھپایا سرائے مین کمر کھولے آرام سے بیٹھا کچھ کھا پی رہا تھا کہ گاؤن کا ایک پاسبان گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ پچاس ایرانی سوار گاؤن کے حوض کے پاس گھوڑون سے اتر رہے ہین،

یہ سنکر آق بوغا بولا: "اس مین گھبرانے کی کیا بات ہے، جاؤ اور گاؤن کے سپاہیون

کو جمع کرو، پھر ان ایرانیون پر حملہ کیا جائیگا۔"

پاسبان نے عذر کیا کہ ایرانی سوار بہت زیادہ ہین، اُن سے لڑنا مشکل ہے، بہتر ہے کہ آپ یہان سے کسی طرف بھاگ جائین، مگر آق بوغا کب بھاگنے والا تھا، پاسبان سے کہنے لگا، "اگر تم نے ان ایرانیون پر حملہ نہ کیا تو پھر ان کے گھوڑے اور گھوڑون کے زین کیونکر ہاتھ آئین گے، واللہ تم مین ذرا عقل نہین، یہ ایرانی سب گیدڑ ہین، جب مجھ بھیڑیے کو اپنی طرف آتے دیکھین گے تو نوک دُم ہو جائین گے، اور ایرانیون کا بھاگنا مین خوب دیکھ چکا ہون، جاؤ اپنے سپاہیون کو جمع کر کے یہان لے آؤ۔" ۱۵۵

آق بوغا کھانے مین مصروف رہا، گاؤن والے آپس مین گفتگو کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے، یہ لوگ ایرانی سوارون سے تو ڈرتے ہی تھے مگر اس مسلح تاتاری دیو سے بھی ان کی جان نکل رہی تھی، قصہ مختصر تھوڑی دیر مین گاؤن کے تقریباً دس آدمی ٹٹوؤن پر سوار سرائے کے دروازے پر آئے، آق بوغا فوراً اٹھا کمر کسی، سر پر خود رکھا، داڑھی ہٹا کر گلے مین چمڑے کا سینہ بند باندھا اور کندھون پر چرمی نشانہ پوش لگائے اور ہاتھ مین لمبا برچھا سنبھال گاؤن کے سوارون سے کہنے لگا "دیکھو جس وقت مین سورن کا نعرہ لگاؤن فوراً آندھی کی طرح گھوڑے سرپٹ ڈال دینا، خبردار ذرا توقف نہ ہو، آنکھون مین خاک بھی پڑے تو اُسے نکالنے کو نہ رُکنا۔"

اب آق بوغا خود آگے آگے ہے اور گاؤن کے سوار پیچھے پیچھے ہین، سرائے والی گلی سے نکل کر مسجد اور مسجد سے آگے سڑک والے حوض کی طرف چلے، ایرانی سوارون کو دیکھتے ہی کہ حوض پر گھوڑون کو پانی پلا رہے ہین آق بوغا نے گھوڑے کو چابک لگا کر کر

کر سورن کا نعرہ لگایا،

گاؤن والون کے لیے جو گھوڑون پر سوار آق بوغا کے پیچھے تھے ایرانی سوارون کی ننگی تلوارون کی چمک ہی دیکھنی بہت تھی، فوراً پیٹھ پھیر جدھر سے آئے تھے اودھر ہی بھاگے، اب آق بوغا کے ہوش درست ہوئے، مگر وہ بھاگنے والی اسامی نہ تھا، اکیلے نے ایرانی سوارون پر دھاوا کیا، ایرانی یا تو یہ سمجھکر کہ اس تاتاری کے پیچھے کوئی تاتاری لشکر بھی ضرور ہے یا "سورن" کے ہیبت ناک نعرے کو سنکر فوراً اپنے گھوڑون پر سوار ہو گئے، اور سرپٹ بھاگے، آق بوغا نے اپنا گھوڑا ان کے پیچھے ڈالا، ایرانی سوارون مین کوئی ادھر بھاگا کوئی اودھر، کہتے ہین کہ ان کے گھوڑے بہت مضبوط تھے، آق بوغا پکارتا ہی رہا کہ ٹھہرو ٹھہرو، ذرا دو دو ہاتھ تو ہو جائین، مگر ایرانی نہ پلٹے، آق بوغا آخر کار مجبور ہو کر واپس آیا، فتح ضرور ہوئی مگر خالی ہاتھ آنا پڑا، آتے ہی گاؤن والون سے کہنے لگا کہ ایرانی تو گیدڑ تھے ہی مگر تم نرے خرگوش نکلے"،

اس فوجکشی مین تیمور بہت تیزی سے جنوب کی سمت مین منزلین طے کرتا ہوا ایران مین داخل ہوا تھا، تیمور نے مظفری شہزادون کو مختلف شہرون کی سند حکومت عطا کر دی تھی، مگر اس کے بعد پھر یہ شہزادے آپس مین خانہ جنگیان کرنے لگے، یہان تک کہ ان ہنگامون مین شاہ منصور اصفہان اور شیرازہ کا مالک ہو گیا، مظفریون مین شاہ منصور اُن شہزادون مین تھا جو تیمور کی اطاعت قبول کرنے حاضر نہین ہوئے تھے، اب وہ اپنے سب بھائی بندون پر حاکم ہو گیا تھا اور ان مین سے زین العابدین پسر شاہ شجاع کو گرفتار کر کے اور آنکھون مین سلائیان پھروا کر قید مین ڈال چکا تھا،

مظفریون کی خانہ جنگی فرو کرنے جس وقت تیمور چلا تھا | تو راستے مین ایک مقام پر کوہستان

کے ایک خاص قسم کے قتل پیشہ لوگون کو غارت کرنے کے لیے اُسے ٹھہرنا پڑا تھا[1]، قاتلون کا یہ گروہ حشیش کے استعمال سے اپنی طبیعت مین جوش وخروش پیدا کیا کرتا تھا، ان قاتلون کے خنجر ایسے تھے جن کے خوف سے "ایشیاے قریب" کے تاجدار لرزتے تھے، اس وقت تیمور کے پاس لشکر کے صرف تین قشون تھے، ایک کا سپہ سالار شہزادہ شاہ رُخ تھا اور باقی تیمور کے دو پوتون کی سرکردگی مین تھے، یہ دونون شہزادے خانزادہ کے بطن سے تھے،

جب تیمور ایران مین داخل ہوا تھا تو شاہ منصور نے اپنے لشکر کا نصف حصہ ایک سردار کے سپرد کر کے قلعہ سپید مین مقیم کر دیا تھا، یہ قلعہ ایران کا ایسا تھا جو رستم داستان کے زمانے سے آج تک کسی کے ہاتھ فتح نہ ہوا تھا، یہین زین العابدین پسر شاہ شجاع نابینا قید مین تھا، غرض تیمور اب اسی قلعہ سپید کی طرف بڑھا،

اس قلعہ کو دراصل ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی سمجھنا چاہیے، مورخ اس کا حال اسطرح لکھتا ہے کہ "ایرانی اس مقام پر بہت بھروسا کرتے تھے اور اس سے بہت کچھ امید رکھتے تھے، کیونکہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر تھا، اور اس تک پہنچنے کا راستہ بھی صرف ایک ہی تھا، پہاڑ کی یہ چوٹی ہموار زمین کا ایک بہت ہی خوشنما قطعہ تھا، جو عرض وطول مین ایک ایک فرسخ تھا، یہان ایک دریا تھا اور چشمے تھے اور میوون کے درخت اور مزروعہ زمینین تھین، اور ہر قسم کے چرند اور پرند بھی وہان موجود تھے،

[1] یہ قاتل فرقہ اسماعیلیہ کا ایک گروہ تھا، انھون نے یورپ والون کا جو عیسائی مذہب کی حمایت مین ایشیا مین لڑنے آتے تھے ناک مین دم کر دیا تھا، انھی یورپ کے نووارد عیسائیون نے اس گروہ کا نام حشیشی یعنی بھنگڑ رکھا تھا، مارکو پولو یورپ کا مشہور سیاح ان کے قلعون کی طرف سے گذرا تھا اور اُسنے اس گروہ کے سردار کو شیخ الجبل کے نام سے لکھا ہے، اسی زمانہ مین تیمور عربون اور کردون کے قلعون کو فتح کرنے مین مصروف تھا، دیکھو اس کتاب کا تعلیقہ نمبر ۱۱۔ (مصنف)

امیرون نے اس پر تفریح کے لیے مکانات بنائے تھے، ان کو نہ یہان آگ کا ڈر تھا نہ پانی کا نہ سرنگ کا خوف تھا نہ عرادہ اور منجنیق کا، کسی بادشاہ کو اس کی تسخیر کا خیال تک نہ گذرا تھا، کیونکہ یہ قلعہ بہت بلند تھا، اور اس پر حملہ کرنے کے لیے کسی قسم کے آلات حرب نصب نہین کئے جا سکتے تھے، پہاڑ ایسا سخت تھا کہ اُسے کھود کر نقب لگانی بھی ممکن نہ تھی، اس کے اوپر چڑھنا اور اس کو فتح کرنا بھی امکان مین نہ تھا، راستہ جو چوٹی پر جانے کا تھا اس طرح بنایا تھا کہ اگر اس کے کسی تنگ مقام پر تین سپاہی کھڑے ہو جائین تو ایک ہزار دشمن کا مقابلہ کر لین[۱]،

اس قدرتی استحکام کو بھی ایرانیون نے کافی نہ سمجھا تھا، اس کے راستے مین جو موڑ آئے تھے وہان گچ اور آہک سے سنگین دیوارین اور مورچے بنا دیئے تھے، چونکہ چوٹی پر کھیتی کی ایسی زمینین موجود تھین جن کی پیداوار قلعہ کے رہنے والون کے لیے کافی ہو اور چوپایے اور پرند

---

[۱] ظفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۶۰۰-۶۰۱، اس قلعہ کی کیفیت کے متعلق جو اشعار آئے ہین وہ پڑھنے کے قابل ہین:-

دژے بود کش خواندندے سپید — بدان دژ بدے ایرانیان را امید
عجب گو نہ کوہے خدا آفرید — کہ مانند آن کس بگیتی ندید
رہش تند و لرزان ز تنگ تا فراز — چو زلفِ بتان پیچ پیچ و دراز
بر آن سر کہ از ابر بالا تر است — یکے دشتِ ہموار پہنا و راست
زیک فرسخ افزون بطول و بعرض — زمینِ دگر بر فلک کن تو فرض
بہر سو روان چشمۂ خوشگوار — درختانِ پر میوہ و کشت زار
شکارے بجید در آن پہن دشت — شدہ یار جدی و حمل گاہ کشت
سران بر سرش خانہا ساختہ — بسے مسکنِ طرفہ پرداختہ
نیابد گزند از غریق و حریق — نہ از نقب و عرّادہ و منجنیق
امیدِ سلاطینِ گیتی ستان — گسستہ بکلی ز تسخیرِ آن